قبلہ عالم غریب نواز حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

کی حالات زندگی پر کتاب کا اُردو ترجمہ

حدیقۃ الاخیار ترجمہ گُلشنِ ابرار



مصنف

حضرت خواجہ امام بخش رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ النور دربار قبلہ عالم غریب نواز حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ چشتیاں شریف

حدیقۃ الاخیار

ترجمہ

گلشنِ ابرار

ملفوظ شریف قبلہ عالم وعالمیان حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف
حضرت خواجہ امام بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

باھتمام
حضرت میاں غلام معین الدین مہاروی سجادہ نشین
دربار حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ

مکتبہ النور دربار حضرت قبلہ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ چشتیاں شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب ——— حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار

موضوع ——— اردو ترجمہ حالات زندگی حضرت خواجہ نور محمد
مہاروی رحمۃ اللہ علیہ چشتیاں شریف

مصنف ——— حضرت خواجہ امام بخش رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت ——— جنوری 2005ء

صفحات ——— 296

ناشر ——— مکتبہ النور

پریس ——— اصغر پرنٹنگ پریس لاہور

ہدیہ ——— 150

ملنے کا پتہ

مکتبہ النور دربار حضرت قبلہ عالم غریب نوازؒ چشتیاں شریف

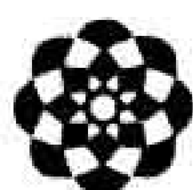
اے قطب زمانہ غوث زمن
اے خواجہ خلق مہار وطن
اے قبلہ عالم مرشدے من
اے ہادی متقیدین مدد دے

ترتیب حسن ذیل ہے

اور

اور

سیدنا ومولانا میاں خدا بخش صاحب ملتانی کے حالات ہیں





حسن طلب (ترجمہ)

بجناب مستطاب شاہزادہ نور جہانیاں صاحب سلمہ الرحمٰن

نور چشم قبلہ نور انس و جاں   حَبَّذاً نورِ محمد درجبین تو عیاں
آیکہ بنمودی مرا یک نسخہ اکسیر دل   آں کتابے کنزِ مخفی شرح رمزکن فکاں
آنکہ براذکار او صلِّ علیٰ از قدسیاں   آنکہ ہر ہر نقطہ اش صدگوہر روحِ رواں
اختر تابندہ تو چون جنیت نور بیز   سیرہ زخشندہ تو ہمچو اختر ضوفشاں
نامہ اعمال من ہمچورقیبت روسیہ   درسوادِ او شبِ دیجور باشد بے نشاں
روزِ روشن کے نماید اختر تابندہ را   درضیائے مہر باشد نورِ اختر رائیگاں
روئے صدا اختر شبِ تاریک رازیبابود   چوں کہ سب تاریک تر باشد بوداختر عیاں
چہرہ زیبای تو محتاج نور ماہ کو؟   زانکہ نور مہر زاید چہرہ زیبای تو
بہ کہ باشد ایں کتابے آفتاب بام من   اے خوشاروزے بود ماہِ تمامِ شامِ من

☆☆☆☆

عرض حال از مترجم

یہ نظم سرچشمہ ہے اس حسن عقیدت کا جو خاکسار مترجم کو اس شاخ طوبی سے بخشی گئی ہے۔ جنہیں شاہزادہ نور جہانیاں کے اسم گرامی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ صاحبزادہ نور جہانیاں سجادہ نشین صاحب مہاراں خواجہ محمود بخش صاحب سلمہ کے وہ مایہ ناز چشم و چراغ ہیں جن کے جذبات شباب روحانیت اور تصوف کی گود میں پلے اور علم و ادب کے خمخانہ سے سرشار ہو کر ابھرے۔

عرصہ ہوا کہ آپ کو اپنے جدامجد قبلہ عالم و عالمیان حضرت خواجہ نور محمدؒ صاحب مہاروی کے ملفوظ گلشن ابرار کے اردو ترجمہ کا شوق گد گدایا اصل کتاب کے مولف حضرت خواجہ امام بخش صاحب حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کی چوتھی پشت میں ایک جامع سیرۃ و کمالات صوفی مشرب بزرگ تھے جس حسن عقیدت۔ وجدان و معرفت کی پر زور سرمستیوں میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اس کا مطالعہ آج تک روح مردہ کے لئے اعجاز مسیحا سے کم نہیں۔ اور کتاب کو پڑھ کر موئف مرحوم کے صوفیانہ مذاق معلومات ادبی قابلیت ،روحانی مدارج کی عزت خود بخود دل میں اُتر آتی ہے لیکن کاش کہ اس سرچشمہ حیاۃ سے اُردو خواں اصحاب کا بیشتر طبقہ مستفید نہ ہوسکتا تھا اسی پاکیزہ خیال نے صاحبزادہ ممدوح کو تڑپایا۔ اور باوجود ہرگونہ علمی و روحانی مصروفیت کے اس کے ترجمہ کا آغاز کیا ابھی کتاب کے صرف چوتھے حصہ نے ترجمہ کا لباس زیب تن نہیں کیا تھا کہ آپ نے یہ مسودہ بہ غرض استفادہ مجھے عطا کیا۔ اور میرے حسن طلب بزبان نظم پر کتاب باقی ترجمہ کے لئے مجھے ہی مرحمت فرمائی اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اس احسان سے میری مغفرت اور حسن عاقبت کا یقینی سامان مہیا کیا۔ جو ان کے شایان شان اور میرے لئے طغرای امتیاز ہر دو جہان ہے۔

میدان عرفان کے ایسے گلزار ارم میں قدم رکھنا میرے جیسے نا اہل مسافر کے لئے بلا شبہ ایک کار دشوار تھا۔ تاہم میں نے کوشش کی کہ عرفان و ذوق کے اس چشمہ صافی سے ایک بھی چلو گدلا نہ ہونے پائے۔ جونہی یہ نسخہ میں نے ہاتھ میں لیا خیال کیا کہ اسے آزاد ترجمہ کا جامہ پہنادوں۔ جو یقینا دلچسپیوں کا ایک بیش بہا مرقع ثابت ہوتا۔ لیکن مجھے خوف پیدا ہوا کہ ایسا کرنے سے کتاب ملفوظ سے سیرۃ کا رنگ پکڑ لے گی۔ جو غالبا خوش عقیدہ بزرگان کے لئے کچھ قابل قدر کارنامہ نہ ہو اس لئے میں نے کوشش کی کہ ترجمہ میں تحت لفظی احترام کو برقرار رکھتے ہوئے زبان میں روزمرہ کے محاورہ کی چاشنی گم نہ ہونے پائے۔ اور مترجمہ کتاب تصوف اور ادب اردو کی لائبریری میں ایک قابل قدر اضافہ کا کام دے۔

میں نے شروع میں صاحبزادہ صاحب کے اصل ترجمہ کو کچھ ترمیم کے ساتھ علے حالہ رکھدیا تا کہ تیمن اور تبرک قائم رہے۔ اور جو لوگ انہی بزرگ زادوں کی حسن عقیدت میں مرنا جینا پسند کرتے ہیں۔ خود انہی کے الفاظ میں ہی کتاب کی بسم اللہ کر سکیں۔ مولف مرحوم نے کتاب کا نام گلشن ابرار پسند کیا۔ اور میں نے ترجمہ کو حدیقۃ الاخیار کے نام سے نامزد کیا جو حسن اتفاق سے اس کا تاریخی مادہ بھی ہے جو سال ترجمہ سے تین سال بعد ۱۳۶۴ھ نکلتا ہے۔ میں خوش ہوں کہ کاغذ کی قلت طباعت کی دقتوں اور فرصتوں کے لئے یہی سنہ موزوں ہوگا۔

خاکسار

صالح محمدؐ صالح ادیب تونسوی

رَبِّ یَسِّرْ ...... وَلَاتُعَسِّرْ .... وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) یا خدا بخش کن مرا جذبہ محبت خویش تا بجمال محمدی (۲) کرایم و عطا کن بمن نور معرفت از حد بیش تا بجز مشاہدہ نور محمد (۳) دیدہ نکشایم و محبّ (۴) نبی صفت در نظام (۵) دین کوشم کہ (۶) کلیم آسا ہر صبح و مسا بہ نغمہ رب ازنی در خروشم و ہمچو یحیٰے (۷) احیاء خاطرم بمفر ما تا بمشرب محمدی (۸) درلباس حسن (۹) بحسن و جمال (۱۰) محمود تو فریفتہ شدہ علم (۱۲) دین دین بر پا سازم واز (۱۳) سراج (۱۴) کمال (۱۵) چراغ دلہا مانند (۱۶) احمد و (۱۷) مسعود بر فروزم و (۱۸) بختیارم نما کہ (۱۹) معین دین متین و باقتدائے عرفان و یقین (۲۰) حاجی آسا (۲۱) شریف النسب باشم و بوصال مودود (۲۲) ی و بجمال (۲۳) یوسفی و بمتابعت محمدؐ ی (۲۵) و اطاعت احمدؒ (۲۵) ی بسان (۲۶) اسحٰق چشتی لقب باشم و بارشادؒ (۲۷) ممشاد دل نہادم گرداں کہ امین رازِ (۲۸) امین الدین وسدید الدین گشتہ ہمچوں (۳۰) ابرہیم از ہمگی علائق وخلائق گوشہ گزینم وبفضل فضیل (۳۱) وفیض عبد (۳۲) الواحدہ فائض شدہ چو (۳۳) حسن بصری بکوہ (۳۴) حیدری ظہور حقیقت (۳۵) محمدی را کہ عبادت از تجلے صفائی ومورث تجلے ذاتی است بہ بینم فلک الحمد والمنۃ وعلے نبیک الصلوٰۃ والتحیۃ وعلے آلہ واصحابہ الزین ہم خیر البریۃ۔ اما بعد اس کتاب کا مولف یہ عاجز فقیر امام بخش ابن حافظ غلام فرید بن خواجہ نور احمد بن حضرت قبلہ عالمؒ وعالیان خواجہ نور محمد صاحب سکنہ مہاران ہے۔ میرے بہت سے دوستوں نے خواہش کی کہ چونکہ حضرت قبلہ عالمؒ اولیاء کرام کے درمیان ایسے ہیں۔ جیسے ستاروں کے درمیان۔ بدر منیر یا جیسا کہ ذروں کے درمیان خورشید انور۔ یہ وہ

بزرگ ہیں جن کا نور زمین سے آسمان تک چھایا ہوا۔ اور اکناف عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ ان کے مناقبات میں سے تھوڑا ساذکر الماس قلم سے موتیوں کی طرح پرو دیا جائے جس سے کہ اس سلسلہ کے خواص وعوام مستفید ہو سکیں۔ لیکن چونکہ مجھے اس بارگراں کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ میں دوستوں کی آرزو کو معرض التوا میں ڈالتا رہا۔ لوگوں نے میرے قبلہ و کعبہ حضرت والد صاحب کے خدمت میں جا کر اپنی خواہش کا اعادہ کیا۔ انہوں نے مجھے اس کام کے بیڑا اٹھانے کا حکم دیا۔ فرمان واجب الاذعان سے سرتابی کی طاقت نہ تھی۔ کمرہمت باندھی۔ اور تیار ہو گیا۔ عربی کا مقولہ ہے۔ ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔ اور ملفوظ حضرت گنج شکر میں لکھا ہے۔ کہ زہے سعادت اس مرید کی جو اپنے شیخ کی زبان سے سنے ہوئے الفاظ قلمبند کر دے فردائے قیامت ایک ایک حرف کے بدلے ہزار سال طاعت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج ہو گا۔ یہ تھے وجوہات جنہوں نے مجھے اس دفتر معنی کے قلمبند کرنے پر اکسایا۔ تصانیف سابقہ کے چند جز تلاش کیئے۔ ان سے بھی فائدہ اُٹھایا۔ وہ چند باتیں جو بزرگوں سے سنی تھیں اور صحبت کے ساتھ ذہن میں محفوظ تھیں۔ فارسی زبان میں تھوڑے سے عرصے میں جلدی سے جلدی ایک رسالہ تیار کیا۔ جس کا نام گلشن ابرار رکھا۔ یہ گلشن چہار گلزار پر مشتمل ہے۔ جن کے چند چمن ہیں۔ ناظرین باتمکین کے اخلاق کریمانہ سے یقین ہے کہ جب اس گلشن کی سیر کریں گے۔ اور دامن مراد کو گوہر مقصود سے بھریں گے دماغ کو اس کے پھولوں کی خوشبو سے معطر کریں گے۔ تو اس فقیر اور اس کے بزرگوں کو دعائے خیر سے یاد فرما دیں گے کہ خدا تعالیٰ مجھے ان کی برکت سے روز محشر کے حساب اور آخرت کے عقاب وسوال جواب سے محفوظ رکھے۔ مطالب کونین اور مطالب دارین سے سرفراز کرے۔

اشعار

بحمد اللہ کہ چندیں ماجرائے مرتب گشت از من بے نوائے
ورقہا چند از نثرِ عبارت باحوال مشائخ با صفائے
بود ہردا ستائش گلستانے کزد باغ ارم رار شکہائے
خط مُشکینِ اوبالوح کا فور چو سبزہ گردِ عارض دل ربائے
چمن ہائے معانیش دلآویز! عبار اتش بصد نازو ادائے
خداوندا بمردانِ وفاکیش! کہ موصول اند باہر مدعا اے
نگاہش دار از چشم بد اندیش امانت دہ ز تہمت عیب ہائے
چوگل ہر دم روا حش تازہ بادا بود جلدش زپیوند بقائے
بقول شیخ سعدی کار بستم کہ بروے بادرحمت از خدائے
بماند سالہا ایں نظم و ترتیب زماہر ذرہ خاک افتد بجائے
غرض نقشے است کزمایا و ماند کہ ہستی رانمے بینم بقائے
مگر صاحبدے روزے برحمت کندبر حال ایں عاجز دعائے!
دراں مدت کہ ایں مکتوب محبوب شدہ مکتوب زیں بے دست و پائے
ہزارو دو صد ۱۲۸۳ھ ہشتادو سہ رفت زہجرت خواجہ ہر دوسرائے ۱۲۸۳ھ



گلزار اول حضرت قبلہ عالم کے حالات میں

اس کے چند چمن لگائے گئے ہیں

چمن اول آپ کا حسب ونسب ومولد

آپ کا اسم گرامی اور نام نامی بچپن میں بابل تھا۔ اور نور محمد نام حضرت فخر الاولین والاخرین مولانا فخر الدین دہلویؒ نے رکھا۔ اور چونکہ آپ قبلہ حاجات و کعبہ مرادات بنے۔ دنیا میں قبلہ عالم کے نام سے ملقب ہوئے۔ جیسا کہ نواب غازی الدین خاں مرحوم اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں۔

مثنوی

شرح نور محمد آں ہمہ نور   گرنویسم جہاں شود پُر شود
حق کہ ایں عالم است آیاتش!   آمد اطلاق نور بر ذاتش!
ہست نورِ محمد بے زاں نور   زاں نہ بل آں خودش نمود ظہور
پیکرِ اوتمام پیکرِ جاں   ہیئتِ معنیش زگوہر جاں
سالہا ماند در حریم حضور   گشت مانند اسم خود ہمہ نور
اولیا را بود زمانِ کمال!   صفتِ اسمِ خویش ظاہر حال
کارش از فخردین تمامی شد   وارث بیعت نظامی شد
ہم ز پیغمبر بزرگ جناب   حکم ارشاد یافت در پنجاب
کرد حاصل چور رتبہ ارشاد شد   مرخص بآں خجستہ سواد

که عبارت بود زپاک تن آں مہ ملک قدر او موطن
شیخ درحق اوچنیں فرمود کیں زما ہر چہ بودہ است ربود
نیز ارشاد آں شہ دیں است کیں زما قطب وقت ود ایں است
ہم بگفتا کزیں جہاں آرا شدہ امید مغفرت مارا
شددر آنجا کمال او شائع! گشت خورشید فیض اولامع
یک جہاں یافت فیض بیعتِ او عالمے زد درِ ارادات او



حضور کا سلسلہ حسب اظہر من الشمس ہے۔ جومحتاج بیان نہیں سلسلہ چشتیہ سے جو لوگ تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ عالیہ کو اپنا ورد بنایا ہوا ہے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب بہ اتفاق روایان نوشیروان عادل سے ملتا ہے۔ حضور سے نوشیرواں تک ان کے آباواجداد کے نام نامی پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ لیکن نوشیرواں سے آدم علیہ السلام تک اسماء میں اختلاف ہے اس لئے میں آنحضرت سے نوشیرواں تک سلسلہ نسب نقل کئے دیتا ہوں۔

انحضرت بن ھندال بن طاطار بن فتح بن محمود بن مرہ بن عزیز بن ڈاتا بن دینا بن کوبھہ بن چہر بن سالار بن اُوہر بن واسو بن کولرا بن جگ سین بن کج سین بن سریک بن اچیت بن دیورائے بن گڈن شہید بن مُوا بن بدھ بن بوہل بن بادہ بن کھرل بن کھیوہ بن رانو بن دہوہڑ بن جبل بن جمع بن آہرا بن بہوٹا بن رائے ویون بن چالک بن سُلنگھی بن راجہ کرن بن سورج بن قشب بن قاسم بن مولراج بن راجہ جگ وے بن اُودے دیپ بن پنوار بن بنسیر بن قیصر بن ہرمز بن نوشیرواں عادل۔

نوٹ ا: سین بکسر سین سکون یائے ایک کلمہ تعظیمی ہے۔ اور لفظ رائے جو اس خاندان سے مخصوص تھا۔ جیسا کہ اب لفظ خان اور ملک وغیرہ ہیں۔

نوٹ۲: سالار سین سے گڈن تک جن اسماء کا ذکر ہوا یہ سب کے سب رئیس تھے۔ گڈن ایک بہت بڑا ئیس تھا۔ جو علاوہ حکومت کے غربا پروری اور مسکین نوازی میں مشہور تھا۔ نہایت سخی پر حیا اور باوفا نوجوان تھا علاقہ بیکانیر میں شہر حلوانا صدر مقام تھا۔ وہاں کے لوگ اس کے ابر کرم سے سیراب ہوتے رہتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کافروں کے ایک گروہ نے لوگوں کے مال پر ڈاکہ ڈالا۔ لوگ ان کے پیچھے دوڑے دونوں لشکر آپس میں گتھ گئے۔ تلوار چلنے لگی۔ یہاں تک کہ نیزوں تک نوبت پہنچی۔ سردار لشکر گڈن نے جو اہل اسلام کے سردار تھے فتح پائی لیکن افسوس کہ گڈن اور ان کے بعض سردار اس معرکہ مین شہید ہوئے۔ کہتے ہیں۔ کہ گڈن کا سر تن سے جدا ہو چکا تھا۔ لیکن جسدِ بے سر میل سے زیادہ فاصلہ تک کافروں کے ساتھ لڑتا اور ان کو قتل کرتا رہا۔ آج جہاں ان کی قبر ہے وہاں مدفون ہے جو تا حال مرجع زیارت خلائق ہے کہتے ہیں۔ اس مزار سے متواتر بے شمار خوارق عادات ظاہر ہوئے۔

حضور کا وطن بستی چوٹھالہ تھا۔ جو مہار شریف سے چار کوس مشرق کی طرف ہے اور مہار شریف پاکپتن شریف سے ۳۵ کوس مغرب کی طرف ہے یہیں آپ نے نشو نما پائی۔ اور ایک دنیا کو اپنے نور سے منور کیا آپ کی خانقاہ بستی تاج سرور میں سے جو بہار شریف سے تین کوس جانب جنوب واقع ہے۔ یہ مزار زیارت گاہ خلائق اور مرجع عوام ہے۔

فائدہ: حضرت قبلہ عالمؒ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام عاقل خاتون تھا۔ جو میاں کمال قوم چوٹھا کی بیٹی تھیں۔ اپنے میکے سمیت قصبہ خولڑہ میں سکونت رکھتی تھیں۔ بی بی صاحبہ بچپن میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھیل رہی تھیں۔ اتفاقاً اس درخت سے ایک فقیر ظاہر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ سبحان اللہ اس دختر نیک اختر کے پہلو میں ایک لعل بے بہا تاباں و درخشاں ہے اتنا کہا اور کسی طرف کو چلا گیا اس کے بعد ہمیشہ آپ کی سہیلیاں آپ کو خوش طبعی کے طور پر چھری ہاتھ میں لے کر کہا کرتی تھیں۔

کہ ہم تمہارے پہلو کو پھاڑتی اور وہ لعل بے بہا نکالتی ہیں۔ جو تیرے اندر پوشیدہ ہے۔ ہم دیکھتی ہیں کہ کیسا ہے؟ ایک اور روایت یہ ہے کہ شیخ فتح دریا نام ایک صاحب کمال بزرگ تھے۔ جو شیخ عبداللہ ینکو کارہ کے سجادہ نشین تھے۔ شیخ عبداللہ حضرت جلال الدین سیاح المعروف مخدوم جہانیاں کے خلیفہ اعظم تھے۔ وہ آپ کے ولد صاحب کے پاس آئے۔ اتفاقاً بی بی صاحبہ پر ان کی نگاہ پڑی گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ شیخ کی ان نظروں کو لوگوں نے نہایت نفرت سے محسوس کیا۔ اور شیخ سے کہا کہ شرفاء کی حرم کی طرف ایسی بدنگاہی نا مناسب ہے لیکن شیخ فرمانے لگے۔ کہ اے ناشناس لوگو یہ تو ہماری بیٹی ہے میں ان کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں اس لعل یگانہ اور قطب زمانہ کا دیدار حاصل کر رہا ہوں جو ان کے پہلو میں پوشیدہ ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ یہ آفتاب جہانتاب برج حمل میں بھی ظاہر نہ ہوا تھا۔

نقل: جب آپ کے والد ہندال خاں نے اپنی شادی مسماۃ عاقل خاتون بنت میاں کمال سے کی اور دلہن کو اپنے گھر لے آئے کچھ مدت کے بعد میاں احمد نام ایک صاحب معرفت بزرگ جن کو دودے والہ بھی کہتے تھے۔ قصبہ چوٹھالہ میں تشریف لائے اور محمد مسعود مہار کے مکان پر ٹھیرے۔ ان کی بزرگی وکمالات کی شہرت سنکر بیشمار لوگ مرد وزن ارگرد سے جمع ہو گئے جن میں آپ کی والدہ ماجدہ بھی تھیں جونہی میاں صاحب کی نظر بی بی صاحبہ پر پڑی۔ سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور حد وانداز سے زیادہ عزت کرنے لگے۔ بی بی صاحبہ کہنے لگیں۔ کہ یہ بچاری کس شمار میں ہے کہ آپ اس کے لئے اتنی تکلیف کر رہے ہیں۔ فرمایا میں تیرے لئے تعظیم نہیں کرتا بلکہ اس لعل یگانہ قطب زمانہ آفتاب جہانتاب کی تعظیم کرتا ہوں۔ جو تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے۔

نقل: ۱۴ ماہ رمضان ۱۱۴۶ھ میں آپ پیدا ہوئے اور دنیا کو اپنے نور سے منور کیا۔



رُباعی

تاجلوہ یافت مہر زنور محمدی پُر نور شد سپہر زنور محمدی
خور سندہ گشت مادر گیتی زمقدمش روشن نمود چہرہ زنور محمدی

کہتے ہیں رمضان شریف کے باقی دنوں میں اس نووارد بچے کی یہ عادت تھی کہ دن کے وقت دودھ ہرگز نہیں پیتے تھے۔ اور رات کو اپنی ماں کا دودھ خوشی سے نوش فرماتے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ دن کو دودھ دینے کی بہت کوشش کرتیں۔ لیکن لب تر نہ کرتے۔ اور گریہ وزاری میں مشغول رہتے۔ یہ حال دیکھ کران کے والدین اور اقرباء کو بے حد فکر پیدا ہوئی۔ اتفاقا جب میاں احمد جی مذکور وہاں تشریف لائے۔ اور لوگ زیارت کے لئے گئے۔ تو آپ کی دادی صاحبہ اس نور کی پوٹ کو بغل میں دبا کر استمداد دعوات کے لئے تشریف لے گئیں۔ ماجرا بیان کیا۔ اور تعویذ کی خواہشمند ہوئیں۔ میاں صاحب جب آپ کی زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوئے تو خوشی کی لہران کے بدن میں دوڑ گئی۔ اور بے حد تعظیم وتکریم کی فرمانے لگے۔ کہ اے مائی صاحبہ اس فرزند دلبند کی طبیعت میں کوئی نقص نہیں۔ بالکل خیریت ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے کاشانہ دولت میں ایسا گوہر بے بہا نمودار ہوا کہ جس کے نور سے ایک مدت کے بعد دنیا چمک اُٹھے گی۔ حضور رسول اکرم ﷺ کے دین کو روشن کرے گا۔ اور بے شمار خلقت بہرہ یاب ہوگی۔ انہیں کوئی بھی بیماری نہیں اصل بات یہ ہے کہ آپ روزہ دار ہیں اور اس لئے دن کو اپنی ماں کا دودھ پینا نہیں چاہتے۔ انہیں گھر لے جاؤ۔ ان کی بہت اچھی طرح سے پرورش کرو۔ اور ہر قسم کے آداب وطہارت کو بجالاؤ۔ ہمارے اور تمہارے مقاصد دارین اسی ذات عالیہ سے وابستہ ہیں۔ بی بی صاحبہ نے شکریہ خدا بجالایا۔ اور ان کی پرورش

میں بیش از بیش کوشش کی۔

زہے دولتِ مادرِ روزگار

کہ پورے چنین پردرد درکنار

یہ سب باتیں میں نے اپنے باپ اور جدامجد سے سنی ہیں۔

چمن ثانی آپ کے تحصیل علوم کے بیان میں

کہتے ہیں کہ جب آپ چار سال اور چار ماہ کے ہوئے۔تو والدہ ماجدہ نے ان کو میاں مسعود کے مدرسے میں بٹھلایا۔اور کلام اللہ شریف کا سبق آغاز کیا۔کچھ عرصہ گزرا تھا کہ میاں احمد جی اتفاق سے وہاں تشریف لائے۔جب بچوں میں انہیں پڑھتا دیکھا۔اور نور کی تجلیات ان کی پیشانی سے اٹھتی دیکھیں تو کہنے لگے سبحان اللہ یہی بیٹا ہے ہندال کھرل کا جس کے دروازے پر شاہان جہاں سجدہ کریں گے۔میاں مسعود کہنے لگے کہ لوگ تو آپ کو بہت بڑا ولی سمجھتے ہیں۔لیکن آپ ہندال کے بیٹے کو قطب زمانہ قرار دیتے ہیں فرمایا کہ تمہیں اس باکمال کے حال کی اطلاع زمانہ مستقبل میں ہو جائے گی۔ہماری اور تمہاری نسلوں کی لاج انہی سے ہو گی۔

نقل: کہتے ہیں کہ جب حضرت قبلہ عالم صاحبؒ حفظ کلام اللہ شریف سے فارغ ہوئے تو عقلی اور نقلی علوم کے حاصل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی کچھ عرصہ مہار شریف میں پڑھتے رہے۔لیکن پھر بعض رکاوٹوں کی وجہ سے مہار شریف کو چھوڑ دیا۔دوسرے موقعوں پر استفادہ کرنے لگے۔چنانچہ نواب محمود خاں گجر کے عہد حکومت میں بمقام ڈیرہ غازیخاں ایک فاضل کے پاس جا کر تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔وہاں سے آپ میاں محکم الدین صاحب سیر کے ساتھ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔اور لاہور جا کر ایک عالم فاضل شخص کے پاس پڑھنے لگے۔دونوں صاحب اپنے گذارے کے لئے تحصیل علم سے جو وقت بچ رہتا فارغ ہو کر لاہور کے گلی کوچہ میں پھر کر گداگری کرتے اور قوت لایموت میسر کرتے تھے۔

نقل: میرے والد ماجد مدظلہ قاری صبغۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک رات آپ میاں محکم الدین کے ساتھ گداگری کے لئے گئے۔ رات نہایت اندھیری تھی۔ کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ مینہ موسلا دھار برس رہا تھا۔ اندھیرے میں آپ کا پاؤں پھسلا اور کپڑے کیچڑ میں لت پت ہو گئے نہایت غمگین ہوئے۔ اور خدا تعالے کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے رب العزۃ ہمیں گداگری کی اس مصیبت سے چھڑائیو۔ مضطر دل کی دعا شرف قبولیت کو پہنچی۔ اور گذارے کی کوئی سبیل پیدا ہوگئی۔ انشاء اللہ ان کی اولاد پاک پر بھی یہ مصیبت کبھی نازل نہ ہوگی۔

خلاصۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ جناب سید العارفین فخر العاشقین مولانا حضرت محمد فخر الدین اورنگ آبادی کے تشریف لانے سے چند ماہ پہلے آپ لاہور سے روانہ ہوکر دہلی پہنچے۔ اور میاں محمد قاسم سے تحصیل علم کرنے لگے۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد میاں محمد قاسم چلے گئے۔ مولوی برخوردار ایک صاحب نسبت بزرگ اور فاضل آدمی تھے۔ (جن کا تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا) اس کے پاس علم منطق کی مشہور کتاب قطبی پڑھنا شروع کی۔ مولوی صاحب مذکور کو پانچ روپے روز کی آمدنی تھی۔ دن میں ایک بار کھانا کھاتے۔ اور عموما پانچ چھٹانک چاول ایک پاؤ گوشت ایک پاؤ آٹا اور کچھ گھی ان کے کھانے کے لئے مقرر تھا کبھی چاول چھوڑ کر صرف خالی روٹی تناول کرتے تھے۔ آپ کو بھی ان دنوں مولوی صاحب کھانا بھیج دیا کرتے تھے۔ اور جو کچھ خود کھاتے تھے حضرت قبلہ عالم کے پاس بھیجتے تھے۔

نقل: ان دنوں دہلی میں میاں فتح محمد نام ایک صاحب کمال بزرگ تھے جو بادشاہ کے دربار سے منصب داری کے عہدے پر ممتاز تھے آنحضرت اس کے پاس آمدورفت رکھتے تھے۔ اور میاں فتح محمد ان کے ساتھ بے حد مہربانی سے پیش آتے تھے بلکہ اپنے حصول مقاصد کے لئے ان سے دعا طلب کیا کرتے تھے۔ اس کی عادت تھی کہ ہر جمعرات کو دہلی کے خواص کی دعوت کرتے تھے قرآن شریف کا ختم کرتے اور شیرینی تقسیم فرماتے تھے۔

اپنے مکان پر حضور کو بلا کر سورت یٰسین کی تلاوت سنتے تھے۔ اپنے اور اپنے بزرگان کے حق میں دعاء مغفرت مانگتے تھے میاں فتح محمد نے ایک اور خدمت بھی آپ کے سپرد کی تھی۔ وہ یہ کہ ایک لاکھ پچیس ہزار درود شریف کا ختم آپ کے حوالے تھا۔ اور کہہ دیا تھا کہ جب یہ ختم تمام کریں مجھے اطلاع دیں ابھی آپ کا یہ وظیفہ پورا نہیں ہوا تھا کہ حضرت مولانا صاحب دہلی تشریف لائے اور دنیا کو اپنے فیض عام سے مستفید کیا۔ آپ ۱۱۶۲ھ میں وارد دہلی ہوئے چنانچہ نواب غازی الدین خاں مرحوم نے جو آپ کے بے حد معتقد بھی تھے ایک مثنوی تالیف فرمائی ہے۔ جس میں لکھتے ہیں۔

مثنوی

بود سالے کہ فرخ و میموں

شصت ۱۰۶۲ دو ہزار صد افزوں

فخر دین با قدوم سعد سعید

دہلی کہنہ رانوے بخشید

کرد آں مردمک درو چوں وطن

گشت دہلی چوں چشم ماروشن

آپ آنے کو تو دہلی آئے ظاہر وجہ تو حصول علم تھی۔ لیکن اس کی حقیقی علت غائی حضرت مولانا صاحب کی شرف زیارت فیض بشارت تھی اور قسام ازل نے لکھ دیا تھا کہ یہ ماہ ہلال انہی کے فیض سے بدر تمام ہو کر اپنے نور سے دینا کو مشرف کرے گا الغرض جب کچھ عرصہ ہوا۔ تو آپ کے دل میں ایک گونہ پریشانی بڑھ گئی۔

بیت: وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردوں

بیت: نے داند کہ ایں رمزاز کجا خواست بحیلہ سازئیش تسکیں ہمیں ساز

پریشانی روز بروز بڑھتی گئی۔ کبھی دکن کی طرف جانے کا ارادہ کرتے کبھی حاجیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کا عزم فرماتے ایک حوض کے کنارہ پر بیٹھ کر عشقیہ اشعار پڑھتے دن کو بے قراری اور رات کو اختر شماری میں گزارتے۔ حافظ محمد اصلح نام ایک شخص بھیرہ خوشاب کا باشندہ آپ سے رابطہ اتحاد رکھتا تھا۔ وہ بھی اپنی چارپائی حوض کے کنارے بچھا دیتا۔ اور سو جایا کرتا تھا۔ ایک رات جب ان کا حال دگرگوں دیکھا تو پوچھا اے فلانے اس غم واندوہ کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ میرے مشفق ورفیق استاد مجھ سے جدا ہو گئے ہیں تحصیل علم پورے طور سے نہیں ہوتی۔ اور میری طبیعت ہر گونہ پریشان رہتی ہے اس نے کہا چند دن ہوئے کہ ایک بہت بڑے بزرگ عالم اور پیرزادے صاحب دکن سے تشریف لائے ہیں اور صلائے عام کر دی ہے کہ جو طالب علم ان کے پاس جائے اپنے علم سے انکو مستفیض کرنے کے لئے تیار ہیں آپ کے دل کو قدرے تسکین ہوئی۔ ایک طالبعلم قلندر بخش آپ کے پاس رہا کرتا تھا جس کے ساتھ بیٹھ کر آپ کتاب قافیہ فیوض کی تکرار کرتے تھے۔ اس سے پوچھا کہ تم کھانا کہاں سے کھاتے ہو۔ اس نے بھی کہا۔ کہ دکن سے ایک عالم فاضل پیرزادے صاحب تشریف لائے ہیں مجھے وہی کھانا عطا کرتے ہیں مقرر نہیں لیکن جب جاتا ہوں لے آتا ہوں اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ کمال مروت کے آفتاب مہتاب ہیں آپ کو ان کے دیدار کا شوق پیدا ہوا۔ اور صبح ان کی خدمت جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ نواب مرحوم فرماتے ہیں۔

شد زمانے کہ جانش آگہ حال! طائر شوق دل کشادش بال
گشت پروانہ سوئے شمع رزاں! وجد عاشق کناں و بال افشاں
سوئے مجمر برق جست سپند ہجر درراہِ وصل راند سمند
چنگ در عذر و دل مشتاق وقت معہود قطع کرد فراق
دست نسبت عیاں کشیداورا جذب دل سوئے جاں کشیداورا

آمد درانداز دیر الَست! کہ رسیداست بادہ شوسر مست

بانگ زد نالہ دلش یک بار کہ بروں آ۔ کا مدت دلدار!

ملک آور در کف مالک! حق محمداً لہ علےٰ ذالک!

الغرض صبح کے وقت آپ اور میاں قلندر بخش صاحب دونوں مولانا کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ جب حویلی کے قریب پہنچے۔تو دیکھا کہ خوشحال نامی شخص حویلی کے دوازے پر بیٹھا ہے اس سے جانے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا۔ کہ آپ یہاں تشریف نہیں رکھتے۔ ناچار اپنے ڈیرے پر لوٹ آئے لیکن اشتیاق مالا یطاق دل پر غالب تھا۔ظہر کے وقت اکیلے پھر تشریف لے گئے در پر دربان بیٹھا ہوا تھا۔ اگرچہ لوگ آجا رہے تھے لیکن بے تحاشا اندر جانے سے ہچکچاتے تھے۔ دیکھا کہ خود بدولت مولانا صاحب ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ ایک سفید چادر بھی بچھی ہوئی ہے۔ اس پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں حالانکہ میرا لباس میلا اور سر کے بال بڑے بڑے ہیں۔ اس ہئیت کذائی میں شاید ہی ہے۔ کہ جناب مولانا صاحب میری طرف توجہ کریں۔ اور مجھے علم حاصل کرنے کی اجازت دیں یہی عالم خیال میں تھے۔ کہ جناب مولانا صاحب کی نظر آپ پر پڑی خود بخود بلایا اور سروقد کھڑے ہو گئے تخت سے اُتر آئے اور بے حد تعظیم و تکریم بجا لائے۔ بغلگیر ہوئے اور ایسی محبت سے جیسے کہ ایک مدت کا بچھڑا یار یار سے ملتا ہے۔ ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پاس تخت پر بٹھلا دیا۔ چہ خوش وقتے وخرم روزگارے کہ یار سے برخوردار وصل یارے ہر گونہ دلجوئی کی اور پوچھا کہ آپ کا وطن کہاں ہے۔ عرض کی کہ علاقہ پاک پتن میں۔ فرمایا حضرت فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے ہو۔ عرض کی کہ نہیں جناب مولانا کا دل پاک پتن شریف کا نام سنکر خوشی سے بھر آیا پوچھنے لگے کہ یہاں کیوں آئے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ذات والا درس تدریس سے لوگوں کو مشرف کرتے ہیں یہ درویش دلریش آپ سے بہرہ یابی کا امیدوار ہے۔ فرمایا پہلے کہاں پڑھتے تھے۔ کہا مولوی برخودار صاحب کی خدمت میں فرمایا مدت ہوئی میں نے پڑھنا پڑھانا

چھوڑا ہوا ہے۔ اب بھی سبق انہی سے لو۔ اور میرے پاس آ کر اس کا اعادہ کرو۔ کہا کہ ان کے اور آپ کے مکان کے درمیان بہت سا فاصلہ ہے اور آمدرفت میں بہت سا وقت ضائع ہوگا خود بدولت مسکرادیئے۔ اور یہ شعر پڑھا: مابرائے وصل کردن آمدیم نے برائے فصل کردن آمدیم۔

الغرض بڑی مہربانی اور عنایت کے ساتھ حلقہ شاگردی میں لینے کا وعدہ فرمایا سبحان اللہ۔ آپ تو علوم کے بحر مواج تھے۔ چنانچہ نواب صاحب نے ان کی تعریف میں لکھا ہے۔

تبعش مولوی و مولے الکل!! بولا الالہ اولےٰ الکل!
درس خوانِ مقام سکروصحو ظاہرش صرف شغل صرف ونحو
رفتے گربر زبان اور تفسیر کر دی از شرح حال خود تقریر
بحر مواج بود علم یقین عمقش کس نیافتہ کہ چنیں

چند دن کے بعد جناب مولانا صاحب نے آپ سے فرمایا کہ ہم حضرت قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ کی زیارت کو جانا چاہتے ہیں۔ چار پانچ دن وہاں ٹھہریں گے۔ آپ تکلیف نہ کریں اور یہاں ٹھیرے رہیں۔ آپ نے ہمرکاب چلنے کی آرزو کی۔ جو بہت جلد پوری ہوئی۔ قلندر بخش نے بھی ہمراہ چلنے کی اجازت لی۔

الغرض آپ وہاں گئے۔ چند دن وہاں ٹھیرے جب واپس ہونے لگے۔ تو حضرت قبلہ عالم نے عرض کی کہ دل چاہتا ہے کہ چند دن اور یہاں ٹھیروں بشرطیکہ حضور اجازت دیں آپ نے فرمایا اجازت ہے لیکن تمہارے یار تمہارے لئے پریشان ہونگے۔ اور کہیں گے کہ ہمارا باز وتم نے کھو دیا۔ بہتر ہے کہ ہمارے ساتھ چلے چلو۔ دوستوں سے رخصت طلب کر کے واپس آ ؤ لیکن چونکہ آپ کے مزاج میں شوق و اشتیاق کا غلبہ تھا۔ اور چاہتے تھے کہ مزار مبارک پر چند دن رہ جائیں پھر ٹھیرنے کی رخصت طلب کی۔ آپ

نے اجازت دی۔ اور نور اللہ لانگری کو کچھ دیا کہ جن دنوں آپ یہاں ٹھیریں لنگر شریف سے کھانا پکوا کر ان کے پاس بھیج دیا کریں بہت محبت اور مہربانی کے ساتھ ان کے ہاتھ کو ہاتھ میں پکڑا اور حویلی سے باہر آئے۔ جب چہار یار کی قبور کے نزدیک پہنچے تو آپ نے مولانا صاحب سے کوئی وظیفہ طلب کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم تو ملاً شخص ہیں تم ہماری بزرگی کے واقف کیوں کر ہو۔ اور ایک وظیفہ بھی مرحمت فرمایا۔ جب آپ کے دوستوں کو جو آپ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ اس بات کا علم ہوا۔ تو فورا روانہ ہوئے۔ اور آپ کی خدمت میں آئے بہت سا جھگڑا تکرار کیا۔ اور کہا کہ تم تو اعتکاف میں بیٹھے ہو۔ اور چلے کاٹ رہے ہو۔ اور ہم تمہاری مفارقت میں ماہی بے آب کی طرح بیتاب ہیں دوستی سے دور نہیں ان باتوں کو چھوڑو۔ اور ہمارے ساتھ چلو۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

کفارت یمین سہل است　　　و بریدن از دوستاں جہل (سعدیؒ)

آنحضرت ناچار ہو کر ان کے ہمراہ ہوئے اور مدرسے میں واپس آئے جونہی مولانا صاحب نے ان کو دیکھا ایک سفید دوپٹہ اپنے کندھے سے اتار کر ان کو بخشا اور فرمایا کہ ہم نے نہیں کہا تھا۔ کہ تمہارے دوست وہاں تم کو بیٹھنے نہیں دیں گے۔

چمن ثالث در بیان بیعت

نقل ہے کہ جب قبلہ عالمؒ حضرت مولانا کی خدمت میں کتاب قطبی پڑھتے تھے۔ آپ کو حضرت مولانا کے علو مراتب شان عظیم اور کمالیت کا حال معلوم ہوا تو ایک دن مولانا کے حضور میں بیعت لی درخواست کی کہ بندہ کو اس نعمت عظمیٰ سے جو باعث حصول مقاصد دارین ہے سرفراز فرمایا جاوے مولانا نے آپ کا عرض قبول فرما کر فرمایا کہ رات کو درود شریف پڑھ کر استخارہ کرنا جو کچھ معلوم ہو۔ بیان کرنا۔ اسی طرح عمل میں لایا جاوے گا۔ کیونکہ ہمارا دستور اسی طرح ہے۔ قبلہ عالمؒ نے حسب فرمان ذیشان

رات کو استخارہ کیا۔ دیکھا کوئی شخص مجھے کھانا دیتا ہے۔ جو ایک خوانچہ میں رکھا ہوا ہے۔ پھر اپنا پیراہن بدن سے اُتار کر مجھے پہناتا ہے۔ صبح کو کیفیت تمام مولانا کے خطوط میں بیان کی۔ استغفار و کلمہ شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ جب اس کی تعمیل ہو گئی تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے حضور میں مزار مبارک کے قریب بیٹھ کر اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور قبلہ عالم و علمیان بنایا۔ چنانچہ نواب صاحب فرماتے ہیں۔

بیعتش نمود کرد آگاہ از مفاد یُبا یعُونَ اللہ!

زاں کہ مے بود دست اولہم از یداللہ فوق ایدھم!

نقل ہے: کہ ایک دن حضرت مولانا وضو فرما رہے تھے۔ اور قبلہ عالمؒ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت مولانا خوش وقت ہوئے۔ اور قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ آپ کے آباؤ اجداد کیا کام کرتے تھے عرض کیا کہ زراعت پیشہ لوگ تھے۔ اور لوگوں کے مویشی بھی چراتے تھے۔ اور دودھ دوہتے تھے اب ان تمام کاموں میں سے جس کا حضور مجھے حکم دیں وہی کروں۔ مولانا نے کچھ دیر سکوت کیا اور فرمایا کہ تجھ کو میں اپنا کام سکھاؤنگا و الحمد للہ علے ذالک۔

نقل ہے: کہ جب مولانا نے آپ کو بیعت فرمایا تو ایک وظیفہ بتایا جس کی ادائیگی پر ایک پہر یا اس سے کچھ کم وقت صرف ہوتا تھا قبلہ عالم اس کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے اور سفر میں کبھی قضاء نہ کیا جب بہت عرصہ گذر گیا تو مولانا نے دریافت کیا کہ تم کو کوئی فائدہ یا اثر ظاہر ہوا عرض کی کچھ نہیں فرمایا کہ معمول سے کچھ کم کر دو سو بمو جب حکم اس طرح کر دیا کچھ مدت کے بعد پھر پوچھا کہ کوئی اثر معلوم ہوا۔ عرض کی کہ نہیں فرمایا کہ اس کا پڑھنا ترک کر دو۔ چنانچہ حسب فرمان عالی شان جب اس کا پڑھنا موقوف کر دیا تو آثار عجیب و اسرار غریب ظاہر ہونے لگے۔

نقل ہے: کہ ابھی تک آپ نے قطبی تمام نہیں کی تھی کہ ایک روز مولانا نے فرمایا کہ آپ اپنے وقت کو علم ظاہری میں ضائع نہ کریں ضرورت کے لئے جس قدر آپ پڑھ چکے ہیں

کافی ہے جس علم کے آپ لائق ہیں آپ اس کی طرف رجوع کریں۔ آپ بمقتضائے اس بیت کے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا تعلیم ظاہری کو ترک کر کے علم باطنی کو حاصل کرنے لگے اور حد سے زیادہ فائدے پائے کہ محتاج بیان نہیں۔

نقل ہے: کہ شروع شروع میں حضرت مولانا لوگوں سے ربط و اختلاط نہیں فرماتے تھے اکثر آزاد رہتے۔ اس لئے قبلہ عالمؒ کے دل پر حضرت مولاناؒ کا رعب و ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ اور کم حاضر ہوتے تھے کبھی اتفاق سے حضرت مولانا سامنے آجاتے تو قبلہ عالمؒ پر سخت ہیبت چھاتی۔ اور ادب سے کھڑے ہو جاتے حضرت مولانا نے قبلہ عالمؒ کی یہ کیفیت نور معرفت سے معلوم کی تو سید احمد سے جو آپ کا لانگری تھا پوچھا کہ فلاں میرے پاس بہت کم آتا ہے سید احمد نے اس کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ مجھے یہ دیکھ کر کہ حضرت کسی سے ملتفت نہیں ہوتے ہیبت آتی ہے۔ اور اسی واسطے حاضر نہیں ہو سکتا۔ سید احمد نے مولاناؒ کی خدمت میں حال بیان کیا۔ مولانا نے از راہ شفقت قبلہ عالمؒ کو اپنے حضور میں بلا کر پوچھا کہ کیا تم مجھ سے مرعوب ہوتے ہو عرض کی غلام نواز میں یہ دیکھ کر کہ حضور کسی سے التفات نہیں فرماتے سخت ہیبت زدہ ہوا ہوں۔ اور اس لئے حضور میں بہت دیر تک حاضر نہیں ہوتا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میرا تم سے یہ سلوک نہیں کیونکہ میں بیگانوں سے بیگانہ ہوں اور آشناؤں سے آشنا۔

دل را بدل رہیست دریں گنبد سپہر   از روئے کینہ کینہ واز سوئے مہر مہر

چنانچہ اس کے بعد قبلہ عالمؒ ہر روز حضرت مولاناؒ کے حضور میں حاضر ہوتے۔ اور مولانا آپ کو دیکھ کر مسکراتے۔

نقل ہے: کہ جب قبلہ عالم کا قرب روز بروز زیادہ ہونے لگا۔ اور قبلہ عالم اس آفتاب جہانتاب کے انوار سے کسب نور کرنے لگے۔ تو آپ کا چہرہ مبارک بدر منیر کی مانند منور

اور روشن ہونے لگا۔ جو درویش پہلے آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر حسرت کرنے لگے اور ایک دن از راہ حسد حضرت مولاناؒ کے حضور میں متفق ہو کر عرض کی کہ پنجاب کے لوگ اکثر خراب ہوتے ہیں یہ شخص پنجابی جو حضور کی خدمت میں رہتا ہے قوم کھرل میں سے ہے۔ اس سے پہلے کچھ عرصہ ہوا کہ اسی قوم کا ایک شخص مرزا نامی ایک عورت مسماۃ صاحباں کو جو قوم سیال میں سے تھی۔ ورغلا کر بھگا لے گیا تھا۔ جو قصبہ جھنگ سیال کے رئیس کی بیٹی تھی سیالوں کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا۔ ساندل بار میں اس کو جا ملے۔ اور مرزا کو قتل کر دیا۔ غریب نواز اس شخص کا حضور کی خدمت میں رہنا ہرگز درست نہیں کیونکہ کل اگر اس سے کوئی کام غیر مناسب سرزد ہو جائے تو اس کی شکایت حضور کی خدمت پہنچے گی حضرت نے مسکرا کر جواب دیا کہ مرزا تو ایک صاحباں کو ورغلا کر لے گیا تھا۔ دیکھنا انشاء اللہ ہمارا یہ پنجابی ہزاروں صاحباں بلکہ تمام جہان کو قیامت کے دن اپنے ساتھ بہشت بریں میں لے جائے گا۔ والحمد للہ علی ذالک

نقل ہے: کہ حضرت مولانا صاحب اپنے شیخ و والد بزرگوار کے عرس شریف سے فارغ ہو کر پاک پتن شریف روانہ ہوئے اور حضرت قبلہ عالمؒ بھی ہمرکاب تھے۔ پانی پت آ کر حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ کی درگاہ شریف میں قیام کیا۔ صبح کو حضرت مولاناؒ نے قبلہ عالمؒ کو فرمایا کہ جس غرض سے میں پاکپتن شریف جا رہا تھا۔ وہ تو آج رات کو پوری ہوگئی ہے مگر حضرت بابا گنجشکر رضی اللہ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کرنا ضروری ہے۔ قبلہ عالم نے عرض کی کہ وہ کیا غرض تھی جس کے باعث حضور پاک پتن شریف جا رہے تھے فرمایا کہ میں جب دہلی آیا تو تمام حضرات نے اپنی زیارت فیض بشارت سے سرفراز فرمایا مگر حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی زیارت سے بہرہ یاب نہ فرمایا۔

یہ ارادہ کر کے جا رہا تھا۔ کہ حضرت بابا صاحب کی جناب میں استغاثہ پیش کروں گا۔ تا کہ حضرت سلطان المشائخؒ مجھے اپنی زیارت سے مسرور فرما دیں لیکن گذشتہ رات حضرت

گنج شکر اور حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہم نے تشریف ارزانی فرما کر عالم رویاء میں مجھے اپنی زیارت سے مشرف فرما دیا اس سفر کو چونکہ حضرت مولانا پا پیادہ طے فرما رہے تھے۔ اور پانی پت پہنچنے تک آپ کے پاؤں میں چھالے ہو گئے تھے۔ تین چار روز قیام کیا۔ تا کہ پاؤں مسافت طے کرنے کے قابل ہو جائیں۔ جب پاؤں کچھ درست ہوئے تو پھر پیادہ چلنے لگے کچھ سفر طے کیا تھا۔ کہ پھر پاؤں میں چھالے ہو گئے مولانا نے قبلہ عالم کو فرمایا۔ اگر کوئی سواری کرایہ پر مل جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ہم سے آبلہ پائے کے باعث سفر نہیں ہو سکتا۔ قبلہ عالمؒ حسب الحکم سواری کرایہ پر تلاش کر کے لے آئے۔ مگر حضرت مولاناؒ حسب دستور پا پیادہ چلنے لگے اور سواری کو اپنے ساتھ رکھا۔ سواری کا مالک ہمراہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ آپ سوار نہیں ہوتے اور میری سواری خالی ساتھ آ رہی ہے۔ خیال کیا کہ شاید مجھے کرایہ کم دیں گے۔ اس لئے بار بار حضرت مولاناؒ کو عرض کرنے لگا کہ آپ ضرور سوار ہوں اس کے اصرار پر آپ سوار ہوئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد اُتر کر پیادہ چلنے لگے۔ قبلہ عالمؒ سے فرمایا کہ اس شخص کو مقرر شدہ کرایہ دیدو قبلہ عالمؒ نے کرایہ اس کے سپرد کر دیا۔ مولانا نے کرایہ کش کو فرمایا۔ کہ لو اب خاطر جمع ہوئی کرایہ سالم تجھے مل گیا۔ اب ہمارے سوار ہونے نہ ہونے پر اصرار نہ کرنا۔ اثناء راہ میں آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ بوڑھی عورت ہے۔

اور دونو راستہ پر کھڑے رو رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے اس آدمی کے قریب جا کر دریافت فرمایا۔ کہ کیوں بھائی! کیا امر درپیش ہے جو تم گریاں ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بوڑھی عورت جو سامنے کھڑی ہے۔ میری والدہ ہے اور ضعیف ہونے کے سبب چل نہیں سکتی۔ اور مجھ میں قوت ہے کہ اس کو پیٹھ پر اٹھا کر لے چلوں۔ اب اس فکر میں ہوں۔ کہ کیا کروں؟ اور اسی لئے اندوہ گین ہو رہا ہوں۔ حضرت مولاناؒ نے از راہ عنایت اپنی سواری جو خالی آ رہی تھی اس شخص کو دے کر فرمایا۔ کہ تم اس پر اپنی والدہ کو سوار کر لو۔ اور خود اسی طرح پیادہ چلے گئے۔ اور منزل مقررہ پر پہنچ کر شب باش ہوئے۔ ایک شخص

حافظ قرآن اس ملک کا باشندہ حضرت مولانا کے ساتھ سفر میں آرہا تھا۔ یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آپ کو کریم النفس دیکھ کر اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔اور آپ کی صحبت بابرکت سے لطف اندوز ہوتا۔ حضرت مولانا نے اس کی آمدورفت زیادہ دیکھ کر قبلہ عالمؒ سے دریافت فرمایا۔ یہ شخص اب کیوں ہمارے پاس زیادہ آتا ہے قبلہ عالم نے عرض کی۔ واللہ اعلم ایکدن قبلہ عالم نے اس سے دریافت کیا کہ سبب کیا ہے۔ جوتم اب حضرت کے پاس زیادہ آتے ہو۔ اس نے کہا کہ تو سخی اور بامروت امیر کا خدمتگزار ہے۔ قبلہ عالمؒ نے فرمایا۔ ہاں حافظ نے کہا کہ تیرا سردار بہت خوب آدمی ہے۔ اس دن جو اس نے اپنی سواری اس بوڑھی عورت کو بخشی تو رات کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت امیر المومنین امام حسینؓ شہید دشت کربلا علیہ السلام کی سواری آرہی ہے۔ اور یہ شخص تمہارا سردار ایک صبارفتار گھوڑے پر سوار حضرت امامؑ کے ہمرکاب آرہا ہے۔ اور مجھے فرمایا ہے۔ کہ اے حافظ خدا نے یہ گھوڑا مجھے اس سواری کا بدلہ دیا ہے جو میں نے اس دن بوڑھی عورت کو دی تھی۔ سبحان اللہ عمل قبول کی علامت قبولیت اسی وقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

نقل ہے: کہ حضرت مولاناؒ اثنائے راہ میں چلتے چلتے قبلہ عالم سے بہت آگے نکل جاتے کچھ دور جا کر ٹھیر جاتے جب قبلہ عالم پہنچ جاتے تو پھر آگے روانہ ہوتے۔ کیونکہ قبلہ عالم حضرت مولانا کی کتابیں اُٹھائے ہوئے اس بوجھ کے باعث وہ حضرت مولاناؒ کے ساتھ تیز نہیں چل سکتے تھے۔ ایک دن حضرت مولانا نے راستہ میں قبلہ عالمؒ کے پہنچنے کی انتظار نہ کی۔ اور تنہا منزل مقررہ پر پہنچ گئے قبلہ عالمؒ نے اسدن تمام راستہ میں حضرت کی زیارت نہ کی اس سبب سے آپ کو اندیشہ ہوا۔ کہ حضرت مولاناؒ نے خلاف معمول میری انتظار نہیں کی۔ کوئی باعث ضرور ہوگا۔ جب قبلہ عالمؒ بھی منزل فروکشی پر پہنچے تو حضرت مولانا کو دیکھا کہ آپ کرایہ پر مکان لے کر تشریف فرما ہیں۔ مولاناؒ نے قبلہ عالم کو فرمایا کہ سامان یہیں اتار کر پہلے اس مسجد میں جاؤ۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا

ہے۔ اس سے کھانے کے متعلق دریافت کرو۔ اگر اور کسی چیز کی اسے ضرورت ہو تو وہ بھی بہم پہنچاؤ۔ قبلہ عالمؒ مسجد میں گئے۔ دیکھا کہ ایک ضعیف آدمی بیٹھا ہے۔ اس سے خدمت پوچھی اس نے کہا سب سے پہلے مجھے حقہ پینے کی ضرورت ہے جس کے لئے تمباکو درکار ہے کھانا جو ہوگا میں کھالوں گا۔ قبلہ عالم نے حقہ اور تمباکو خرید کر اس کے سپرد کیا۔ بعدازاں نرم غذا لے کر اس بوڑھے کے حوالہ کی اس بوڑھے نے راستہ میں حضرت مولانا کے ساتھ علم صناعت پر گفتگو کی تھی آپ نے تمام راہ اس بوڑھے کو اپنی سواری پر سوار کرایا۔ اور خود پیادہ چلے یہی وجہ تھی کہ آپ نے راستہ میں قبلہ عالم کی انتظار نہیں کی تھی۔ چنانچہ خلاصۃ الفوائد میں بھی ایسا ہی ہے۔ مناقب فخریہ میں ہے کہ جب مولانا لاہور پہنچے تو آٹھ دن وہیں قیام فرمایا۔ روانگی کے وقت قبلہ عالم سے فرمایا کہ جس قدر سیب خراسانی بازار سے مل سکیں خرید لاؤ قبلہ عالمؒ چند سیر سیب خرید لائے۔ بعد طے مراحل و قطع منازل آپ پاک پتن شریف پہنچے۔ اور سیب سجادہ نشین صاحب جو کہ دیوان صاحب کہلاتے ہیں کی خدمت میں پیش کئے اتفاقا دیوان صاحب ایک مہلک مرض میں گرفتار تھے۔ اور کسی طرح شفا نہیں ہوتی تھی۔ اطباء علاج کر کے عاجز آ گئے تھے طبیبوں نے بتلا دیا تھا کہ سیب کھانے کے سوا اور کسی چیز سے دیوان صاحب شفایاب نہیں ہوسکیں گے سیبوں کا موسم گزر چکا تھا۔ اور خصوصا اس خطہ میں ان کا ملنا سخت دشوار تھا حضرت مولانا نے نور معرفت سے یہ واقعہ دریافت کر کے لاہور سے سیب خرید کئے۔ اور دیوان صاحب کی خدمت میں پیش کئے جن کے کھانے سے مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

چمن رابع وطن کو واپسی

میں نے والد صاحب سے سنا جو فرماتے تھے کہ حضرت مولانا صاحب حضرت گنج شکرؒ کے عرس شریف سے کچھ عرصہ پہلے پاک پتن شریف آئے تھے۔ قبلہ عالم سے فرمایا کہ آپ گھر جا کر والدہ صاحبہ اور خویش اقارب سے ملاقات کر آئیں ہفتہ عشرہ ٹھیر

کر واپس عرس شریف حضرت گنج شکرؒ پر آجانا۔ قبلہ عالمؒ حسب ارشاد گھر کو روانہ ہوئے جب اس نالے پر جو مہار شریف سے شمال کی طرف واقع ہے۔ پہنچے جہاں عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں۔ تو انہوں نے آپ کو ہندوستانی وضع میں دیکھ کر کہا کہ میاں کہاں سے آتے ہو۔ حضرت نے فرمایا دہلی سے آیا ہوں۔ عورتوں نے کہا کہ ایک لڑکا بہبل نامی کہرل قوم کا اسی طرف گیا تھا تجھے کچھ اس کی خبر ہو تو بتلاؤ۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ میں ہوں یہ سنکر عورتیں۔ بہت خوش ہوئیں اور حضرت کی والدہ ماجدہ کو اطلاع دی کہ تیرا بیٹا واپس آگیا ہے مگر حضرت پہلے اپنے استاد میاں محمد مسعود کو جا کر ملے۔ بعدازاں گھر جاکر والدہ ماجدہ کی قدمبوسی کی۔ اکثر لوگ آپ کو نہ پہچان سکے مگر آنحضرتؒ کی والدہ مکرمہ نے آپ کو اس علامت سے شناخت کرلیا۔ کہ حضرت کی بنی بلند اور دراز تھی۔ گلے لگایا خیریت پوچھی۔ سفر کے حالات دریافت کئے۔

رباعی

آں عزیزم زجان و دل فرزند یوسفے رفتہ از برم یک چند
گلبرم از فراق تو خوں شد صد قیامت بجان محزوں شد
جان مادر خوشامدی صد شکر سوئے ایں غمش آمدی صد شکر
گاہ مے ریخت اشک از مژگاں گاہ میکرد سجدہ یزداں

آپ ایک ہفتہ مہار شریف ٹھہرے ان ایام میں آپ کا یہ معمول تھا کہ دو وقتہ والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور باقی تمام وقت مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر مشغول عبادت رہتے۔ ایک دن شرف الدین مہار جو میاں محمد مسعود کا بھتیجا تھا۔ حضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میاں بہبل تو نے جو اتنی مدت ہندوستان میں صرف کی کچھ علم بھی حاصل کیا یا نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کہ پھر اتنی مدت کہاں گزاری فرمایا کہ پیرزادہ دکن سے دہلی میں آیا ہوا تھا۔ اس کے خدمت میں رہتا ہوں۔ شرف الدین نے

کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے چرب و شیریں لقموں میں تو نے اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ افسوس کہ فلاں اور فلاں شخص ہندوستان سے فاضل ہو کر آئے۔ اور تو نے بے فائدہ اپنی عمر صرف کر دی۔ ہفتہ گزرنے کے بعد آپ نے واپسی کا قصد کیا۔ اور والدہ صاحبہ سے رخصت مانگی۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا! بارہ تیرہ برس کی طویل مفارقت کے بعد واپس آیا ہے۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ اب تو ایک پل کے لئے بھی میری آنکھوں سے اوجھل ہو اگر خواہ مخواہ تجھے واپس جانا ہے تو دس بارہ دن اور میرے پاس ٹھیرو مگر قبلہ عالم کو چونکہ شیخ کی جناب پاک سے ایک ہفتہ کی رخصت ملی تھی اس لئے بہت کوشش کر کے والدہ صاحبہ سے رخصت لی۔ باقی بھائیوں چچا و استاد سے مل کر پاک پتن شریف روانہ ہوئے۔ شرف الدین مہار بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور چار پانچ آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر پاک پتن شریف روانہ ہوا۔ قبلہ عالمؒ بھی کوزہ ہاتھ میں لئے اور مصلے پیٹھ پر ڈالے راستہ میں اس کے گھوڑے کے آگے۔ دوڑے جب پاکپتن شریف کے قریب پہنچے۔ تو ایک کوئیں پر آپ وضو کرنے کی خاطر تشریف لے گئے۔ وہاں ہندوستانی لوگ جو حضرت مولانا کے ساتھ تھے۔ یا آپ کے بعد آئے تھے۔ اور قبلہ عالم سے تعارف رکھتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور ان میں ایک شور و غل برپا ہوا۔ کہ میاں صاحب آ گئے میاں صاحب آئے جب یہ حالت شرف الدین نے دیکھی کہ ہندوستانی لوگ قبلہ عالمؒ کی تعظیم کر رہے ہیں بہت متعجب ہوا۔ اور دل میں نادم ہو کر سوچنے لگا۔

که کجا این مراتب همگیں نیست تاثیر لقمه شیریں
بل همیں است اہل عزو شرف کز قدومش شد است شور و شغف
من نه بودم زحال او آگاه بود مقبول بار گاه الله
بل چنیں است در خبر مرقوم! هر که خدمت نمود شد مخدوم

الغرض قبلہ عالم پہلے حضرت گنج شکرؒ کی جناب پاک میں حاضر ہوئے بعد ازاں حضرت مولاناؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا نے قبلہ عالم سے

معانقہ فرمایا۔ سفر کے حالات دریافت کئے گھر کی خیرت پوچھی بعدہ فرمایا کہ میاں صاحب جو خدمت میں نے پہلے آپ کے سپرد کی تھی۔ وہ آج سے موقوف ہوئی۔ اب تمہارے سپرد ایک دوسری خدمت کی جاتی ہے۔ اب آپ ہم سے علیحدہ ہو کر برج نظامی میں ڈیرا لگائیں۔ قبلہ عالمؒ نے حسب فرمان ذیشان اس طرح تعمیل کی بعدازیں جو شخص حضرت مولاناؒ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے یا حل مشکلات کی خاطر حاضر ہوتا۔ آپ سے قبلہ عالمؒ کی خدمت میں بھیجتے ایک دن میاں شرف الدین مہار نے حافظ غلام مرتضے بھڑ سے کہا کہ مجھے بھی اپنے پیر یعنی حضرت مولانا کی خدمت میں لے چلو۔ اور عرض کی کہ یہ شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے میاں صاحب یعنی قبلہ عالم کی خدمت میں لے جا کر انہیں سے بیعت کراؤ۔ چنانچہ میاں شرف الدین جس نے مہار شریف حضرت قبلہ عالم پر طعنہ زنی کی تھی۔ اب قبلہ عالم کا غلام ہو گیا۔ جب حضرت گنج شکر کا عرس شریف ختم ہو گیا تو حضرت مولانا نے قبلہ عالم کو فرمایا کہ میرا ارادہ اور دو ماہ یہیں ٹھہرنے کا ہے بہتر ہے کہ آپ دوبارہ گھر جا کر والدہ ماجدہ اور عزیز اقارب سے اچھی طرح ملاقات کر آئیں۔ اور تاریخ معین پر واپس میرے پاس آجائیں۔ قبلہ عالمؒ حسب الحکم مہار شریف کو روانہ ہوئے۔ واپسی پر میاں شرف الدین مہار ہمرکاب تھا۔ اس نے حضرت کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور خود پا پیادہ تمام راستہ میں حضرت کی گھوڑی کے آگے دوڑتا رہا حتی کہ آپ گھر پہنچ گئے۔

زہے خجستہ زمانیکہ یار بازآید بحال غمزدگاں غمگسار باز آید

اس دفعہ آپ مہار شریف زیادہ مقیم ہوئے۔ کیونکہ مولانا کا فرمان تھا کہ میری واپسی دہلی کے دن جب قریب آئیں تو آجانا میعاد ختم ہوئی اور قبلہ عالمؒ واپس پاک پتن شریف جانے لگے تو آپ کے ساتھ آپ کے بھائی چچا اور استاد بھی ہمراہ پاکپتن شریف گئے قبلہ عالمؒ مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین بوس ہوئے مولانا ازراہ کرم سروقد کھڑے

ہوئے اور آپ کو معانقہ فرمایا قبلہ عالمؒ کے ہمراہیوں سے بھی نوازش وشفقت سے پیش آئے مولانا نے قبلہ عالمؒ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میانصاحب میں ان صاحبوں کو جو آپ کے ہمراہ آئے ہیں نہیں پہچانتا غریب پرور یہ غلام کے بھائی یہ چچا یہ استاد ہیں حضرت مولاناؒ دوسری دفعہ اُٹھکر ازراہ نوازش پھر ایک ایک سے بغلگیر ہوئے خیریت دریافت فرمائی سید احمد کو جو آپ کا لانگری تھا تاکید فرمائی کہ ان صاحبان کی خدمت احسن طریق سے کرنا اور کسی کو حقہ پینے کی ضرورت ہو تو بھی مہیا کرنا۔ دوسرے دن قبلہ عالم نے عرض کیا کہ یہ صاحبان جو میرے ساتھ آئے ہیں محض حضور کی بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے ہیں حضرت مولانا نے قبلہ عالمؒ کے عرض کو قبول فرمایا اور ان تمامیوں کو بیعت سے بہرہ یاب وسرفراز فرمایا ان کی استعداد کے موافق ہر ایک کو وظیفہ بھی بتایا چند یوم کے بعد حضرت مولاناؒ دہلی تشریف لے گئے۔قبلہ عالم بھی ہمرکاب گئے اور قبلہ عالمؒ کے چچا اور استاد صاحبان مہار شریف لوٹ آئے۔

خلاصتہ الفوائد میں مرقوم ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ دو مہینے اور گیارہ دن پاکپتن شریف ٹھہرے قبلہ عالم جو حضرت مولانا کے ساتھ دہلی چلے گئے تھے آپ دہلی میں حضرت کی خدمت آٹھ یا نو مہینے رہتے اور چند مہینے واپس گھر آکر ٹھہرتے اسی طرح کچھ عرصہ تک یہی معمول رہا حضرت مولاناؒ کی پاکپتن شریف تشریف آوری سے حضرت قبلہ عالم کا خاندان مولانا کے شرف بیعت سے مشرف ہونے لگا تھا اور یہ بھی اس کتاب میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانی نے قدس سرہ نے حضرت قبلہ عالمؒ سے عرض کی کہ آپ کو اپنے شیخؒ سے بیعت کیے ہوئے کتنا عرصہ ہوا حضرت نے فرمایا چونتیس برس ہوئے ہیں اور یہ فرمان حضرت قبلہ عالمؒ کا ۱۱۹۲ھ میں

صادر ہوا مگر کتاب خلاصۃ الفوائد اور مثنوی نوابصاحب میں مولانا کی دہلی میں تشریف آوری اور قبلہ عالمؒ کا آپ سے بیعت ہونا لکھتے ہیں شصت دو برا ہزار صدافزوں سے تناقض وارد ہوتا ہے اس عاجز نے تصحیح سن میں بہت کوشش کی مگر محقق نہ ہو سکا واللہ علم۔

اور کتاب اسرار کمالیہ میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت مولانا صاحب قضا حاجت کی خاطر جنگل میں تشریف لے گئے اور قبلہ عالمؒ بھی پانی کا کوزہ بھر کر آپ کے پیچھے روانہ ہوئے حضرت بعد انفراغ حاجت بشری وضو فرمانے لگے تو چار آدمی بہت فاخرہ لباس میں چاروں طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ ہو کر آپ کی خدمت میں کھڑے ہو گئے قبلہ عالمؒ کی طرف حضرت مولانا نے دیکھ کر فرمایا کہ میاں صاحب آپ ان آدمیوں کو پہچانتے ہیں عرض کی کہ حضور نہیں آپ نے فرمایا کہ یہ چاروں اطراف کے جنات کے بادشاہ ہیں اگر کوئی حاجت ہو تو ان سے بخوشی کہہ دو حاضر ہیں قبلہ عالمؒ نے عرض کیا کہ غلام حضور کے فیض کا طالب ہے اور اپنی تمام حوائج دینی و دنیوی کو حضور کے سپرد کیا ہوا ہے بغیر حضور کے اور کسی سے سروکار نہیں آپ یہ سنکر بہت خوش وقت ہوئے اور قبلہ عالم کو عطائے خاص مشرف کیا۔ الحمد اللہ علے ذالک۔

خلاصۃ الفوائد میں نقل ہے کہ ایک دفعہ قبلہ عالم اجمیر شریف کے راستے دہلی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مولاناؒ آپ کے آنے سے پہلے اپنے یاروں میں اکثر فرمایا کرتے کہ میں نے ایک عمل تجویز کیا ہے جو کہ میاں صاحب یعنی قبلہ عالم کو بتاؤں گا جس دن قبلہ عالم دہلی وارد ہوئے حضرت مولانا صاحب بہت دیر خلاف معمول جماعت خانہ میں آپ کی انتظار کے لئے بیٹھے رہے جب قبلہ عالم حاضر ہوئے اور قدم بوسی سے مشرف ہوئے مولانا نے شربت تیار کرایا

اور قبلہ عالم کے ہمراہیوں کو عنایت فرمایا قبلہ عالم کو حکم ہوا کہ میاں صاحب میں نے آپ کے واسطے ایک خوب عمل تجویز کیا ہے جو آپ کو بتایا جاوے گا قبلہ عالم یہ ارشاد سنکر تسلیمات بجالائے عرض کی زہے غلام نوازی دو تین یوم کے بعد ایک روز حضرت مولانا نے قبلہ عالمؒ کو خلوت میں طلب فرمایا اور کہا کہ غور سے دیکھو کوئی اور تو یہاں نزدیک موجود نہیں۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام تفحص سے دیکھا اور عرض کیا غریب نواز کوئی نہیں۔ مگر دو آدمی بہت دور بیٹھے ہیں آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں بعدازاں براہ کرم قبا عالم کو تلقین عمل و ارشاد کر کے فرمایا کہ جو شخص اس کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو۔ اسے اس کی اجازت دینا اور اسے بہت حفاظت سے نگاہ رکھنا۔ مبادا کوئی آدمی تم سے اس کی رخصت لے کر بے محل صرف کرے۔

نقل ہے: ایک مرتبہ قبلہ عالمؒ غریب نواز دہلی روانہ ہوئے جب قصبہ ہانسی میں پہنچے تو حضرت شیخ قطب جمال ہانسی کہ خلیفہ اعظم حضرت گنج شکر ہیں کی درگاہ پر شب باش ہوئے میاں محمد ماہ نامی ایک مرد نیکخو و پسندیدہ خصال جو سلسلہ شطاریہ میں داخل تھا حضرت سے ملاقی ہوا۔ اور خدمت مہمانداری کما حقہ بجالایا رخصت کے وقت حضرت قبلہ عالم کے پاس آیا اور کتاب دلائل الخیرات دے کر کہنے لگا۔ کہ یہ کتاب میرے پاس امانت تھی میں اپنے سلسلہ میں کسی کو اس قابلیت کا نہیں پایا جسے یہ امانت حوالہ کروں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ چاہئیے کہ آپ بھی اسے ہمیشہ پڑھا کریں اور اپنے سلسلہ کے غلاموں میں بھی اسے رواج دیں حضرت نے دل میں سوچا کہ کسی سے وظیفہ لینے یا پوچھنے کی حاجت نہیں کیونکہ میں نے تمام اغراض و مقاصد اپنے شیخ کو مفوض کئے ہوئے ہیں مگر میاں محمد ماہ کی دلجوئی کی خاطر کتاب مذکور قبول فرمائی جب دہلی حضرت

مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی سے مشرف ہوئے تو حضرت مولانا نے کیفیت سفر دریافت کی۔ آپ نے تمام ماجرائے سفر جو راستہ میں پیش آیا عرض کیا اور کتاب دلائل الخیرات ملنے کا زکر بھی من وعن عرض کیا حضرت مولاناؒ نے سن کر فرمایا کہ یہ کتاب بہت خوب ہے اسے ہمیشہ اپنا وظیفہ پکڑو اور اپنے سلسلہ میں بھی اس کی خوب اشاعت کرو کیونکہ اس میں بہت فوائد ہیں چنانچہ قبلہ عالمؒ حسب ارشاد ہمیشہ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے اور اسی وجہ سے یہ کتاب ہمارے سلسلہ میں بہت رائج ہے۔

نقل ہے: کہ ایک دن قبلہ عالم حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے مزار متبرکہ کی زیارت کو گئے جب فاتحہ خوانی اور آستانہ بوسی کر کے باہر دروازہ پر پہنچے۔ دیکھا کہ ایک نیک صورت آدمی کتاب ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ قبلہ عالمؒ نے پوچھا کہ بھائی یہاں کس غرض کے لئے کھڑے ہو اس نے جواب دیا کہ میں یہ کتاب فروخت کرنا چاہتا ہوں تا کہ جس کی مرضی ہو اسے خریدے قبلہ عالم نے دو روپیہ دے کر وہ کتاب خرید لی اور غور سے دیکھا تو رسالہ کشکول و مرقع شریف تھے جو حضرت شاجہاں آبادی کی تصانیف سے ہیں انہیں لے کر حضرت مولانا کی خدمت حاضر ہوئے اور ماجرائے خریداری رسالہ ہائے مذکور عرض کیا حضرت مولاناؒ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور قبلہ عالمؒ کو فرمایا کہ یہ دو رسالے حضرت شیخ صاحبؒ نے ازراہ کرم آپ کو عنایت فرمائے تمہیں مبارک ہوں۔

چمن خامس

منقول ہے کہ جب حضرت مولانا نے قبلہ عالمؒ میں لیاقت تام و اہلیت تمام

پائی تو از راہ کرم بموجب الہام الٰہی و ارشاد جناب نبوی ﷺ اس نعمت عظمی و سرمایہ عقبی کو نوازش تمام و شفقت مالا کلام قبلہ عالم کے سپرد کر کے وطن اصلی یعنے مہار شریف رخصت فرمایا اور پانچ وصیتیں فرمائیں اور بہت تاکید کی کہ ان کو پوری طور پر بجالانا۔ ایک یہ کہ اگر میری وفات کی خبر تمہیں پہنچے تو واپس دہلی نہ آنا۔ دوسری اس ملک میں ہندوستانی لباس نہ پہننا تیسری کوئی شخص اگر تمہیں ضرر یا تکلیف پہنچائے تو درگزر کرنا۔ اور اس کے مقابلے میں اس کے ساتھ بھلائی و مہربانی کرنا چوتھی اس علاقہ میں جب تم سکونت پذیر ہو گے تو آپ کی طرف علماء و سادات اور حضرت گنج شکرؒ کی اولاد رجوع کریں گے ان کا ادب و احترام بجالانا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا۔ پانچویں یہ کہ ایک امیر تمہارے دامن لطف سے وابستہ ہو گا اس کی اور اس کے ملک کی نگہداشت کرنا۔ چنانچہ قبلہ عالمؒ نے ان تمام وصیتوں کو بدل و جان قبول کیا کاتب الحروف کا خیال ہے کہ امیر ملک سے مراد شاید نواب محمد بہاول خاں ثانی مرحوم تھے جو کہ حضرت سے بیعت ہوئے اللہ تعالےٰ نے حضرت قبلہ عالمؒ کی برکت سے نواب صاحب موصوف کے ملک و سلطنت کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ امید واثق ہے کہ آئندہ بھی جو فرمانروائے بہاولپور ہو گا۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ سے صدق و عقیدت رکھے گا حق تعالیٰ اس کو اور اس کی سلطنت کو نگاہ بد سے مامون و مصون فرماویگا۔ بمنہ و کمال کرمہ حضرت قبلہ عالم کی روانگی کے بعد حضرت قبلہ الواصلین سند العارفین فخر الاولین و آلاخرین فخر الحق والدین محمد محب النبیؒ نے از راہ کرم قدیم و الطاف عمیم آپ کے حق میں چند الفاظ کریمانہ صادر فرمائے جن کو نواب غازی الدین خاں مرحوم نے اپنی مثنوی فخریہ النظام میں مرقوم فرمایا وھو ھذا۔

شرح نور محمد آں ہمہ نور گرنویسم جہاں شود پر شور
حق کہ ایں عالم است آیا تش آمد اطلاق نور بر ذاتش
ہست نور محمدی زاں نور زاں نہ بل آں خودش نمود ظہور
پیکر اوتمام پیکر جاں ہئیت معنیش زگوہر جاں
سالہا ماند در حریم حضور گشت مانند اسم خود پر نور
اولیاء رابود زمان کمال صفت اسم خویش ظاہر حال
کارش از فخر دین ؒ گرامے شد و ارشاد نسبت نظامی شد
ہم ز پیغمبر بزرگ جناب حکم ارشاد یافت درپنجاب
کرو حاصل چوں رتبہ ارشاد شد مرخص بآں خجتہ سواد
کہ عبارت بود ز پاک پتن واں مہ ملک قدر او موطن
شیخ در حق او چنیں فرمود کیں زما ہرچہ بودہ است زبود
نیز ارشاد آں شہ دین است کیں زماں قطب وقت خودانیست
ہسم بگفتا کریں جہاں آراء شدہ امید مغفرت مارا
شد دارنجا کمال او شائع! گشت خورشید فیض اولامعء
یک جہاں یافت فیض بیعت او عالمے زدور ارادت او
ہست امروز او مراد جہاں مرجع خاص و عام شیخ زماں
بندگان درش ہزاراں اند نالہ کش برگلشن ہزاراں نند
مترقے باوج عزو کمال پایہ افراز صدر جاہ و جلال

نقل ہے: کہ جب حضرت قبلہ عالم رونق افزائے ملک پنجاب ہوکر مہار شریف اقامت

پذیر ہوئے اور عالم کو اپنے انوار رحمت آثار سے مشرف فرمایا تو حسب الحکم حضرت مولاناؒ کئی سال نماز جمعہ پاکپتن شریف حضرت گنج شکر رضی اللہ عنہ کے حضور میں پڑھتے رہے جب آپ کے مزاج گرامی میں ضعف پیدا ہوا تو حضرت گنج شکر رضی اللہ عنہ کے ایماء سے آئیندہ کے لئے یہ مجاہدہ ساقط کر کے حضرت تاج الدین سرور رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت گنج شکرؒ کے پوتے ہیں کی جناب میں جمعہ نماز پڑھتے رہے حتی کہ مزار شریف بھی آپ کا قریہ تاج سرور جواب چشتیاں شریف سے موسوم ہے واقع ہوئی ہے۔

چمن سادس در شرح خصال

حضرت قبلہ عالمؒ اکثر کاموں کے مآل کو نور معرفت سے پہچان کر کنایۃً یا اشارۃً اس کے ہونے یا نہ ہونے کا حال بتلا دیتے تھے مگر صریح طور پر نفی یا اثبات نہیں فرماتے تھے رمز شناس اور نکتہ رس حضرت کی تلمیح کو سمجھ جاتے اور ظاہر بیں لوگوں کو بھی مجال حرف گیری نہ ہوتی تھی اور کبھی کسی کو حضرت مولاناؒ کے احوال خاص پر مطلع نہ فرمایا اور نہ کبھی مجلس میں آپ کے حالات علے الاعلان ظاہر فرمائے کیونکہ حضرت قبلہ عالمؒ خود ان صفات محمودہ جو آپ کے شیخ میں تھیں سے متصف ہو چکے تھے اور یہ عین کمالیت تھی۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب قبلہؒ تمام رات نہیں سوتے تھے مگر ظاہر بستر پر استراحت فرماتے تھے اور اکثر شب کو کروٹیں بدل بدلکر گزار دیتے مگر صبح کے قریب دو تین ساعت سو جاتے۔

اتفاقاً مولوی سلطان محمود گریجہ و مولوی تاج محمود رمانے رحمۃ اللہ علیہما اسی محفل میں حاضر تھے انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا کہ آج رات حضرت کے پاس خفیہ

طور پر چھپکر یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا حضرت بھی اس وصف شب بیداری سے جو اپنے شیخ کی بیان فرمارہے ہیں موصوف ہیں یا نہیں۔

آخر دونوں نے چھپ کر تمام رات دیکھا کہ حضرت بیدار رہے اور مضطربانہ صورت میں کبھی اس طرف اور کبھی اسطرف کروٹ بدلتے اور شوقیہ و درد انگیز اشعار پڑھتے تھے اور قریب صبح دو تین ساعت خواب فرما کر بیدار ہو گئے چنانچہ مولوی گل محمد احمد پوری اپنی کتاب میں اسی طرح رقمطراز ہیں ایک دن آپ بالا خانہ پر تشریف رکھتے تھے اور حضرت قاضی محمدؒ عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے سبق لوائح شریف پڑھ رہے تھے بالا خانے کے نیچے ایک مراسی کا مکان تھا قاضی صاحب نے مراسی کے گھر کی طرف تھوک دیا۔ حضرت ناراض ہو کر فرمانے لگے کہ حق ہمسایہ کی نگہداشت کرو اور آئندہ کے لئے ایسی بے ادبی نہ کرنا چنانچہ قاضی صاحب اس گستاخی تائب ہوئے اور تقصیر چاہی۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جب میں بچپن میں اپنے ہم سن لڑکوں کے ساتھ استاد صاحب کی خدمت میں پڑھتا تھا تو لڑکے تعلیم سے فارغ ہو کر کھیل کود میں مصروف ہو جاتے مگر مجھے چونکہ کھیل کود سے محبت نہیں تھی اس لئے میں کبھی اپنے ہم درس لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول نہ ہوتا تھ بلکہ ان سے کنارہ کرتا اور میاں عظمت و میاں داجلی و میاں محمد معروف کھرل جو حضرت قبلہ عالم ﷺ کے غلاموں میں سے تھے کے پاس بیٹھا کرتا قبلہ عالم کے ذکر اذکار سنتا رہتا تھا جس کا گہرا اثر میرے دل پر پڑا۔ حضرت کے ذکر اذکار سنکر میری روح بہت مسرور ہوتی تھی۔

چوں درخیال آمد قیل و مقال او حقا کہ جسم و جان شود وہسم وہاں لذیذ

اور تعلیم کے وقت تعلیم حاصل کرتا چنانچہ اسی طرح کئی سال حضرت کے

ذکر اذکار سنتا رہا جو کچھ کہ بندہ نے ان صاحبان سے سنا ہے انشاء اللہ احاطہ تحریر میں لائے گا۔ امید واثق ہے کہ طالبان ہدایت اس کے مطالعہ سے نفع کثیر حاصل کریں گے۔

نکتہ: آنحضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ اکثر اوقات چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ کر اور یا کبھی سفر میں چار پائی پر بیٹھ کر بھی وضو کرلیا کرتے پانی بہت احتیاط سے خرچ کرتے تھے اور اپنے کوزے کو عوام کے استعمال سے محفوظ فرماتے وضو میں زیادہ پانی صرف نہ فرماتے اور کسی شخص سے وضو نہ کرواتے سوائے ضرورت کے ہر وضو کے ساتھ مسواک فرماتے بمصداق ۔ لا وضو لمن لا مسواک لہ ای الوضو الکامل۔ وضو کے بعد اعضاء مبارک کو تولیہ سے صاف فرماتے ظہر و عشا کے وضو کے بعد ریش مبارک میں شانہ فرماتے شانہ کرتے وقت سوۃ الم نشرح پڑھتے اور فرماتے کہ فراخی رزق کے واسطے بہت مفید ہے۔ وضو اور نماز کے درمیان نسوار نہ سونگھتے اگر کبھی سہوا سونگھ لیتے تجدید وضو فرماتے ۔ کیونکہ بعض فقہا کے نزدیک نسوار سونگھنے سے وضو باطل ہو جاتا ہے۔

نکتہ: سفر و حضر میں آپ نماز با جماعت ادا فرماتے تعدیل ارکان اور آداب نماز میں بہت غلو فرماتے تھے۔ حتے کہ آپ سے مستحب بھی ترک نہ ہوتا۔ اور امام مخلوق کے پیچھے نماز پڑھتے غیر مخلوق کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ۔ فرماتے کہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ منع فرماتے تھے کہ حتی الوسع نماز غیر مخلوق کے پیچھے نہ پڑھنی چاہیے اگر کبھی سہوا غیر مخلوق کے پیچھے نماز پڑھ بھی لیتے تو اس کا اعادہ فرماتے بہت نوافل نہ پڑھتے تھے مگر اوّابین۔ حفظ الایمان، چار رکعت قبل عشاء و دو بعد عشاء تہجد اشراق استعادہ ضحیٰ اور نماز تہجد کی بہت تاکید فرماتے کہ یہ نماز ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی نماز کے طفیل جمیع امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اور یہ آیۃ کریمہ پڑھی

فتھجد بہ نافلتہ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا بعد نماز عشاء ہمیشہ سرمہ لگاتے تین تین سلائی ایک ایک آنکھ میں لگاتے اس سے زیادہ اور کم نہ کرتے۔

نکتہ: آپ کھانا کم کھاتے تھے چنانچہ جسقدر معتدل غذا ہوتی ہے آپ اس کی نسبت صرف چوتھائی کھاتے تھے طعام میں تکلف ہرگز نہ فرماتے جو کچھ میسر ہوتا وہی کھا لیتے اکثر گندم کی روٹی بکرے کے شوربے یا مرغی کے شوربے سے کھاتے تھے کبھی مونگ کی دال یا شلغم کے سالن سے کھاتے کسی رات روٹی کو گھی میں چرب کر کے دودھ کے ساتھ تناول فرماتے کبھی دن کو روٹی پر گھی ڈال کر چھاچھ سے کھاتے دودھ آدہ کٹورے سے زیادہ نہ پیتے تھے اور فرماتے کہ علماء حلال کھانے پر بہت غور فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ گائے بھینس کا دودھ دوہنا بھی وجہ حلال سے ہے۔ اور دودھ کے دو دو کٹورے پی جاتے ہیں دراصل چوتھا حصہ یعنی آدہ کٹورا پینا چاہیئے اس طرف خیال و اندیشہ نہیں کرتے کہ باطن شریعت کا مدار ظاہری شریعت پر ہے قلت طعام وقلت کلام اور صحیح گفتگو انسان کے لئے اہم ترین کام ہے کوئی کوئی شخص رجوع بھی نہیں کرتا۔ اگر کوئی درویش بہت بھوکا رہتا۔ تو اس کو منع فرماتے اور کہتے اس قدر سیر ہو کر کھانا جو کہ مذموم نہ ہو۔ اور اسے ریاضت وعبادت یا تلاوت قرآن شریف اور درود شریف پڑھتے و بیداری میں ہضم کرنا بہتر ہے اس سے جو بھوکا سوئے اور تمام شب غلفت میں گزار دے۔ اور جو شخص سیر ہو کر کھائے اور اس طعام کی قوت کو عبادت میں صرف کر دے تو طعام اس کا نور ہو جاتا ہے یہ بحث خلاصۃ الفوائد میں ہے لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور فرماتے کہ اس طرح پر کھانا کھانا دل کو نورانی کرتا ہے اور کبھی شام کے وقت گائے یا

بھینس کے تھنوں کو منہ میں رکھ ان سے شیر نوش کرتے جسے ہندی میں دھاریں لینا کہتے ہیں۔ فرماتے کہ یہ کام بہت مفید ہے مگر اس زمانہ میں حلال حرام سے مخلوط ہو گیا ہے پس سالک کو چاہیے کہ وہ اس وقت کھانا کھائے جب کہ اس پر بھوک غالب ہو اور اتنا کھائے کہ اس لئے سد رمق نہ ہو۔ اس صورت میں کھانا حلال ہے کیونکہ مخمصہ کے وقت بطور جو کچھ بھی کھا لیا جائے حلال ہوتا ہے اور یہ بھی فرماتے کہ کھانے کے بعد پانی نہ پینا چاہیے۔ دو تین گھڑی کے بعد پیا جائے۔ اور خیر الماء بین طعامین کے یہ معنی ہیں کہ جب ایک طعام ہضم ہو جائے تو اس وقت پانی پینا چاہیے۔ یعنی دوپہر اور رات کے کھانے کے درمیان پانی پینا چاہیے نہ کہ ایک ہی وقت کے کھانے کے درمیان اور کھانا کھا لینے کے بعد ہاتھ دھوتے پھر انہیں تولیہ سے صاف فرماتے دانتوں کا خلال بھی کرتے اور دعا پڑھتے۔

نکتہ: آنحضرت قبلہ عالم ﷺ کا لباس درویشانہ اور سادہ تھا سر پر کلاہ قادری جس کے کنارے پر مغزی لگی ہوئی تھی پہنتے تھے سواری کے وقت سر پر سلاری اور کبھی دستار باندھتے جاڑے میں روئی دار ٹوپی بھی پہنتے۔ پیراہن جن کا گریبان سینہ کی طرف ہوتا تھا زیب تن فرماتے اور اس میں کیسہ بھی ہوتا اکثر سیاہ تہ بند پہنا کرتے کبھی سیاہ تسیلہ کا پاجامہ پہنا کرتے اور کبھی لنگی بھی باندھ لیا کرتے دوش مبارک پر گرمی کے ایام میں سبز یا سفید رنگ کی سلاری یا سفید دوپٹہ کرتے تھے اور سردی کے موسم میں دوش مبارک پر لنگی کیا کرتے جو ریشمی ہوتی تھی۔ ہلکے قسم کی رضائی جو بہت تھوڑی کپاس سے بھری جاتی تھی جس کو ہندی میں دلائی کہا کرتے ہیں اوڑھا کرتے جوتا ہندوستانی وضع کا چمڑے کا ہوتا تھا تنگ اور نازک قسم کا جوتا جو بڑے آدمی پہنا کرتے پسند نہ فرماتے اور آپ کا تمام

ستعمل لباس ہمارے خاندان میں اب تک موجود ہے کبھی کبھی اس لباس کی زیارت سے ہم لوگ مشرف ہوا کرتے ہیں۔ خداوند کریم نے آپ کے تمام لباس خصوصاً نعلین شریف میں بہت تاثیر رکھی ہے اگر ہمارے خاندان میں کسی فرد کو تکلیف یا زحمت پہنچے تو نعلین شریف کو پانی میں دھوکر پیا کرتے ہیں۔ جس کی برکت سے اللہ پاک شفائے عاجلہ عطا فرماتا ہے اور سیاہ رنگ کا ایک رومال بھی ہوتا تھا جس کے ایک طرف تسبیح اور نسوار کی ڈبیا باندھی ہوئی ہوتی تھی اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مصرع جامہ پوشی آنچناں کاں دیر ماند مرترا۔ آپ کا لباس اکثر لطیف ہوتا کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے اپنے شیخؒ سے اس طرح فرمان ہوا تھا کہ لباس وغذا لطیف استعمال کرنا حضرت عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ شریف میں مرقوم ہے۔ سالک کو چاہیے کہ لباس وغذا لطیف استعمال کرے کیونکہ اس سے لطیف انوار اس کے دل پر وارد ہوتے ہیں۔

نکتہ: آپ ہمیشہ دوزانوں ہوکر بیٹھتے کسی وقت ایک زانو کھڑا کر کے بیٹھتے تھے مگر مربع ہوکر بہت کم بیٹھتے جب اخیر عمر میں ضعف آ گیا تو اکثر اوقات تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے چلتے وقت ہاتھوں کو آگے پیچھے نہ ہلاتے سر مبارک کو نیچا کر کے چلتے اور ادھر ادھر نہ دیکھتے۔

بیت: شیر سر افگندہ خرامد براہ رسم سگان است بہر سو نگاہ

آخر عمر میں جب کہ ضعیف ہو گئے۔ تو عصاء بھی پکڑتے تھے اور تیز چلتے۔ اوائل عمر میں عزلت گزیں رہتے بہر آشنا و بیگانہ سے کنارہ کشی فرماتے۔ مگر تمام لوگوں کے عرض معروض سنتے۔ ہر سائل کو جواب با صواب عطا فرماتے ہر بوڑھے اور جوان پر یکساں مہربانی فرماتے اور اخیر عمر میں کہ اس وقت ورد و ظائف پڑھتے تھے۔ دوسرے کسی وقت خلوت گزیں نہ ہوتے۔ جو شخص خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا۔ اس پر تمام

مہربانی فرماتے اور دل جوئی کرتے۔

مثنوی

ہر کہ آمدز عالم و مجہول گفتگو ساختے بقدر عقول
با معلم شدے ز علم شروع با مُزارع حکایت مزروع

بیکسوں پر بہت شفقت فرماتے۔ ذوی الارحام کے ساتھ نوازش اور عنایت سے پیش آتے۔ تمام غلاموں کے امور کو بہت ملحوظ رکھتے۔ جو کچھ بھی زبان قضا عنوان سے وہ بہت جلد معرض وجود میں آتا۔ آپ کے مزاج شریف میں بہت شرم وحیاء تھی اور آپ کا شیوہ بخشش عام وجود وسخا تھا بہت صادق القول تھے۔ جو وعدہ فرماتے اس کے پورا کرنے کی سعی بلیغ فرماتے آپ کے لنگر شریف سے جو کہ عام تھا ہر فقیر غریب ومسکین کو کھانا ملتا تھا۔ آپ کا فیض ہر امیر ونفیر کے لئے یکساں تھا۔ اور کلام خالی از حکمت نہ فرماتے۔ غرضیکہ آپ کا تمام طریقہ اتباع سنت نبویہ تھا۔ زہد و پرہیز گاری کو بہت پسند فرماتے علم تصوف واخلاق کا اکثر شغل رکھتے چنانچہ کتاب لوائح ونفحات الانس وفقرات و شرح لمعات وسوالسبیل وعشرہ کاملہ اور فصوص الحکم کا مطالعہ اکثر اوقات کرتے تھے ایک روز فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کتاب فقرات ہاتھ میں لئے باہر تشریف لائے اور مجھے کتاب دے کر فرمایا کہ یہ کتاب تمہارے بہت کام آئے گی۔ اس کا بہت مطالعہ کرنا کیونکہ اس میں بہ جذبہ ہے خود ہی فرماتے کہ اگر میں اپنے تیئں تعلیم اور مطالعہ کتب و دیگر امور خلق میں مشغول نہ رکھوں تو خدا جانے کس حالت پر پہنچ جاؤں لیکن خلق خدا کے فائدے کے واسطے جو کہ ایک اہم ترین کام ہے ناچار آپ کو دوسری طرف بھی مائل کرتا ہوں۔ خلاصۃ الفوائد میں حکیم محمد عمر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

ایک دن میں نے حضرت خلیفہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ نارووالہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت قبلہ عالم" غریب نواز عموماً ہر آنے جانے والے سے باتیں کرتے اور ان کی حاجت روائی میں بہت کوشش فرماتے اور کسی وقت بھی آدمیوں کی جائز اور ناجائز خواہشات پر ناراض نہیں ہوتے۔ اور غصہ نہیں فرماتے کیا سبب ہے؟ خلیفہ صاحب نے فرمایا یہ محض رعایت خلق خدا ہے اور ہم غلاموں کے لئے خوش نصیبی ہے اگر حضرت ہماری طرف توجہ نہ فرماتے تو ہمارا کیا حال ہوتا اور ہم لوگ حضرت کی زیارت سے کیونکر مشرف ہو سکتے۔ مگر یہ آپ کی غلام نوازی ہے کہ ہمارے معروضات سنتے ہیں اور ہماری دل جوئی فرماتے ہیں۔

فائدہ: آپ اپنے مریدوں اور طالبان کو سلوک کی کچھ اس طرح تعلیم فرماتے جب عقل ظاہر بہت کم کر سکتی تھی۔ چنانچہ اول طبیب مرض کی شناخت کرتا ہے پھر علاج کرتا ہے مثلاً اگر بیمار کا مزاج گرم ہے تو اسے سرد دوائی دیتا ہے۔ اور اگر اس کا مزاج سرد ہے تو دوائی گرم دیتا ہے۔ اس طرح حضرت قبلہ عالم" غریب نواز بھی سالک کا اقتضائے طبیعت معلوم کر کے اس کی استعداد کے موافق مجاہدہ وریاضت بتلاتے اور زنگ نفسانیہ کو دور فرماتے ہر شخص اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق ذات بابرکات سے فیض یاب ہوتا۔

نقل ہے: کہ ایک دفعہ آپ پاکپتن شریف لے جا رہے تھے اور میاں احمد کلیرہ جو آپ کے غلاموں میں سے تھا۔ آپ کی سواری کے آگے دوڑا جا رہا تھا اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جن پر آپ نے ذرا بھی نظر رحمت فرمائی اور وہ کامل ہو گئے مگر میں بھی تو آپ کے غلاموں میں ہوں اور ابھی تک جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی ہوں اور حضور مجھ پر التفات نہیں فرماتے حضرت اس کے خطرہ دلی سے واقف

ہوئے اور رستے میں کھیتی پر نظر پڑی تو فرمانے لگے کہ میاں احمد مجھے تعجب آتا ہے اس کے مالکوں پر کہ انہوں نے کہیں تو اچھی طرح اسے کاشت کیا اور سیراب بھی کیا مگر کہیں اس کی نہ اچھی طرح پر تخم ریزی کی گئی ہے اور نہ ہی سیرابی کی ہے۔ کیونکہ کسی جگہ یہ خوب اُگی ہوئی ہے اور کسی جگہ پژمردہ اور خراب حالت میں ہے۔ میاں احمد نے عرض کی غریب نواز اس کے مالکوں کا کوئی قصور نہیں مگر یہ زمین ایسی ہی ہے اس کا قطعہ قطعہ مختلف اور متفاوت اثرات رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس فقیر نے بھی آپ کے حق میں کوئی قصور نہیں کیا۔ مگر ہر ایک شخص کی ہمت اور استعداد مختلف واقع ہوئی ہے۔

بیت

باراں کہ درلطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و درشور خاروخس

خلاصۃ الفوائد میں نقل ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں کتاب نفحات الانس پڑھتا تھا آپ نے فرمایا کہ میں تو ناخواندہ ہوں مگر ان اہل علم حضرات کی برکت سے جو میرے پاس آتے ہیں مجھے بھی بعض مسائل پر بخوبی دسترس ہو جاتی ہے اس اثناء میں سید میراں شاہ صاحب نے حضرت کے غلاموں میں سے تھے عرض کی کہ حضور عجب ناخواندہ ہیں کہ تمام علماء روزگار حضور میں آکر اپنے مسائل پیچیدہ حل کراتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک مکر ہے۔ سید مذکور نے عرض کی کہ قبلہ یہ مکر اور کسی کو بھی بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ اس فن کا کوئی طالب نہیں جسے بتایا جائے ایک دن کسی نے عرض کیا کہ غریب نواز امراض نفسانیہ کی بھی کوئی دوا ہے آپ نے فرمایا کہ کتب تصوف میں ان کی بہت دوائیں تحریر ہیں مگر کوئی ان کا طالب صادق نہیں بس ظاہرا ہر شخص اپنے کو مریض کہتا ہے۔ مگر حقیقتاً ان امراض کے ازالہ کی دوا نہیں کرتا۔ ورنہ طبیب بہت ہیں۔

بیت

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد   اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

کتاب خیر الاذکا میں مولوی محمد گھلوی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بعد وصال شیخ خود حضرت نور محمد صاحب معروف بہ نارووالہ مہار شریف روانہ ہوا۔ چونکہ حضرت کی اس دائمی مفارقت کا میرے دل پر بہت اثر تھا۔ اور طبیعت کہیں نہیں لگتی تھی۔ خیال تھا کہ اپنے شیخ کی جناب میں حاضر ہو کر تسکین قلب حاصل کروں چنانچہ جب مہار شریف پہنچ کر حضرت کے آستان ذی شان پر حاضر ہوا تو حضور بدستور قدیم (کہ دن میں ایک مرتبہ حضرت والدہ صاحب کی خدمت حاض ہوتے تھے)۔ حرم سرائے میں تشریف لے گئے تھے میں حضور کے انتظار میں کھڑا ہو گیا کچھ دیر بعد تشریف لائے بندہ قدم بوس ہوا۔ ازراہ کرم بندہ کا سر اپنے دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر غلام کو شرف کنار کشی سے مشرف فرمایا۔ اور اپنے بالا خانہ پر جہاں کہ آپ کی نشت خاص تھی جلوس فرمایا پھر غلام سے ازراہ دل جوئی فرمایا کہ حاجی پور سے ہو کر یہاں آئے ہو۔ بندہ نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا جی ہاں اور ساتھ ہی عرض کیا کہ سایہ ابدی ہم بدبختوں کے سر سے دور ہو گیا حضور نے غمگین ہو کر فرمایا کہ تقدیر الٰہی اسی طرح تھی چند روز حضور کی خدمت میں رہ کر مستفید ہوا ایک دن کا ذکر ہے کہ عصر کی نماز کے وقت بہت لوگ حاضر ہوئے۔ اور مسجد کا صحن تمام نمازیوں سے بھر گیا نماز کا وقت آخر کو پہنچ گیا آخر تکبیر شروع ہو گئی میں پچھلی صف میں کھڑا حضور کا انتظار کر رہا تھا کہ حضور آئیں گے تو میں نماز کے لئے جگہ خالی کر دوں گا۔ اور خود جوتے والی جگہ پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھ لوں گا مگر تکبیر اولے کے فوت ہونے کے خوف سے میں بھی متوجہ قبلہ ہوا۔ کہ حضور نے میرے آگے اور پیچھے آکر یہ

فرمایا۔ والتفت الساق بالساق میں نے حضرت کی آواز سن کر پیچھے ہونے کی کوشش کی کہ حضور کو اس صف میں جگہ مل جائے۔ مگر آپ نے بہت تیزی سے میرے بازوؤں کو پکڑ لیا۔ اور مجھے پیچھے نہ ہونے دیا میرے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ چنانچہ اس جگہ پر بہت فراخی ہوگئی۔ جو کہ حضرت کے آنے سے پہلے تل دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی میں نے دیکھا کہ حضور نے وہاں کھڑے ہو کر بہت آسودگی سے نماز ادا فرمائی۔ یہ محض حضور کی بین کرامت تھی۔

نقل ہے: کہ ایک روز آپ مسجد میں تشریف فرما تھے صلحاء وفقراء اور تمام غلام، آستانہ فیض کا شانہ پر حاضر تھے۔ قصائص عشقیہ شروع ہوئے لیلے مجنوں اور فرہاد شیریں کی حکایتیں گرم ہوئیں۔ تو حضور نے زبان جو ہر فشاں سے یہ شعر پڑھا۔

شمہ از داستان عشق شورانگیز واں حکایت ہاء کہ از فرہاد و شیریں میکلند یہ سن کر تمام خاموش ہو گئے۔ اس میں یہ لطیف نکتہ سمجھایا کہ طالب کو چاہیے کہ شیخ کے حضور میں چپ ہو کر بیٹھے اور فضول کلام نہ کرے۔ کیونکہ جتنی مشکلات صحبت شیخ میں حل ہوتی ہیں۔ اس قدر بہت سے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی نہیں ہوا کرتیں۔

نقل ہے: ایک مرتبہ میاں محمد لکھی نے جو آپ کے غلاموں میں سے تھے عرض کی کہ حضور میں نے ایک خواب دیکھا ہے از راہ کرم اس کی تعبیر فرمایئے آپ نے اس کے جواب میں یہ بیت فرمایا۔

بیت

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم چو غلام آفتاب ہم ہمہ ز آفتاب گویم

اس بیت کے سننے سے حاضرین پر عالم ذوق طاری ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواب سے

مراد غلفت وخودی موہوم ہے۔ چنانچہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بیت

ہر فکر کہ جز خدا است وسوسہ داں   شرے زخدا بدارایں وسوہ تا چند

چنانچہ ایک بزرگ کا فرما ہے

بیت

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند   آقدراے دل کو توانی بکوش

نقل ہے: کہ ایک مرتبہ حضرت نور محمد صاحب نارواوالہ رحمۃ اللہ علیہ پاپیادہ مہار شریف حاضر ہو کر شرف قدم بوسی حضرت قبلہ عالم سے مشرف ہوئے کسی شخص نے خلیفہ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ پیادہ آئے ہیں یا سواری پر آپ نے کہا پیاد حاضر ہوا ہوں تو اس نے کہا سواری کیوں نہ تلاش کی گئی۔ تاکہ پیادہ چلنے کی تکلیف نہ ہوتی۔ یہ سنکر حضرت قبلہ عالم نے فی الفور زبان درفشان سے فرمایا۔

بیت

شوق طواف کعبہ اگر دامنت کشد   اسباب زادراہ شد شد نہ شد نہ شد

یعنی جس وقت کسی نیکی کا خیال آجائے تو جلد عمل میں لانا چاہیے۔ مبادا کہ پھراس کے پورا کرنے کی ہمت نہ رہ جائے۔

نقل ہے: کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا خدا بخش صاحب خیر پوری اور ان کے بھائی میاں قادر بخش رحمۃ اللہ علیہما مہار شریف حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک شخص محمد نیاز نامی قوم مہار حضور کے ہمسایوں میں تھا۔ اور حضرت کی نسبت خیال فاسد رکھتا تھا کچھ طعام اور نقد ایک تھان اور ایک دستار لے کر حضرت مولوی صاحب مذکور کی خدمت

میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اسے میں آپ کی خاطر لایا ہوں کیونکہ جس شخص کے آپ مہمان ہیں اس کا مال حلال کا نہیں اور وہ طبعا مشکوک ہے مہربانی کر کے آپ اسی میرے پیش کئے ہوئے طعام سے تناول فرمائیں کیونکہ یہ کسب حلال سے ہے مولوی صاحب رحمۃ اللہ وہ تمام چزیں اپنے پاس رکھ کر حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اتفاق سے وہاں آئے ہوئے تھے۔ اور ماجرائے من وعن بیان کیا حضرت حافظ صاحب قدس سرہ مولوی صاحب کو ساتھ لے کر حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کیفیت واقعہ عرض کی آپ نے فرمایا۔

بیت

اگر بسوئے من زدیدہ فرش کنم   کہ در بساط غریباں ہمیں سفید و سیاہ است

خطاب اگر بسوئے من آئی محبوب حقیقی یعنی مرشد کامل کی طرف ہے یعنی میں غریب اور مسافر ملک ہستی سے موہوم اور وجود حقیقی سے منسلک اپنے اپ سے فانی ہو چکا ہوں بس جو شخص میرا مہمان ہو۔ میں اس کے بلند درجے کی بناء پر آنکھوں پر بٹھاؤں گا۔ کیونکہ میری نظر میں بغیر محبوب حقیقی کے اور کچھ نہیں رہا۔

بہر سو چشم بکشائم جمال یارے بینم   بہر جانب نظر سازم رخ دلدارے مینم

بس بغیر آنکھوں کے میں اسے دوسری جگہ نہیں دیتا۔ کیونکہ یہی سفید و سیاہ میرے پاس باقی .... رہ گئی ہیں۔ اور باقی تمام اضافات اس وجود موہوم سے ہیں۔ بقدوم شہنشاہ حقیقی بمقتضائے آیۃ کریمہ۔ ان الملوک اذا دخلو قَریۃ افسدوھا۔ ہو گئے اور میں اپنے آپ سے بیگانہ ہو گیا۔

فرد: چونکہ ازمن شدہ منفک گشت تصدیق رفت ازمن شک وقل جاء الحق وزھَقَ الباطِلَ.

چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

مالک الملک است ملک اورا دہید ماومن جملہ بہ پیش اونہید

نقل ہے: کہ ایک روز کسی نے حضور کی مجلس میں یہ شعر پڑھا

اے ہندوئے بدکیش اگر بسوئے من آئی زنار بہ خود بندم ایمان تبو بخشم

یہ سن کر آپ کو ذوق پیدا ہوا۔ اور سر مبارک ہلانے لگے۔ حاضرین مجلس میں بھی بہت اثر ہوا ایک عالم ظاہر نے ازراہ قصور فہم یہ اعتراض کیا کہ ایسے اشعار پر وجد یا ذوق کیا معنی رکھتا ہے حاضرین مجلس سے کسی نے اس کو اس بیت کی تشریح کر دی۔ کہ توفیقہ شریف میں مرقوم ہے۔ ہندو سے مراد ساکن ہندوستان ہے اور بد سے مراد عدم ہے یعنی کیش اور ترا کوئی نہیں۔ کہ تمام موجودات تیرے رو برو عدم محض ہیں۔ اور موجود حقیقی تو محض حق تعالیٰ کو جانتا ہے۔ چنانچہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیت

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ مسلم امر ہے کہ وجود کلیہ خیر اور عدم کلیہ جزا ہے اور تو نے جو مجھے بد کہا۔ تو مراد اس سے یہ ہے کہ خارج میں عدم ہے تو اور موجود خارج میں اور نفس الامر میں ایک ذات مقدس ہے۔ یہ غمزے تیرے بہت پسند اور خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔ کہ میں اپنی ناقص فہم میں جاننے لگا کہ میں موجود حقیقی ہوں۔ معاذ اللہ موجود حقیقی ازراہ حقیقت حق تعالے ہے۔ عفاک اللہ کہ تو نے اپنے عیب پر مطلع کیا۔ اور میری ہدایت کی۔ جواب تلخ مے زیبد مرشد کو سزاوار ہے کہ اپنے مرید کو غلط راستہ سے نرمی یا سختی سے روک رکھے۔ اگر سوئے من آئی یعنی تو اگر نظر اور شفقت سے میرے خراب حال کو دیکھے اور اپنی توجہ میرے حال پر مصروف فرمائے تو زنار تو خود بندم یعنی میں تیری متابعت اور تیرے ظاہری اور باطنی

طریقہ پرعمل پیرا ہوؤں۔ اور کبھی تیری خلاف ورزی نہ کروں۔ بلکہ اپنے دین وایمان کو بھی تیرے راہ میں قربان کر کے تیری ذات میں گمنام ہو جاؤں۔ اور اپنے دوئی کے خیال تک کو مٹادوں۔ اور تو جو فنافی اللہ ہے۔ تو مجھے بھی اپنے واسطہ سے اس عالی مرتبہ کو پہنچا۔

فائدہ: مولوی محمد گھلوی لکھتے ہیں کہ ایک دن میں سلسلہ چشتیہ ہاتھ میں لے کر حضرت قبلہ عالم کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کی کہ القاب مشائخ میں کچھ شک ہے۔ مہربانی فرما کروہ دور فرمائیں۔ اور غلام کو دوام کی تسلی فرماویں۔ حضور نے فرمایا کہ میں فلسفوں کی تدقیق نہیں جانتا بعدہ ازراہ کرم فرمایا کہ کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ بندہ نے پہلے حضرت خواجہ قدوۃ الحق والدین بن فرسنافہ پیش کیا اور عرض کیا کہ عبدالغفور نفحات الانس کے حاشیہ پر لفظ فرسنافہ کو بفتح ف اول وفتح ر وسکون سین مہملہ ونون استادہ اور ف آخر میں تحقیق کر کے لکھا ہے اور بعض اصحاب دوسری طرح اس لفظ کو پڑھتے ہیں حضور نے فرمایا کہ وقعہ عبدالغفور نے اس طرح تحریر کیا ہے مگر مجھے اپنے شیخ حضرت مولونا فخر الدین محمد محبّ النبی ؒ سے اس طرح سند ہوا ہے بفتح ف و رامہملہ وسکون شین معجمہ فرمائے فوقانیہ مثنیات اور ف آخر میں بطور سند پہنچا ہے۔ اور بعض اس لفظ کے آخری ف کو قاف سے بدل دیتے ہیں مگر میرے لئے وہی لفظ ممتاز ہے اور مسند بھی جو میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے اور لفظ دینوری کہ حضرت خواجہ ممشاد کا لقب ہے وہ بھی کسر دال مہملہ وفتح نون سے ہے نہ کہ فتح دال وضم نون سے بعد ازاں حضرت عثمان ہرونی کے لقب سے دریافت کیا کہ لفظ ہارون خم سے پڑھنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ رئی فتح اور واؤ مفتوحہ سے کہ ہارون یعنی بفتحتین اسم کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مولد ہے۔ ولایت عرق میں نواح نیشاپور سے اور بضم ر و واو ساکنہ غلط عام ہے اور منتخب اللغاب میں اس طرح ہے

کہ سنجار ایک شہر کا نام ہے کہ موصل جو سلطان سنجر کا مولد ہے تک تین روز کی راہ ہے۔
اور ملفوظات خواجگان میں اس طرح ہے کہ سنجار ولایت عراق میں ایک قصبہ ہے جو بغداد شریف سے سات دن کا راستہ ہے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کا سنجری اس لئے کہا جاتا ہے کہ سنجر آپ کے والد بزرگوار سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کا وطن ہے بعدہ میں نے حضرت سے وکیل الباب کی تحقیق سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ اس لفظ کے معنی عام ہیں یعنی باب علم کا وکیل یا باب رحمۃ کا وکیل یا باب بہشت کا وکیل بلکہ تمام کامیابیوں کے باب کا وکیل۔ اور درشی بضم ہمزہ ملک اوش سے نسبت ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی رضی اللہ عنہ کا مسکن ہے جو ولایت ماوراء النہر میں ہے اسی طرح معتبر رسالوں میں دیکھا گیا ہے اور کاکی آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی اہلیہ محترمہ ضرورت کے وقت مہمانوں اور اہل خانہ کی واسطے گرم کاک جو تنگ و باریک روٹی کو کہتے ہیں ایک پہاڑ سے لاتیں اور صرف کرتیں اور بختیار آپ کا اصلی نام ہے۔ یا لقب مدحیہ بعدہ میں نے حضرت سے لفظ اجودہنی اور شکر بار کی تحقیقی کی۔ فرمایا کہ اجودہن دراصل پاک پتن کا نام ہے بعد میں جب کہ حضرت گنج شکر کا مزار پاک وہاں ہو گیا اور آپ کی زیارت کے لئے اہل اللہ کا ورود ہونے لگا تو اس شہر کا نام اجودہن سے پاکپتن بدل گیا اور لفظ شکر بار یا گنج شکر میں بہت اختلاف ہے۔ جو کہ ملفوظات میں مرقوم ہے۔ اور مولانا عبدالغفور خواہر زادہ مولانا جامی قدس سرہ اس طرح لکھتا ہے کہ سات دن گذر چکے تھے۔ کہ آپ نے کچھ کھایا پیا نہ تھا اسی طرح فاقہ کی حالت میں اپنے شیخ حضرات خواجہ قطب الاسلام کی جناب میں روانہ ہو گئے۔ پاؤں میں نعلین تھی اتفاقاً ایک جگہ راستہ میں پاؤں پھسل گیا۔ اور آپ زمین پر گر پڑے قدرے خاک آپ کے منہ مبارک میں چلی گئی۔ جو منہ

میں جاتے ہی بقدرت الٰہی تمام شکر ہوگئی جب اپنے شیخ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اے فریدالدین عجب نہیں کہ خداوند کریم تیرے وجود کو گنج شکر کر دے۔ تو ہمیشہ شیریں وشادر رہے گا حضرت گنج شکر تسلیمات بجالائے اور شکر خداوندی ادا کیا اس کے بعد آپ کسی جگہ پر جاتے تو عام لوگ آپ کو کہتے۔ کہ فریدالدین گنج شکر تشریف لے آئے اور لفظ بداؤن فتح باموحدہ اور خم واؤ سے ایک شہر کا نام ہے جو ہندوستان میں ہے۔ ولفظ اُودھ فتح ہمزہ وسکون واؤ دال مہملہ ایک بستی کا نام ہے جو دہلی سے کچھ فاصلہ پر ہے اور لفظ چراغ دہلی میں بھی اختلاف ہے مشہور اس طرح ہے کہ ایک دفعہ چراغ میں روغن نہ تھا جس کی وجہ سے اس کی روشنی مدہم ہو رہی تھی آپ نے خادم کو فرمایا کہ روغن کی بجائے پانی ڈالدو چنانچہ چراغ پانی سے بھی اسی طرح روشن رہا جس طرح کہ روغن سے تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کو حضرت سلطان المشائخؒ نے چراغ کے لقب سے ملقب فرمایا کہ چراغ کی پشت نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ تمام طرف رخ ہی رخ ہوتا ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ خواجہ مودود چشتی خواجہ ابو یوسف چشتی کے فرزند ہیں اور آپ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی کے خواہرزادہ ہیں اور آپ حضرت خواجہ ابو احمد کے فرزند ہیں۔ خواجہ اور ابو اسحاق کو چشتی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ سلسلہ چشتیہ کے سرتاج ہیں اور آپ کا وطن ملک شام ہے جب اسماء مشائخ کی تحقیق ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ یحیٰ مدنی حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں یہ نعمت فرزند کو نصیب نہ ہوئی اور پوتے کو نصیب ہوئی اور شیخ محمد صاحب حضرت شیخ حسن محمد کے فرزند ہیں اسی طرح شیخ حسن محمد وشیخ جمال الدین وشیخ محمود رحمہم اللہ ایک دوسرے کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں اور جاننا چاہیے کہ حضرت سلطان المشائخ سے لے کر حضرت یحیٰ مدنی تک تمام

مشائخ سید چشتی بخاری ہیں۔ اور حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی و حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی قریشی ہاشمی ہیں۔ اور حضرت شیخ سراج الدین سے لے کر حضرت شیخ محمد صاحب تک تمام تک تمام حضرات کے مزار متبرکہ گجرات جنوبی میں ہیں۔

انتہی کلامہ۔

نقل ہے: کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفہ صاحب خواجہ نور محمد نارووالہ و حضرت حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہما اکھٹے مہار شریف حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف ہوئے محمد نیاز مہاران ہر دو صاحبان کی خدمت میں قدرے کھانا لایا اور عرض کی کہ لنگر کا مال مشکوک ہے اور فقیر کا لقمہ وجہ حلال سے ہے مہربانی فرما کر تناول فرمایئے۔ یہ گفتار ناہنجار سنکر حضرت حافظ صاحبؒ نے تو اس کا کھانا نہ کھایا اور حضرت خلیفہ صاحب نے خوب سیر ہو کر اس کا کھانا جو لایا تھا کھایا کسی نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت اس امر کی اطلاع کر دی آپ نے فرمایا کہ دونوں صاحبوں نے بجا کیا ہے حاضرین میں سے کسی نے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ حضور تناول اور عدم تناول تو ایک دوسرے کی ضد ہے۔اور یہ امر مسلم کہ الضدان لا یجتمعان ولا یرتفعان۔ اور ایک ضد دوسری ضد کی منافی ہوتی ہے پھر کس طرح سے دونوں صاحبوں کے فعل بجا ہوئے حضرت نے جواب دیا کہ حافظ صاحب ہماری شکایت کا بار برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے اس لئے اس کا کھانا نہ کھایا اور خلیفہ صاحب نے حقیقت واقعہ کو سمجھا کہ یہ دراصل ہمارا دشمن ہے اور موذی تو انہوں نے موذی کے مال کو جان بوجھ کر تلف کیا حضور کی اس توجیہہ وجیہہ کو سن کر تمام حاضرین نے تسلیم کیا اور آداب بجا لائے اس نقل کو میں نے اپنے والد مرحوم سے سنا کہ وہ حضرت مولوی صاحب خیر پوری سے روایت

کرتے تھے۔

نقل ہے: کہ ایک دن آپ اپنے مکان نشست گاہ خاص سے مسجد کو تشریف لے جاتے تھے کہ راستہ میں حضرت اعلے حضور خواجہ محمد سلیمان علیہ رحمۃ والغفر ان کہ آپ کے خلفائے عظام میں سے ہیں دیدار پرانوار سے مشرف ہوئے اور یہ بیت عرض کی۔

بیت

کمال صنعت شاطہ شاید کہ روئے زشت رازیبانماید

یعنی تمام قصور زشتی و درشتی اپنے ذمہ لگا کر حضرت آدم علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرح اپنا ظلمنا انفسنا کی صدائے عجز برپا کی شیخ کو چاہیے کہ مرید کے دل کے زنگ کو اپنے صیقل کرم سے دور فرما کر اس کے دل کو آئینہ کی مانند روشن و شفاف کر کے ان میں جمال حق بے چون کی جھلک کو ہویدا کرے جیسا کہ مشاط عروس زشت رو کو اپنی کمال کریگری سے خو برو بنا کے اسے وصال شوہر کے لائق بنا دیتا ہے۔ ورنہ حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را آپ نے علم ازلی و نور معرفت سے حضرت اعلیٰ کے اس سوال کی حقیقت کو جان کران کو یہ جواب دیا۔

بیت

مگو کہ پیرشدی ذوق عاشقیت نماند شراب کہنہ ماستی دگردارو

یعنی یہ نہ سمجھ کہ سالک کو بمقتضائے الصوفی بعد الثلاثین خیال عاشقی و معشوقی نہیں رہتا کہ طریقہ مبتدیوں کا ہے منتہی کا کام ہمیشہ زیادتی اور ترقی مدارج ہوتا ہے کیونکہ بزرگ جس قدر معمر ہو اس کا عشق اُتنا ہی بالاتر ہو جاتا ہے۔

گرچہ پیرم برہ عشق جواں آمدہ ام۔ بلکہ عشق محبوب حقیقی اس میں اس قدر سرایت کرتا ہے کہ کبھی بھی حالت حیات و ممات میں اس سے جدا نہیں ہوتا چنانچہ حضرت شرف

الدین بوعلی قلندر فرماتے ہیں۔ **بیت**

مپنداری کہ مرت از دل عاشق رود ہرگز   چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

چنانچہ شراب جس قدر پرانا ہوتا ہے اسی قدر زیادہ مستی لاتا ہے۔ اور عشق وشراب کے درمیان وجہ مماثل مستی ہے معنی شعر اس طرح ہوئے کہ یہ نہ کہو کہ تو بوڑھا ہو گیا ہے اور جوانی تجھ سے چلی گئی اس لئے خیال عشق بازی وعشق آموزی جو بوڑھوں کا طریقہ ہوتا ہے۔ تجھ میں نہیں رہا نہیں بلکہ میں مرتبہ پیری کو پہنچ چکا ہوں اور مراتب پیران عظام حاصل کئے ہیں چنانچہ ہدایت مریدان وتعلیم طالبان حق کے واسطے جوان ہو چکا ہوں اور شراب کہنہ کی طرح تازہ مستی رکھتا ہوں۔

نقل ہے: مولوی محمد گھلوی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت قبلہ عالم مسجد میں تشریف فرماتھے اور علماء اکابر آپ کی مجلس شریف میں حاضر تھے حاضرین میں سے کسی نے یہ سوال کیا؟ کہ اگر کوئی شخص مسجد سے چوری کرے تو اس پر حد شرعی وارد ہوتی ہے یا نہیں؟ تمام علمانے متفقہ طور پر کہا کہ اس پر حد شرعی جو ہاتھ کاٹنا ہے عائد نہیں ہوتی کیونکہ مسجد محافظت کی جگہ نہیں ہے جہاں محافظت نہ ہو۔ اور وہاں سے چوری ہو جاوے تو اس چوری پر سے حد ساقط ہو جاتی ہے آپ نے حضرت خلیفہ صاحب خواجہ نور محمد نارووالہ رحمۃ واسعتہ کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ مسئلہ شرعی اسی طرح ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہاں غلام نواز اسی طرح ہے آپ نے فرمایا یونہی ہو گا۔ مگر اس سے میری مراد کچھ اور ہی تھی کہ مسجد خداوند کریم کا گھر ہے اور خوان خدا ہر آدمی کے واسطے یغما ہے۔

نقل ہے: کہ ایک مرتبہ حضرت پاکپتن شریف جا رہے تھے اور میاں احمد کلیہرہ آپ کے ہمرکاب تھا جب قریہ چوٹھالہ جو آپ کا مولد ومسکن قدیم ہے کے قریب پہنچے تو آپ نے

میاں احمد کو کہا کہ میں بچپن میں یہاں دوسرے لڑکوں کے ساتھ پرندوں کو پھنسانے کی خاطر دام لگایا کرتا تھا اتفاق سے کسی لڑکے کے دام میں کبوتر آتا کسی کے دام میں کوئی اور پرندہ مگر میرے دام میں کبھی چڑیا بھی نہ آتی تھی میاں احمد نے جواب دیا غریب نواز جب کہ حضور کے دام میں شہبازوں نے آکر گرفتار ہونا تھا پھر چڑیوں کی کیا مجال کہ شہبازوں کے دام میں آئیں۔ یہ جواب سنکر حضور خاموش ہو گئے اور بیشتر متوجہ ہوئے۔

نقل ہے: کہ ایک مرتبہ آپ حضرت تاج الدین سرور رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مطہرہ پر برائے زیارت حاضر ہوئے اور بعدازاں اپنے آباواجداد کے قبور پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے میاں احمد کلھیرہ حضور کے ساتھ تھا آپ جب اس مقام پر پہنچے جہاں آپ کے آباؤاجداد کے مزارات ہیں تو معامیاں احمد کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آخر کار اس دنیائے فانی کو چھوڑنا ہے اور یہ مقام بہت تنگ اور غیر مکتفی ہے اس جگہ حضرت کے روضہ متبرکہ کی گنجائش نہیں آپ نے نور معرفت سے میاں احمد کے خطرہ دلی کو دریافت فرمایا اور فرمانے لگے میاں احمد اس فکر کو جانے دو میرا مدفن جنت البقیع ہوگا۔ حضور کے اس ارشاد خجستہ بنیاد کی دو تاویلیں ہوسکتی ہیں ایک تو یہ تم نہ سمجھو کہ میری وفات کے بعد میری جائے دفن یہ تنگ وقلیل احاطہ ہوگا نہیں بلکہ میرا مکان دفن جنت البقیع ہوگا کہ جو شخص وہاں دفن ہوتا ہے اسے خداوند کریم بخش دیتا ہے لوگ وہاں مدفون ہونے کی بہت خواہش رکھتے ہیں کیونکہ جو آدمی یہاں دفن ہوتا ہی قادر مطلق اس کے گناہ معاف کر کے اس کو عذاب قبر سے نجات دیتا ہے پس کارکنان قضا وقدر جس شخص کو اس مقدس مقام کے لائق نہیں دیکھتے اس کا اس مقام پر دفن ہونا روا نہیں رکھتے بلکہ اسے نکال کر کسی اور جگہ دفن کر دیتے ہیں اور جو شخص اس مقام کے شایان ہوتا ہے۔ وہ اگر کسی

دوسری جگہ بھی دفن کیا گیا ہوا تو اس کو وہاں سے نکال کر یہاں آن کر دفن کر دیتے ہیں تو شاید آپ نے بھی اپنے یقین مغفرت کی بنا پر اپنی جائے دفن جنت البقیع فرما دی ہو۔ دوسرے معنے یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ ہماری جائے دفن کر دیتے ہیں تو شاید آپ نے بھی اپنے یقین مغفرت کی بنا پر اپنی جائے دفن جنت البقیع فرما دی ہو۔ دوسرے معنے یہ ہو سکتے ہیں کہ ہماری جائے دفن بھی جنت البقیع کی طرح ہو گی۔ کہ جو شخص میرے گرد و سواد میں دفن ہو گا حق تعالے اسے بے حساب کرم سے بخش دے گا۔ اور عذاب قبر سے مامون رکھے گا۔ اور یہ تاویل مناسب معنے ہیں۔

نقل ہے: کہ مولوی ضیاء الدین صاحب جو حضرت قبلہ عالم کے پیر بھائی تھے ان کے خسر میاں ہدایت اللہ وضاعت اللہ نے ایک دن مولوی کے ساتھ کسی دنیوی امر پر تنازعہ کیا۔ اور ان کے ساتھ سخت کلامی کی ایک دن یہ دونوں حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نور الصمد معروف بشہید صاحب فرزند کلان حضرت قبلہ عالم و حضرت حافظ غلام حسن صاحب بھٹی رحمۃ اللہ علیہما کہ دونوں صاحبان مولوی صاحب مذکور سے حلقہ شاگردی رکھتے تھے انہوں نے آپسمیں مشورہ کیا کہ کسی تنہا مقام پر ان دونوں کو زود کوب کیا جائے۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے استاد جی کی بے ادبی کی ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم نور معرفت سے ان کے دلی ارادہ سے واقف ہو گئے۔ اور فرمایا کہ بابا فقیر کی جگہ جائے امان ہے بمقتضائے **ومن دخلہ کان امنًا** ۔مناسب ہے کہ تم اس کو کچھ نہ کہو۔ ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہ پاؤ گے۔ حضرت کا یہ عتاب آمیز کلام سنکر دونوں دل میں خائف اور تائب ہوئے۔ خلاصۃ الفوائد میں نقل ہے کہ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی شخص نے ایک بزرگ کی خبر رحلت سنائی حاضرین مجلس میں

سے ایک نے کہا کہ آخر دنیا مقام فناء ہے آپ نے فرمایا کہ جو تنفس پیدا ہوا ہے اسے مرنا ہے۔ مگر کسی کی زندگی کے دن زیادہ ہوتے اور کسی کے کم بچہ جب بڑا ہونے لگتا ہے تو اس کے والدین خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا لڑکا جوان ہو رہا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ اس کی زندگی کے ایام کم ہو رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ کلمات قدسیہ زبان مبارک سے فرمائے کہ یہ دو کام بہت اچھے ہیں ایک سخاوت ناداری کے وقت اور دوسرا معاف کر دینا قدرت انتقام کے باجود۔

نقل ہے: مولوی عبید اللہ صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد حقیقی حضرت مولوی خیر پوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم قریہ ماڑی (میاں صاحب جو مہار شریف سے اٹھارہ کوس کے فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے) کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ اور میں بھی حضور کے ہمرکاب تھا میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر آپ مجھے سواری کے لئے گھوڑا عنایت فرما دیں۔ تو اسے میں کس طرح تیز چلا سکوں گا۔ چنانچہ حضرت نے مجھے سواری کے لئے ایک گھوڑا بخش اور خود ایک تیز رو سبک رفتار گھوڑے پہ سوار ہوئے۔ اثنائے راہ میں حافظ محمد الیاس جو حضرت کے غلاموں میں سے تھا۔ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے راہ عنایت اس کے ہاں تشریف لے جانے کے لئے۔ اس کے گھر کی طرف گھوڑے کی باگ موڑی۔ حافظ مذکور نے ازراہ خوش طبعی و خوش باشی حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت رستہ تو اس طرف ہے اور حضور ادھر کہاں جا رہے ہیں حضرت نے ازراہ کرم حافظ مذکور کو یہ جواب دیا۔

بیت

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد خدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

نقل ہے: میاں غلام رسول لانگری ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایکبار میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ ازراہ عنایت کوئی کلام بطور استخارہ عطار فرمائیں حضور نے ایک کلام ارشاد کیا سو میں بموجب فرمان عالیشان رات کو سوتے وقت پڑھ کر سو رہا خواب میں دیکھا کہ اس بڑے کنوئیں کی بجائے ایک چھوٹا سا کنواں ہے۔ اس کا پانی مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ اور مغرب کی طرف جو زمین ہے اسے سراب کر رہا ہے صبح کو میں نے کیفیت واقعہ حضور میں عرض کی۔ اور پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ کہ کنوئیں کا پانی فقط مغرتب کی طرف جا رہا ہے اور کسی طرف نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یاران مغرب کے بخت یاور ہیں جو اپنا اپنا نصیبہ فقیر سے لے رہے ہیں۔ اگر تم بھی اپنے وجود میں لیاقت اور اس معنے کی اہلیت پیدا کرلو تو فقیر حاضر ہے۔

نقل ہے: خلاصۃ الفوائد میں کہ ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ غریب نواز امراض نفسانیہ کا بھی کوئی علاج ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کتب مشائخ میں بہت علاج تحریر ہیں۔ اگر کوئی شخص کرے۔ لیکن ہر شخص زبان سے تو کہتا ہے۔ کہ میں مریض ہوں۔ لیکن دیکھنے میں کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو اس مرض کا معالجہ طلب کرے۔ پھر اس آدمی نے عرض کی کہ میں اپنے کو مریض تو جانتا ہوں۔ مگر اس کا علاج میرے اختیار میں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خود کو مریض جاننا بھی غنیمت ہے۔ کیونکہ کبھی تو علاج پذیر ہو جائے گا۔ لیکن وہ آدمی جو اپنے بھی نہ سمجھے۔ تو اس کا علاج کس طرح ہو سکے۔

بیت

آں کسے کو تشنہ آب رو بود　　روبو شستن بہ از پہلو بود

بعدہ منہ مبارک حکیم یعنی مصنف خلاصۃ الفوائد کی طرف کر کے فرمایا کہ حکیم جیو! پرانے

مریض کے لئے بہت دن چاہئیں تا کہ اسے صحت ہو حکیم نے عرض کیا بجا ہے غریب نواز مگر میرے خیال میں تو مریض یک روزہ کے علاج کے لئے بھی بہت دن چاہیں یہ سنکر آپ نے تبسم فرمایا۔

نقل ہے: مولوی گل محمد احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تکملہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حافظ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے بعد وصال حضرت مولانا صاحب قبلہ عالم رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ اولیاء اللہ جو حالت حیات میں ہوتے ہیں انہیں اولیاء اللہ اہل ممات سے ملاقات ہوتی ہے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا پھر حافظ مذکور نے عرض کیا۔ کہ جب ملاقات ہوتی ہے۔ تو پھر ولی کو بعد وصال ولی حزن و ملال کیوں ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جسقدر حظ اور لطف ملاقات جسمانی ہوتا ہے اور جس قدر فوائد حق تعالے نے جسم کے ساتھ مقرر کئے ہیں۔ وہ ملاقات میں حاصل نہیں ہوتے۔

نقل ہے: کتاب خلاصۃ الفوائد میں ایک رات میاں غلام مرتضے نے مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کے شرف بیعت سے مشرف تھا حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کی۔ بزرگان دین کے وجود کا قبر میں کیا حال ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ان کا وجود روح کا حکم رکھتا ہے جہاں ان کی روح ہوتی ہے اس جگہ ان کا جسم بھی ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ابدال ہوتے ہیں چنانچہ جب ان کی روح پرواز کرتی ہے تو وجود بھی ساتھ ہوتا ہے۔ ان کی روحانیت جسمانیت پہ غائب ہو جاتی ہے۔ اور بزرگان اہل احیات کا بھی یہی حال ہوتا ہے ان کی نسبت موت کا گمان نہ کرنا چاہیے۔ بہ رضائے الٰہی اولیاء اللہ کی روح جس جگہ ہوتی ہے۔ وجود بھی بحیثیت سایہ کے روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ان کی روح کا

تعلق اپنے مزار سے ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ شیخ اپنے سے اس شخص کو دور کر دیتا ہے۔ جو دوسروں کی تکمیل اور تلقین کے قابل ہوتا ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ولیکن جو شخص خود پرورش طلب ہو وہ دوسروں کی تربیت کس طرح کر سکے گا۔ شیخ اسے اپنے سے ہرگز دور نہیں کرتا۔

نقل ہے: مولوی گل محمد احمد پوری اپنے شیخ حضرت قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم کو بخار آنا شروع ہوا میں نے دل میں خیال کیا کہ حضور سے دریافت کروں کہ عارضہ سے کیا صورت حال وقوع پذیر ہوگی۔ حضرت میرے اس دلی خیال سے واقف ہو گئے اور فرمایا کہ سالک کو چاہیئے کہ وہ اس قسم کے سوالات شیخ سے نہ کرے بلکہ اپنے مراقبہ کے ذریعہ معلوم کرے۔

نقل ہے: خلاصۃ الفوائد میں ایک روز حضرت کی مجلس میں گفتگو اہل شہود ہو رہی تھی۔ آپ نے حضرت خلیفہ نور محمد صاحب نارووالہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ وہ اہل شہود جو منکر وجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قال ہیں کیونکہ اگر ان کو فی الواقع شہود ہوتا تو وجود کا انکار نہ کرتے خلیفہ صاحب نے عرض کی قبلہ واقعی بعض اہل شہود کا درجہ شہود سلب ہو جاتا ہے تو وہ منکر وجود ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں سچ ہے مگر ان میں اگر کسی کو مشاہدہ ہو بھی سہی تو وہ اسے گمان اور ظن جانتے ہیں۔ اگر حقیقت جانتے تو مشاہدہ حقیقی کے منکر کیونکر ہوتے۔ مثلاً کسی شخص نے ملتان دیکھا ہے یا لاہور لیکن ممکن نہیں کہ وہ انکار کر سکے۔

نقل ہے: کہ ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں یہ عرض کی

بیت

پردہ ندارد نگاہ دلبر ما تو خود حجاب خودی حافظ ازمیاں بر خیز

آپ نے فرمایا اگر پردہ ہو تو پردہ رکھے۔ سوائے اس ہستی موہوم کے اور کوئی پردہ نہیں یعنی اگر تجلے علمے کہ حجاب اکبر ہے فکر سسالک میں نہ رہے تو بجز ذات اقدس کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ تمام علائق و خلائق اس وجود کے ساتھ وہم ہیں۔ جب یہ مرتفع ہو جائیں تو تمامی علائق مندفع ہو جاتے ہیں جیسا حضرت مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بیت

صورت خود را شکستی سوختی صورت گل راشکست آموختی

لیکن سوائے اس پردہ کے شاہد اہل پردہ جلوہ فرما نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص اس کی تاب دیدار نہیں رکھتا۔ چنانچہ مولانا جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔

بیت

چنانچہ مولانا جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔

باگل رخے خویش گفتم ای غنچہ دہاں ہر لحظہ مپوش چہرہ چوں عشوہ گران

زد خندہ کہ من بعکس خوبان جہاں در پردہ عیاں ہاشم دبے پردہ نہاں

توفیقہ شریف میں ہے کہ سایہ نے زبان حال سے درخت کو کہا کہ تو میرے اور آفتاب کے درمیان حجاب ہے چاہیے کہ تو ہمارے درمیان حائل نہ ہوتا کہ میں نور آفتاب کو پیوستہ دیکھ سکوں۔ درخت نے سایئے کہ جواب دیا۔ واقعہ میں تیرے اور آفتاب کے درمیان حجاب ہوں لیکن اگر میں درمیان سے اُٹھ جاؤں تو تو خود بھی نہ رہے۔ اسی طرح

جب تجلی علمے فکر سالک میں نہ رہے تو ذات مقدس کا اسم و رسم تک بھی علم سالک سے مفقود ہو جائے اور تمام محویت ہو جائے۔ سالک جب تک طے سلوک میں مشغول رہتا ہے۔ تجلی علمے اس کے فکر میں رہ جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تجلی علمے کو عین وجہ بقا ہے تمام تر نہیں اُٹھ سکتی اس لئے حضرت نے فرمایا کہ اگر پردہ ہو تو پردہ رکھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نقل ہے: کہ آپ ایک مرتبہ حضرت قاضی محمد عاقل صاحب کے صاحبزادے قاضی احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی شادی پر تشریف لے گئے۔ ایک روز مسجد شریف میں حضرت رونق افروز تھے۔ اور تمامی زائر و خلفاء بھی حاضر تھے۔ کہ مولوی احمد واعظ نے گستاخانہ طور پر عرض کیا۔ کہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب منیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں۔ کہ طعام المرید حرام علے الشیخ پس آپ مردوں کی دعوت کیوں قبول فرماتے ہیں۔ آپ نے فی الفور جواب دیا کہ دنیا میں کسی کا درجہ صحابہ کرام کے برابر نہیں۔ اور نہ کسی بزرگ کا مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی دعوت قبول فرماتے تھے اور ایسی مثال ہمارے لئے کافی ہے۔ یہ شافی جواب پا کر مولوی چپ ہو رہا اور چلا گیا۔ مگر بعد ازاں آپ نے حضرت خلیفہ نور محمد صاحب نارووالہ علیہ الرحمۃ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ہم نے مولوی کو ظاہری جواب دیا ہے شیخ کے کلام کی تاویل ہونی چاہیے۔ خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ ہاں غریب نواز پس ان بزرگوں اور مولوی صاحبان سے مشورہ کر کے جو حضرت کے ساتھ تھے حسب رضاء حضرت کلام شیخ کے یہ معنی مقرر فرمائے کہ مرید کو تناول طعام میں خواہش نفسانی ہوتی ہو اور شیخ جو درجہ تسلیم کو پہنچ چکا ہے۔ اس کے تمام

کام رضائے حق کے لئے ہوتے ہیں۔ بلکہ فاعل ذات باری ہوتی ہے۔ اور بندہ بمنزلہ آلہ کے پس شیخ کو تناول طعام بخواہش نفس حرام ہے۔ بلکہ اس کا تناول طعام برائے امتثال امر خداوندی کلوا و اشرابوا کے ہوتا ہے خواہش نفس کی واسطے طعام کھانا شیخ کے لئے تنزل کا موجب ہے۔ کیونکہ سالک کا منصب ترقی ہے۔ نہ کہ تنزلی۔ اسی طرح میں نے بہت سے بزرگوں سے سنا ہے جس کو کہ مولوی گھلوی نے بھی نقل کیا ہے۔ نقل ہے: ملک گولو قوم چنٹھر جو علاقہ بہاول پور کا ایک زمیندار تھا۔ اور حضرت قبلہ عالم کا غلام راسخ الاعتقاد تھا۔ اس نے حضور کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ کہ میرے رشتہ دار مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں۔ اور ہر وقت ایذا کے درپے ہیں۔ اور میری ہلاکت کا قصد رکھتے ہیں کرم فرماویں اور غلام پر نظر غور ہو۔ تا کہ ان کی شراتوں سے محفوظ رہوں حضور نے واپس جواب میں اس کو یہ شعر رقم فرمایا

شعر

زباں باش تاپو ستینت درند — کہ صاحب دلاں بار ثو خاں برند

یعنی زبان کی طرح رنج کشی اور نفع رسانی میں کوشش کرتا کہ خداوند کریم تجھے اپنے صبر کا اجر عظیم عطا فرمادے۔ اور تیرے بدخواہوں کو ان کے اعمال کی جزا دیوے جیسا کہ حضرت گنج شکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بیت

ہر کہ او در راہ من خارے نہد من گل نہم — او سزائے خار یابد من جزائے گلبرم

جب یہ سرفراز نامہ ملک مذکور کو پہنچا تو اس نے حضرت کے فرمان واجب الاذعان پر عمل کیا حضرت کی برکت دعاء سے ملک مذکور کو مرتبہ اعلے نصیب ہوا کہ مقرب بارگاہ نواب

محمد بہاول خاں رئیس است ہوا۔ کہ ابھی تک بھی اس کی اولاد خوش اور مرفہ الحال ہے اور بہت ہی قلیل عرصہ میں اس کے دشمن ذلیل اور پائمال ہو گئے۔

بیت

ہر آن کہ استعانت زدرویش برد اگر برفریدوں زد اوبیش برد

خلاصتہ الفواید میں نقل ہے: کہ ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ کی مجلس میں عرض کہ مردوں کی روحیں دس سال تک واپس گھر میں آتی ہیں۔ اور جو کچھ کہ ان کی ارواح کو دیا جاتا ہے وہ بھی انہیں پہنچ جاتا ہے۔ اس پر دوسرے شخص نے کہا کہ شاید صالح لوگوں کی روحیں گھروں میں آتی ہوں گی جو لوگ کہ خود گرفتار ہوں۔ ان کی روحیں کس طرح گھروں میں واپس آتی ہوں گی۔ حضرت نے فرمایا کہ تمام قسم کے آدمیوں کی روحیں واپس گھروں میں آتی ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ فاتحہ دینا ارواح کو بھی مرغوب ہے۔ اور ان کی نیاز کھانا پکا کر تقسیم کرنا بہت مفید ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس طعام کا عوض دنیا میں بہت جلد عطا فرماتا ہے بعدہ تبسم کر کے فرمایا کہ جاہل تو فاتحہ دینا نہیں جانتے اور عالم روٹی دینا نہیں جانتے۔

نقل ہے: میاں محمد اصلح نے جو آپ کے غلاموں سے تھا عرض کیا۔ کہ سور المومن شفاء سے مراد مومن کامل ہے۔ کیونکہ اگر اس سے مطلق مومن مراد ہو تو پھر ایک مریض کو ایک شخص کا جھوٹا پانی پلا دینے سے شفا کیوں نہیں ہو جاتی شاید کہ وہ جھوٹا مرض کبر و عجب کے واسطے شفا ہے آپ نے فرمایا اگر مومن سے مراد محض انسان کامل ہو تو پھر دوسرے کہاں جائیں۔ نہیں بلکہ مومن سے مراد تمام انسان کہ جھوٹا ان کا بھی اپنے انداز اور مدارج کے موافق شفا ہے۔ دوسرے کے واسطے جیسا کہ بہت عرصہ کے مریض کے

واسطے بہت مدت معالجہ درکار ہے۔ اسی طرح ہمیشہ مومن کا جھوٹا پلانے سے بھی مریض کو ضرور شفا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہے خلاصۃ الفوائد میں نقل ہے: میرے والد مرحوم اپنے پیرو مرشد حضرت حافظ محمد جمال ملتانی نور اللہ مرقدہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ایک دفعہ ملتان تشریف لائے اور از راہ کرم میرے غریب خانہ پہ قیام فرمایا رات کو صرف مجھے ہمراہ لے کر آپ نے حضرت بہاؤ الدین زکریا اور حضرت رکن العالم رحمۃ اللہ علیہما کی زیارت کی و تشریف لائے جب زیارت کر کے واپس ہونے لگے تو مائی مانو جیو نے جو کہ اس وقت متولیہ درگاہ حضرت بہاؤ الدین زکریا تھیں۔ ایک خادمہ بھیج کر عرض کیا کہ میں نے حضور کی دعوت کی ہے مہربانی فرما کر قبول فرمایئے۔ اور میرے ہاں تشریف لایئے تا کہ میں دعوت پیش کروں حضور تشریف لے گئے ایک علیحدہ مکان میں آپ کو بٹھایا گیا کچھ دیر بعد کھانا آیا۔ آپ نے تناول فرمایا بعدہ مائی مذکور نے عرض کر بھیجا کہ میں ایک گذارش کرتی ہوں اگر حکم ہو تو کروں آپ نے اجازت دی چنانچہ پردہ لٹکایا گیا مائی صاحبہ نے پس پردہ آ کر حضرت کی خدمت میں یہ عرض کی کہ میں عالم رویا میں کرات بعد مرات دیکھتی ہوں کہ میرے گھر میں ایک چراغ روشن ہے جس کی ضو سے میرا تمام گھر روشن ہوا ہے اور کسی وقت چراغ گم ہو جاتا ہے۔ اور تمام روشنی زائل ہو جاتی ہے جس کے باعث میرا تمام گھر تاریک ہو جاتا ہے۔ یہ کیا حکمت ہے مہربانی فرما کر مطلع فرما دیں۔ حضرت نے فرمایا وہ چراغ تیرا نورِ ایمان ہے کہ جب وہ روشن ہوتا ہے تو تیرا تمام گھر کا شانہ منور ہو جاتا ہے اور جب تیرے شامت اعمال سے سلب ہو جاتا ہے۔ تو پھر تمہارا گھر بے نور ہو جاتا ہے۔ چاہیئے کہ درگاہ ایزدی میں توبہ کر۔ تا کہ حق جل شانہ تیرے گناہ معاف فرمائے اور نور ایمان تیرے نصیب

فرمائے مائی مذکور نے توبہ کی اور حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہو کے بہت سی نقد و جنس نذر گزرانی۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ علیہ الرحمت واپس ہونے لگے تو حضرت حافظ صاحب نے کچھ کھانا اپنی لنگی میں باندھ لیا اور روانہ ہوئے حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمت نے دیکھ کر فرمایا کہ حافظ جی آپ نے کیا کیا؟ کہ تمام لنگی خراب کر ڈالی عرض کی بندہ نواز! لنگی دھونے سے صاف ہو جائیگی لیکن میرے ضمیر نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اپنے پیر بھائیوں کو حضرت غوث صاحب کی دعوت سے محروم رکھوں یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب جب کسی غلام کو اپنے برادران طریقت سے الفت کرتا دیکھتے تو مسرور ہوتے اور اس کی بہت تعریف فرماتے اور جب کسی کو نفرت کرتا دیکھتے تو فرماتے کہ یہ شخص بیکار ہے۔ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ آنحضرت قبلہ عالم علیہ الرحمت اپنے وقت میں قطب مدار تھے۔ آپ کو ولایت عالمگیر حاصل تھی۔ قطب مدار ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتب مشائخ میں مرقوم ہے۔ کتاب بحرامعانی میں لکھا ہے کہ قطب عالم ہر زمانہ میں ایک ہوتا ہے جمیع موجودات کا وجود خواہ وہ اہل دنیا سے ہوں یا آخرت سے قطب عالم کے وجود سے قائم ہوتا ہے۔ وہ خدا سے بے واسطہ فیض حاصل کرتا ہے۔ قطب عالم کو قطب مدار و قطب ارشاد بھی کہتے ہیں کہ کونین کا دار و مدار و ارشاد اس پر ہوتا ہے۔ ملائکہ اسے عبداللہ کے نام سے پکارتے ہیں خواہ زمین پر اس کا کوئی نام ہو۔ قطب مدار کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ ایک شمال میں اور ایک جنوب میں شمالی وزیر کا نام عبدالملک ہوتا ہے اور جنوبی وزیر کا نام عبدالرب عبدالملک قطب مدار کی روح سے فیض حاصل کر کے علم علوی کو فائدہ پہنچاتا

ہے اور عبدالرب قطب مدار کے دل سے فائدہ لے کر عالم سفلی کو فائدہ پہنچاتا ہے جب قطب مدار اس دنیا سے رحلت کرے۔ تو عبدالملک اس کا قائم مقام ہوتا ہے عبدالرب کو عبدالملک کی جگہ پر مقرر کیا جاتا ہے اور ایک ابدال کو عبدالرب کا جانشین کیا جاتا ہے اسی طرح قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ قطب مدار کا یہ حق ہوتا ہے کہ کسی قطب یا ولی کو اپنے منصب سے معزول کر دے حق تعالے اس کے فیصلہ کو نہیں پھیرتا اور حضرت قبلہ عالم کے دلائل و آثار قطبیت پیداو ہویدا ہیں کہ محتاج تحریر نہیں آپ کے بعض مناقب اس خیال سے درج کرتا ہوں کہ اس خاندان عالیشان کے راسخ العقیدہ غلام اس کے مطالعہ سے بہرہ یاب ہوں چنانچہ نواب غازی الدین خاں مرحوم اپنی مثنوی موئفہ میں اس طرح لاتے ہیں۔

شیخ در حق اوچنیں فرمود — کیں زما ہرچہ بودہ است ربود

نیز ارشاد آں شہ دینست — کیں زماں قطب وقت خود پن است

پس جب آپ کے مرشد حقیقی حضرت مولانا فخر الدین محمد محب النبی نے آپ کی قطبیت پر گواہی دی ہے تو آپ کے مرتبہ قطبیت پر اس سے بین دلیل اور کیا سکتی ہے۔ آپ کے مرتبہ قطبیت پر مولوی محمد گھلوی خیر الاذکار میں فرماتے ہیں حافظ محمد سلمان پوری رحمت اللہ علیہا جو قبلہ عالم کے پیر بھائی تھے۔ کہتے تھے کہ میرے مرید ہونے سے پہلے حضرت قبلہ عالم اپنے شیخ کے حضور میں تھے۔ اس وقت بھی آپ قطب وقت تھے۔ نقل ہے: کہ ایک مرتبہ آپ کوٹ مٹھن سے ملتان تشریف لا رہے تھے رات کو ایک بستی میں قیام فرمایا آپ کے ساتھ فقراء کا ایک ہجوم تھا شب باش ہو کر صبح کو آپ آگے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے دوسرے دن میاں محکم دین صاحب السیر رحمۃ اللہ

علیہ اس بستی میں تشریف لائے ایک شخص نے ان کے لئے لذیذ غذا تیار کی ابھی میاں صاحب نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ کہ بے ساختہ اس شخص کے منہ سے نکلا کہ پیر ایسے ہونے چائیں جن کے آنے سے کسی کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو۔ اگلی رات فلاں بزرگ حضرت قبلہ عالمؒ نے فلاں مرید کے گھر اتنے آدمیوں سمیت قیام کیا ہے کہ بیچارہ اس سے سخت تباہ ہو گیا ہے۔ علاازیں آدمیوں کو بھی تکلیف ہوئی ہے۔ اس گفتار ناہنجار کے سنتے ہی میاں صاحب موصوف سخت غضبناک ہوئے اور وہاں سے فورا چل دیئے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ جس مکان میں قطب وقت کی شکایت ہو۔ وہاں قہر خداوندی نازل ہوتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس بستی کو اگ کیوں نہیں لگتی۔ یہ کہہ کر آپ تو روانہ ہو گئے دم بھر کے بعد اس شخص کے گھر کو آگ لگ گئی جس سے تمام بستی جل کر راکھ ہو گئی۔ چنانچہ سچ کہا گیا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خودرا داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

نقل ہے: ایک مرتبہ میاں محکم دین صاحب السیر قصبہ حسن پور میں تشریف لائے۔ اور حسب معمول خود سماع شروع کرا کے رقص کرنے لگے۔ اس قصہ کی خبر سید عالم شاہ کو ملی جو اس علاقہ میں متشرع اور بارسوخ شخص تھا۔ اور سلسلہ قادریہ میں متوسل تھا بہت سے لوگ جمع کر کے آیا۔ اور میاں صاحب موصوف کے آدمیوں کو زدوکوب کر کے بستی سے نکال دیا۔ میاں صاحب بہت غمگین ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ ایک اور بستی میں جو اس قصبہ کے قریب تھی قیام کیا۔ اتفاق سے دوسرے روز حضرت قبلہ عالم تشریف لائے۔ اور قصبہ حسن پور کی ایک مسجد میں نزول اجلال فرمایا آتے ہی۔ دو قوالہ بغرض گداگری وہاں پھرتے تھے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو انہوں نے گانا شروع کیا جس کے سنتے

ہی حضرت خلیفہ نور محمد صاحب حاجی پوری رحمت اللہ علیہ نے قوالوں کو بلا کر گانے پر مامور فرمایا آپ کے اکثر خلفاء کو وجدِ شوق و ذوق ہوا جب صوفیوں کی آواز بلند ہوئی تو سید عالم شاہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی وہ اپنی عادت کے مطابق بہت سے لوگ جمع کر کے بطریق احتساب آیا جب صحن مسجد میں پہنچا اس کی نظر حضرت پر پڑی۔ اس کے دل میں اس قدر رعب پڑا کہ کچھ بول نہ سکا چپ چاپ رہ گیا جب حضرت کے خلفاء سے وہ حالت فرو ہوئی تو سید مذکور نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے باوجود اس قدر بزرگی کے ایک امر غیر مشروع کو خصوصا مسجد میں جائز قرار دیا ہے۔ لوگ فعل مشائخ کو حجت پکڑتے ہیں حضرت نے جواب دیا کہ شاہ صاحب میں اور آپ استماع سماع میں برابر ہیں جرم ہے تو ان دو کا یعنی حضرت خلیفہ صاحب اور حضرت قاضی صاحب رحمت اللہ علیہما کا جو حد شرعی ہو۔ آپ ان پر بخوشی لگا سکتے ہیں یہ حاضر ہیں یہ شافی جواب سنکر سید مذکور دم بخود ہو گیا اور اس کے دل میں اس قدر اثر ہوا کہ حضرت کی دعوت کی اپنے مکان لے گیا صبح کو آپ تو تشریف لے گئے مگر جب اس تمام واقعہ کی خبر میاں محکم دین کو پہنچی۔ تو انہوں نے سید مذکور کہلا بھیجا کہ میرے ساتھ جو بدسلوکی تو نے کی۔ دیکھا اس کا انتقام میرے برادر مکرم یعنی حضرت قبلہ عالم نے تجھ سے اس طرح لیا۔ سید مذکور نے میاں صاحب کو جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ کا طالع رہبر ہے کہ ایسا بھائی رکھتے ہو جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور تمام اولیاء ہمعصر آپ کی ذات بابرکات سے فخر کرتے ہیں۔

نقل ہے: دیوان غلام رسول صاحب سجادہ نشین حضرت گنج شکر اللہ کے عہد سجادگی میں ان کے ملازمین میں سے ایک شخص نے ان کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہر

ایک شخص جو متوسل سلسلہ چشتیہ بہشتیہ ہوتا ہے اپنی وسعت کے مطابق نذر معین گزارتا ہے۔ مگر یہ صاحب مہاوری یعنی قبلہ عالم جو متوسل سلسلہ عالیہ ہے۔ اور حضرت گنج شکرؒ کا منظور نظر بھی ہے۔ اس پر حضور نے نذر معین نہیں فرمائی جو کچھ اس کی مرضی ہوتی ہے۔ حضور میں پیش کرتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے دیوان صاحب نے فرمایا کہ تم نے حضرت بابا صاحبؒ کے ملفوظ میں نہیں دیکھا کہ ایک تاجر جو ہندوستان سے خراسان کو جا رہا تھا حضرت کی خدمت میں عرض کی بندہ نواز میں مال کثیر اپنے ساتھ رکھتا ہوں راستہ پر خطرہ ہے۔ کرم فرما کر کوئی کلام بتائی جاوے جو پڑھتا رہوں۔ اور اس کی برکت سے رہزنوں کے شر سے امان پاؤں۔ آپ نے اسے فرمایا کہ پاکپتن سے لے کر اودے پور تک ہمارا نام لیتا جائے۔ جہاں تک میری حد سلطنت ہے ان دنوں ہماری حد حکومت اودے پور تک تھی اور وہاں سے ملتان تک برادرم بہاؤالدین صاحب رحمت اللہ علیہ کی حد ہے ان کا نام لیتا جا۔ راہ کے خطرات سے مامون رہے گا ان دنوں ہماری حد حکومت اودے پور تک تھی۔ اور اب اس برگزیدہ خواجگان چشت کے طفیل مشرق و مغرب ہمارے تصرف میں آچکا ہے اس پر کیوں کر نذر معین کی جائے بلکہ اگر ایک صاحب سعادت بیٹا فتوحات کا مالک ہو جائے تو عزت اور تحسین کا سہرا اس کے سر پر باندھ کر عزت افزائی کرنی چاہیے۔ نہ کہ دل شکنی الحمد اللہ علے ذالک۔

نقل ہے: کہ مولوی غلام رسول بہاولپوری روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مولوی متین الدین بہاولپوری نے بہ ایام عرس شریف حضرت خواجہ قبلہ عالم حضرت قبلہ رہنمائے گمراہاں عمیم الفیض والا متنان حضرت خواجہ محمد سلیمان کی خدمت میں کسی کام کے متعلق عرض کی آپ نے مولوی صاحب مذکور کو فرمایا کہ جاؤ۔ اور حضرت قبلہ عالم کی خدمت

عرض کرو مولوی صاحب مذکور خانقاہ شریف پر آئے۔ جب روضہ مطہرہ کے دروازہ پر پہنچے تو ان کو ایک شخص نے آواز دی مولوی صاحب نے مڑ کر دیکھا تو ایک خوبصورت و خوب سیرۃ آدمی ان سے کہہ رہا ہے کہ خبردار یہ مزار حضرت قبلہ عالم علیہ رحمت کا ہے جو سلطان زمین و زمان ہے نہایت ادب و احترام سے جاؤ اور اپنی حاجت پیش کرو۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ یہ قبر ہے۔ اس میں ایک میت مدفون ہے یہ کہتے ہی گم ہو گیا۔ ہر چند مولوی صاحب نے تلاش کی مگر نہ ملا غالبا موکل الٰہی تھا جس نے مولوی صاحب کو متنبہ کیا اور واپس ہوا۔

نقل ہے: کہ میاں خان محمد کہرل سکنہ بستی جھڈاں بیان کرتا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ روضہ مطہرہ حضرت قبلہ عالم کے درووازہ پر ایک تخت شاہانہ بچھا ہوا ہے۔ جس پر حضرت رونق افروز ہیں تمام خدآم حاضر ہیں دوسرے بھی بہت سے لوگ ہیں جن کو میں نہیں پہچان سکتا اور ہر شخص اپنی اپنی حاجت و مطالب عرض کر رہا ہے کسی استدعاء کو شرف قبولیت بخشتے ہیں اور کسی کے عرض کو معرض التوا میں ڈالتے ہیں حاضرین میں سے ایک شخص اٹھا۔ اور اس نے حضرت کی خدمتمیں دیرے سال نائیس مہاجن کی سفارش کی کہ غریب نواز کہ مہاراجہ بیکانیر ناراض ہو گیا ہے اور اسے جلا وطن کر دیا بیچارہ در در بھٹک رہا ہے غریب آوارگی کے ہاتھوں خراب ہو چکا ہے کرم فرما کر اس کی حالت زار پر رحم فرمائیں کہ راجہ اسے اپنی جائے سابقہ پر بحال فرما دے حضرت نے اس کی عرض کو شرف قبولیت بخشا اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کو فرمایا کہ میاں صاحب دیرے سال کو اپنی جائے سابقہ دلوادو۔ اور اس کا کام کو آپ سرانجام کرو۔ جب صبح کو بیدار ہوا۔ تو اندیشہ کیا کہ یہ محض خواب و خیال نہیں۔ ضرور اس میں

کوئی حکمت مستور ہوگی۔ چنانچہ میں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ کچھ دنوں کے بعد سنا کہ راجہ بیکا نیر نے دیرے سال کو بلوا کر سرفراز کیا ہے اور سات گاؤں جاگیر سابقہ میں اضافہ کر دیئے ہیں۔ اپنے وطن اصلی مہاجن کو ٹھاکری اسے دیدی ہے ابھی تک اس کی اولاد وہاں پر حکمران ہے بعض لوگوں نے راجہ کے سامنے اس کی مخالفت کی۔ مگر پھر بھی اس جاگیر سے دستبردار نہیں ہوئے۔

نقل ہے: ایک شخص ضعیف العمر مجاور خانقاہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقع قلعہ ہند قریب ڈیرہ غازیخاں کو حضرت قبلہ عالم و گنج شکر کی زیارت کا شوق ہوا حضرت قبلہ عالم کے غلاموں سے (جو وہاں کے رہنے والے تھے) کہا کہ جب ایام عرس شریف حضرت قبلہ عالم قریب ہو۔ اور تم جانے لگو۔ تو مجھے بھی خبر کرنا میں تمہارے ساتھ مہار شریف چلوں گا پھر وہاں سے پاک پتن شریف عرس مبارک حضرت بابا صاحب پر حاضر ہونگا۔ رات کو اسے عنایت اللہ شاہ صاحب کی زیارت ہوئی کہ فرماتے ہیں کہ تو مجھ سے دور مت ہو۔ ان شاء اللہ میں تجھے نہیں ان حضرات کی زیارت سے مشرف کرادوں گا چنانچہ اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا جب محرم کی پانچویں تاریخ آئی جو حضرت گنج شکر رضی اللہ عنہ کے عرس شریف کا دن تھا مجاور حسب دستور شاہ صاحب کے روضہ کے دروازہ پر بیٹھا تھا کہ ایک شخص خوبصورت و فاخرہ لباس پہنے ہوئے آیا اور اسے کہنے لگا اگر تمہارا ارادہ پاکپتن شریف حضرت بابا صاحب کے عرس شریف پر جانے کا ہے تو میرے ساتھ چلو میں تجھے چند گھنٹوں میں پہنچا دونگا مجاور نے سمجھا کہ شاید یہ شخص میرے ساتھ ٹھٹھا کر رہا ہے کہا میاں تجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ سفید ریش بوڑھے آدمی کے ساتھ خصوصا میں ایک بزرگ کا مجاور ہوں ٹھٹھا کرنے لگا ہے اس

نے جواب دیا تم یقین جانو کہ میں تیرے ساتھ ٹھٹھا نہیں کرتا۔ بلکہ جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے تب مجاور نے خیال کیا کہ شاید کوئی موکل الٰہی ہو جو میرے ساتھ ایسی باتیں کرتا ہے۔ آخر اس کے ہمراہ ہولیا کچھ دیر چلا تھا کہ اسے ایک بلند ٹیلہ نظر آیا دور سے پہاڑ کی طرح مجاور نے دریافت کیا کہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ شہر پاکپتن شریف ہے القصہ دونو نے روضہ مطہر حضرت گنج شکر پر پہنچ کر زیارت کی لیکن وہ شخص جو مجاور کے ہمراہ تھا بخلاف دوسرے لوگوں کے جو روضہ مقدسہ کے دروازہ پر خاک بوسی یا دعا طلبی کر رہے تھے روضہ شریف کے کی طرف بہت مودبانہ سلام کرتا ہے مجاور نے متحیر ہو کر پوچھا یہ کیا ماجرہ ہے؟ کہ تمام لوگ تو دروازہ پا حاضر ہو کر مراسم نیاز ادا کر رہے ہیں اور تو اوپر کو اس کی کیفیت بتلا اس مرد نے کہا تم ان باتوں میں مت پڑو۔ مجاور بہت مصر ہوا۔ کہ جس مہربانی اور عنایت سے تم نے مجھے یہاں پہنچایا۔ اب مہربانی کر کے اس راز سے بھی واقفیت دیں اس نے کہا کہ اہل اللہ عامۃ الناس کی طرح زمین میں مدفون نہیں رہتے بلکہ ان کی روح پر فتوح اس آشیان عالیشان کی طرف بھی پرواز کرتی ہے جہاں سے یہ آیا ہوا ہوتا ہے۔ مگر فیضان خلق کے لئے جائے دفن مقرر ہوتی ہے کہ اس مقدس مقام کی برکت سے لوگوں کے حل مشکلات ہوتے ہیں اس لئے تم لوگ مزار متبرکہ کی جانب رجوع کرتے ہو۔ اور میں حضرت گنج شکر کی ذات اقدس کی زیارت سے مشرف ہو رہا ہوں جو روضہ مطہرہ کے اوپر تشریف رکھتے ہیں۔ مجاور نے کہا کہ مجھے بھی حضرت کی زیارت سے مشرف فرمایا اس کو گویہ اہلیت نہ تھی۔ مگر اس نے اسے بھی حضرت کی زیارت سے مشرف فرما دیا کیا دیکھتا ہے کہ روضہ شریف کے اوپر دو تخت شاہانہ بچھے ہوئے ہیں۔ ایک پر دو بزرگ ایک دوسرے کے مقابل تشریف فرما ہیں اور دوسرے پر

چند اور مردان خدا تشریف رکھتے ہیں مجاور نے پوچھا کہ یہ کون کون صاحب ہیں۔ جواب دیا کہ وہ دو بزرگ جو ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہیں۔ حضرت بابا گنجشکرؒ و حضرت قبلہ عالمؒ ہیں اور دوسرے تخت پر جو بیٹھے ہیں۔ وہ دوسرے خواجگاں ہیں۔ ایک شخص فرد ہاتھ میں لئے حضرت بابا صاحب کے پیچھے کھڑا سنا رہا ہے مجاور نے پوچھا یہ کیا سنا رہا ہے۔ اس مرد نے جواب دیا کہ ان آدمیوں کے نام حضرت بابا صاحب کی خدمت میں سنا رہا ہے جو حضرت کے عرس مقدس پر حاضر ہوئے ہیں مجاور نے کہا اگر مجھے اجازت ہو تو اوپر جا کر حضرت کی قدمبوسی کروں۔ اس مرد نے کہا ممانعت تو نہیں مگر ہماری غرض اہل اللہ کی زیارت تھی جو خدا کے فضل سے نصیب ہوئی مجاور نے کہا اگر آپ فرمائیں تو ان لوگوں کے نام سن لوں جو عرس شریف پر حاضر ہوئے ہیں اس نے کہا کوئی حرج نہیں چنانچہ مجاور نے قریب جا کر سنا کہ وہ شخص ان تمام لوگوں کے نام حضرتؒ کی خدمت میں عرض کر رہا ہے جو اطراف ممالک سے عرس شریف کی شمولیت کے واسطے حاضر ہوئے تھے جب ڈیرہ غازیخاں کی باری آئی۔ تو ان تمام لوگوں کے نام حضور میں پیش ہوئے جو آئے ہوئے تھے اور اس شخص نے یہ بھی عرض کیا کہ سید عنایت اللہ شاہ اور اس کا مجاور بھی آئے ہوئے ہیں اس پر حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ ہاں ہم نے بھی سید عنایت اللہ شاہ اور اس کے مجاور کو دیکھا ہے۔ تب مجاور نے جانا کہ میرے ساتھ شاہ صاحب ہیں جو انہوں نے جواب میں وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں زیارت کرادوں گا چنانچہ ایفائے عہد کے لئے مجھے یہاں لائے ہیں مجاور نے پوچھا کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب جا پہنچا ہے۔ اور روضہ شریف کا دروازہ ابھی تک نہیں کھلا شاہصاحب نے فرمایا کہ ابھی تک حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد محبوب الہی تشریف نہیں

لائے۔ رضی اللہ عنہ بھی کھڑے۔ ہوئے کہ اچانک آپ تشریف لائے۔ سب صاحبان نے ملاقات کی۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کے پہلو میں تشریف فرما ہوئے اس زمانہ میں سجادہ نشین دیوان محمد یار صاحب تھے کہ تشریف لے آئے اور روضہ مطہرہ کا دروازہ کھولا۔ ہر شخص نے داخل ہو کر شرف زیارت حاصل کیا۔ مجاور مذکور نے شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ کہ دوسرے تمام صاجہان حضرت بابا صاحبؒ سے بہت دور بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت قبلہ عالم آپ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ شاہ صاحب نے کہا۔ اگرچہ سب صاحبان اہل کمال وصاحب معرفت تھے۔ مگر قبلہ عالم پر خدا نے اپنی خاص رحمت نازل کی ہوئی ہے۔ اور خصوصا ان پر حضرت بابا صاحب کی کمال شفقت اور نوازش ہے کہ انہیں تمام اولیاء سے برگزیدہ فرما کر اپنی خاص نشست کے ساتھ بٹھا کر سرفراز فرمایا ہے۔ پاکپتن شریف سے واپس ہوتے وقت مجاور نے ان آدمیوں کے پاؤں پر جن کے ساتھ آنے کا وعدہ کیا تھا اور نہ آیا تھا ایک نشان لگا دیا جو انہیں محسوس نہ ہو سکی۔ اور اپنے تئیں ان سے پوشیدہ رکھا اور شاہ صاحب کی امداد سے فی الفور جائے اصلی پر پہنچ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ لوگ جو واپس ہوئے تو انہوں نے مجاور کو طعنہ دیا کہ تو نے ہمارے ساتھ جانے کا وعدہ کیا تھا اور بعد میں پورا نہ کیا مجاور نے وہ نشان جوان کے پاؤں میں لگایا تھا دکھلا دیا۔ اور اپنے تمام تر قصہ سے آگاہ کیا۔ واللہ اعلم بالصواب کاتب الحروف نے یہ نقل مولوی غلام رسول صاحب جتڑ بہاولپوری کی زبانی سنی ہے۔ اور انہوں نے ان لوگوں سے سنی جنہیں خود مجاور مذکور نے بیان کی تھی۔

نقل ہے: ایک دن حضرت مولانا و مرشد نا فخر الدین محب نبیؒ کی محفل مشاکل میں خواجہ محمد ترکمان رحمۃ اللہ عنہ کا تذکرہ ہو رہا تھا جن کی خانقاہ قصبہ نارنول میں

واقع ہے۔ کہ بہت باکمال شخص تھے جو شخص آپ کی خدمت میں ایکسو روپیہ نذر پیش کرتا اسے زیارت حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرماتے حضرت مولانا غریب نواز نے فرمایا کہ واقعہ اس طرح ہے مگر ہمارے پنجابی یعنی حضرت قبلہ عالمؒ پر خداوند کریم کا وہ کرم ہے۔ کہ جو شخص صدق ارادت سے اس کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو اسے خدادِ کھادیتا ہے اور لیتا بھی کچھ نہیں۔ سبحان اللہ بحمدہٖ

نقل ہے: ایک مرتبہ میاں محکم دین صاحب السیر علیہ الرحمۃ شہر فرید میں تشریف لائے لوگوں میں مشہور ہوا کہ ایک بزرگ خراسان سے آئے ہیں جو وظیفہ بتلاتے ہیں جس سے حضور سراپا نور شافع یوم النشور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ افواہ سنکر محمد یوسف قوال جو قصور کا باشندہ اور حضرت اور حضرت قبلہ عالمؒ کے غلاموں میں سے تھا اور بہت مدت سے مہار شریف میں رہتا تھا شہر فرید روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں وضو کرنے کی غرض سے ایک کنویں پر گیا میاں محمد عظیم نامی ایک نیک شخص جو حضرت قبلہ عالمؒ کے غلاموں میں سے تھا گدھی پر بیٹھا بیلوں کو چلا رہا تھا اس نے محمد یوسف سے پوچھا کہاں جا رہا ہے کہا شہر فرید پوچھا کس مطلب سے؟ اس نے کہا کہ وہاں ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں جو وظیفہ بتلاتے ہیں جس سے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے اسی لئے جا رہا ہوں تا کہ میں بھی حضرت سرور کائنات صلعم کی زیارت سے مشرف ہوؤں۔ میاں محمد عظیم نے کہا وضو کر لے اور اس لکڑی کو جس سے میں تکیہ لگائے بیٹھا ہوں۔ پکڑ لے اور میرے پیچھے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلتا آ۔ خدا نے چاہا تو تجھے حضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا محمد یوسف نے اسی طرح کیا یعنی جب تک میاں محمد عظم کے ساتھ پھرتا رہا حضرت سرور کائنات ﷺ کی

زیارت سے مشرف ہوتا رہا جب سیر ہو چکا تو آنکھیں کھول دیں شکر خدا بجا لایا۔ میاں محمد عظیم نے اسے سخت تہدید کی افسوس کی بات ہے تو اس مطلب کی خاطر اپنے بے نظیر شیخ کو چھوڑ کر دو بزرگوں کی خدمت میں جا رہا تھا وہاں تجھے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ

با گر بہ وسگانش حق داد صد کرامت

فائدہ: آپ کے کشف و کرامات اور خوراق عادات بے شمار ہیں باوجود اس کے کہ آپ کو ہرگز پسند خاطر نہ تھے مگر پھر بھی آپ سے کرامات کا ظہور ہو جاتا تھا اگر تمام عمر بھی انہیں تحریر کیا جائے ختم نہ ہوں گے مگر بطور تبرک کے ان میں سے چند حوالہ قلم کرتا ہوں تا کہ طالبان کو اس کے مطالعہ سے فائدہ پہنچے۔

نقل ہے: ایک جوگی جو سحر کاری میں مہارت رکھتا تھا کسی علاقہ سے اجمیر شریف عرس کے موقع پر آیا اس زمانہ میں مرہٹوں کی عملداری تھی اتفاقاً حضرت قبلہ عالم بھی دہلی سے اجمیر شریف خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کی شمولیت کی خاطر تشریف لے گئے تھے جوگی مذکور نے کوئی ایسا جادو کر رکھا تھا کہ محفل سماع میں کسی صوفی کو وجد و ذوق نہ ہوتا تھا جس سے عموماً مجلس سماع بے رونق رہتی خدام اور دیوانصاحب اس واقعہ سے حیران تھے سید معصوم علی شاہ نے جو علاقہ پنجاب کی طرف سے وکیل دعا اور حضرت قبلہ عالمؒ کی ذات گرامی سے واقف کار تھا۔ اس نے دیوان صاحب اور دوسرے خدام سے بیان کیا کہ ایک صاحب کمال بزرگ حضرت مولانا فخر جہاں ؒ کے خلفاء یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی خدمت میں چلنا چاہیے امید ہے کہ اس عقدہ مشکل کی حل انہیں سے ہوگی۔ چنانچہ دیوان صاحب و خدام حضرت کی خدمت میں آئے اور

عرض کی باعث تعجب ہے کہ حضور جیسے برگزیدہ شخص سلسلہ چشت اہل بہشت کے ہوتے ہوئے بھی محفل سماع ایک سحر کار کے جادو سے بے رونق رہے حضور محفل سماع میں تشریف لے چلیں تا کہ مجلس میں رونق ہو۔ اور ہمارا یہ عقدہ حل ہو جس کی خاطر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ آپ نے ان لوگوں کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور مجلس سماع میں تشریف لے گئے وہ جوگی اور اس علاقہ کا صوبیدار بھی اس محفل میں موجود تھے الغرض خدا کی عنایت سے اس قدر ذوق وشوق مجلس سماع میں پیدا ہوا جو زائد تحریر ہے اور وہ جوگی بھی حضرت قبلہ عالمؒ کا والہ وشیدا ہو کر آپ کے گرد طواف کرنے لگا۔ اور یہ کہتا تھا کہ اس گرو کا کیا کہنا جس کا یہ چیلا۔ وہ جوگی اور دوسرے بہت سے کفار اس دن مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضرت کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔

فرد

نگاہت دشمناں را دست کردہ اثر ہادر رگ و در پوست کرد
ایں نگاہست کہ از سطح فلک در گذرد پردہ دل چہ درد پردہ افلاک درد

نقل ہے: عبدالرحمان قوال بہت خوش الحان اور حضرت کا منظور نظر اس سے کوئی امر خلاف مرضی حضرت سرزد ہوا جس سے آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ اس کو میرے پاس نہ آنے دو حضرت کی ناراضگی کی وجہ سے غریب کو تپ دق لاحق ہو گیا۔ اور پانچ چھ مہینے اسی حالت میں گذر گئے کہ بجز پوست وہڈیوں کے اس کے وجود میں کوئی چیز نہ رہی ایک دن وہ نواب محمد غازی الدین صاحب کو حضرت کی خدمت میں اپنا شفیع بنا کے لایا مگر پھر بھی آپ نے اس پر نظر شفقت نہ فرمائی نواب صاحب نے کہا کہ کچھ کہو۔ اس نے کمال درد کی حالت میں سریلی آواز میں حضرت کی خدمت میں یہ رباعی پڑھی۔

نمیر د آں کہ جانا نش تو باشی خوش آں درد یکہ درمانش تو باشی
چہ پرسی دین و ایمانش کسے را کہ ہم دین و ہم ایمانش تو باشی

اس کے سننے کے حضرت پر ایک عالم وجد طاری ہوا کچھ دیر بعد عبدالرحمٰن کی طرف تبسم ہو کے فرمایا کہ سید میرن شاہ صاحب کے حجرے میں جا کر نہائیے۔ امید ہے کہ تجھے شفاء ہو جائے گی۔ اس نے حسب ارشاد اسی طرح کیا فی الفور اس مرض سے شفایاب ہو گیا۔ **الھم ارزقنا رضا لشیخ و متابعتہٖ فِی امور الدنیا والدین۔ آمین**

نقل ہے: ایک مرتبہ آپ بموقعہ عرس شریف حضرت گنج شکرؒ پاکپتن شریف تشریف لے گئے آپ کے ساتھ خلفاء اور دوسرے ارادت مند بھی تھے وہاں صابری بھی آئے ہوئے تھے جن کا سلسلہ حضرت مخدوم علی احمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ اپنی مجلس سماع حضوری دروازہ کے آگے منعقد کریں گے اور نظامیؒ اپنی سماع کی محفل بہشتی دروازہ کے آگے منعقد کریں آپ نے جب یہ سنا تو اپنے حلقہ میں منع فرمایا کہ کوئی شخص صابریوں کے سماع میں نہ جائے چنانچہ حضرت کے غلاموں میں سے کوئی شخص بھی ان کی مجلس سماع میں نہ گیا۔ قوالوں نے ہر چند نغمہ سازی کی کوشش کی مگر صابریوں میں سے کسی شخص پر وجد یا ذوق کا عالم طاری نہ ہوا اور نہ ہی قوالوں کو کچھ حاصل ہوا لوگ اس واقعہ سے بہت متحیر ہوئے۔ یہ زمانہ سجادگی دیوان غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا آپ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی کہ آپ نے ایک خاص آدمی کی معرفت حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ یہاں بھی تشریف فرما ہیں اور مجلس سماع میں نہیں تشریف لاتے باعث تعجب ہے حضرت نے کہلا بھیجا کہ ہم تو غلام اور مسلا آدمی ہیں محض زیارت اور آستنہ بوسی کی خاطر حاضر ہوتے ہیں نہ اس لئے

کہ سماع سنیں اور رقص کریں اس فرستادہ نے یہی جواب ہو بہو اس طرح واپس جا کر دیوان صاحب کو سنایا دیوان صاحب یہ سنتے ہی فورا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ خداوند کریم نے آپ کو اپنے خاص الطاف سے مالک سلسلہ چشتیہ نظامیہ و فخریہ کیا ہے اور حضرت گنج شکرؒ نے بفرمان ایزیدی دونوں جہاں کی نعمت حضرت سلطان المشائخ کو عطا فرمائی اور ہم فقیر بھی اس لنگر سے لقمہ خور ہیں۔ اگر آپ محفل شریف میں قدم رنجہ نہ فرمائیں تو عرس شریف کی رونق کس طرح ہوگی اور ہمارا کیا حال ہوگا۔ حضور کرم فرما کر ضرور ہمارے عرض کو شرف قبولیت بخشیں۔ اور محفل سماع میں تشریف لے چلیں تا کہ حضور کے تشریف لے چلنے کی برکت سے عرس شریف رونق پذیر ہو۔ اگر چہ آپ کی مرضی نہ تھی مگر دیوان صاحب کے اصرار پر تشریف لے گئے۔ اتفاقاً بہشتی دروازہ کے سامنے قوال بلہ شاہ صاحب کی یہ ہندی کافی گا رہے تھے انہے احمد حمد ملکوت کہا انہے احمد ایہہ بن آیا یہ سنتے ہی آپ پر وجد کا عالم طاری ہوا اور حضرت گنج شکرؒ کے روضہ مطہرہ کا طواف کرنا شروع کیا حتے کہ ظہر سے لے کر عصر تک ایک طواف پورا ہوا۔ آپ کا پیراہن لوگوں کے مساس سے پارہ پارہ ہو گیا اور قوالوں کو بہت نقد و پارچات ملے معرکہ صابر یہ یہ حال دیکھ کر بہت نادم ہوئے اور ان کے قوالوں نے کف افسوس ملے۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

نقل ہے: کہ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئیں۔ بہت مدت گزری کہ شفایات نہ ہوئیں۔ ہر چند علاج معالجہ کرایا مگر کسی طرح افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن حضرتؒ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے مائی صاحبہ نے نہایت عجز سے عرض کی غریب نواز! بہت عرصہ گزر چکا ہے کہ اس موذی مرض میں گرفتار ہوں جس سے زندگی تلخ ہے کرم فرما

کر میرے حال زار پر جو قابل رحم ہے۔ رحم فرمائیں حضور کو بھی بمقتضائے اس بیت کے۔

تا نہ گرید طفل کے حلوا فروش بحر بخشایش کجا آید بہ جوش

ان کے حال پر رحم آیا منہ مائی صاحب کہ منہ کے قریب کر کے اپنی زبان مبارک کو ان کے دہن میں دکھ رہا کچھ دیر بعد زبان باہر نکالی۔ تو اس کا رنگ نیلگوں ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے دو تین دفعہ تھوک دیا جس سے زبان کا اصلی رنگ ظاہر ہو گیا۔ مائی صاحبہ کو اس وقت شفاء ہو گئی مگر حضرتؒ نے اس امر کی سخت تاکید فرمائی کہ خبردار میری زندگی تک اس راز کا فشانہ کرنا ورنہ تو تو مر جائے گی چنانچہ مائی صاحبہ نے اس واقعہ کے بعد اپنی تمام عمر یاد خدا میں بسر کی اور ہرگز دنیاوی مشاغل کی طرف رجوع نہ کیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد انہوں نے اس راز سے بعض خواتین کو جوان کی خواص تھیں۔ آگاہ کیا سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

نقل ہے: ایک مرتبہ آپ کوٹ مٹھن تشریف لے گئے اور حضرت قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں ایک مرض شدید لاحق تھی کہ اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے حضرت قبلہ عالمؒ کے تشریف لانے کی نوید مسرت سنی تو دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر حضرتؒ کے استقبال کو گئے اور آنحضرت کی قدمبوسی کی۔ حضرت خلیفہ نور محمد صاحب حاجی پوری بھی حضرت قبلہ عالمؒ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی مزاج پرسی کو گئے خلیفہ صاحب نے قاضی صاحب سے صحت کے متعلق دریافت کیا تو حضرت قبلہ عالمؒ نے زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ۔

لقاء الخلیل شفاء العلیل

محض اس فرمان کی برکت سے حضرت قاضی صاحب کو شفاء کلی نصیب ہوئی حتیٰ کہ آپ

کے بدن میں طاقت بھی عود کر آئی۔ اور فقراء کے کام میں حصہ لینے لگے سچ کہا گیا ہے۔

اولیاء راہست قدرت از الہ　　تیر جستہ باز گرداند زراہ

نقل ہے: ایک رات آپ اپنے بالا خانہ پہ استراحت فرما تھے اور مائی صاحب حضرت کے اہل خانہ بھی سوئے ہوئے تھے کچھ دیر بعد مائی صاحب بیدار ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضرتؒ کا جسم اطہر پھولا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ پلنگ کے چاروں طرف سے زیادہ ہو کر آسمان کو پرواز کر گیا ہے اور مائی صاحبہ کی نظروں سے غائب ہو گیا ہے اس معائنہ سے مائی صاحبہ پر خوف طاری ہوا یہاں تک کہ بدن میں لرزہ پڑ گیا کچھ دیر بعد دیکھا کہ آپ کا جسم شریف اعتدال پر ہے اور آپ پلنگ پر سوئے ہوئے ہیں اس سے اور بھی تعجب ہوا تمام رات نیند نہ آئی جب صبح ہوئی اور حضرت قبلہ عالم بعد نماز ورد وظائف سے فارغ ہوئے۔ تو مائی صاحبہ نے ماجراء شبانہ عرض کیا اور اس کا باعث دریافت کی آپ نے خشمناک ہو کر فرمایا تب بتاتا ہوں کہ تم کسی سے ذکر نہ کرو۔ مائی صاحبہ نے وعدہ کیا حضرت نے فرمایا جب عارف مقام محبوبی پہ پہنچتا ہے تو کبھی کبھی وہ لوگوں سے غائب ہو جاتا ہے کہ کوئی آنکھ سے اسے نہیں دیکھ سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ کا ایک مقام ہے جسے نور اسود کہتے ہیں کوئی سالک وہاں تک سوائے مرتبہ محبوبے کے نہیں پہنچ سکتا جب اس پر پہنچتا ہے تو لوگوں کی نظر سے مخفی ہو جاتا ہے عوام کہتے ہیں کہ غائب ہو گیا ہے اور وہ حاضر ہوتا ہے اسے محبوب جدانہ حقی سے اپنی طرف کھینچ کر اپنے لباس میں ملبوس کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کا وجود ستاروں کی مانند شعاع آفتاب سے محجوب ہو جاتا ہے اگر تو نے عورتوں کی طرح اس راز کو کسی سے کہہ دیا تو اس کے کہتے ہی مر جائے گی لہذا مائی صاحبہ نے حسب الامر جلیل القدر کسی سے نہ کہا۔ مگر حضرتؒ کے وصال کے بعد بعض عورتوں کو

جو اپنی خواص تھیں آگاہ کیا۔

نقل ہے: ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالمؒ تشریف فرمائے سیت پور ہوئے اور مخدوم سید محمود شاہ صاحب جو کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے غلامان راسخ الاعتقاد میں سے تھے ہمیشہ حضرت کے استقبال کو حاضر ہوا کرتے تھے لیکن اب کہ ان کو پتہ نہ لگا اور سواری اچانک دروازہ پر جا کھڑی ہوئی مخدوم صاحب اس وقت اپنے چار منزلہ مکان پر مع اپنے خواص کے بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتہً مخدوم صاحب کی نظر حضرت پر پڑی بے قرار اور بے اختیار ہو کر بالا خانہ سے چھلانگ لگا دی اور زمین پر آٹھیرے حضرتؒ کے رکاب کو بوسہ دیا پروانہ وار اس شمع ولایت پر نثار ہوئے مخدوم صاحب کے حاشیہ نشین اس واقعہ ہوش ربا کو دیکھ کر حواس باختہ ہو کر دوڑے نیچے آکر دیکھا تو مخدوم صاحب صحیح و سالم کھڑے ہیں واقعہ سچ کہا گیا ہے۔

ہر کہ جانبازی کند درراہ آں جان جہاں مے رسداز غیب اور ا ہر زماں جان دگر

نقل ہے: مولوی ضیاء الدین صاحب ایک بزرگ تھے مگر حضرت قبلہ عالم کے ساتھ زیادہ حسن عقیدت نہیں رکھتے تھے ان کو ایک بار حرمین شریف کی زیارت کا شوق پیدا ہوا حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں آئے اور رخصت ہوئے آپ نے ازراہ کرم فرمایا کہ مولوی صاحب اگر راستہ میں کہیں ضرورت پڑے تو فقیر کو یاد کرنا الغرض مولوی صاحب جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اتفاقاً سمندر میں طوفان آیا جس کی بدولت جہاز تھرانے لگا اہل جہاز کی جان پہ بن گئی ہر شخص گریہ وزاری کرنے لگا مولویصاحب بھی سخت مضطرب ہوئے کہ اس ثناء میں ان کو حضرت قبلہ عالمؒ کا فرمان ذیشاں د آیا۔ حضرت کو یاد کر کے فریاد کی۔ اور طالب امداد ہوئے اسی پیچ و تاب میں تھے کہ انہیں نیند آگئی عالم رویا میں

دیکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالمؒ مولوی صاحب کو فرماتے ہیں کہ خاطر جمع رکھو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہونے پائے گی۔ مولویصاحب بیدار ہوئے تو بہت بشاش تھے لوگوں نے دریافت کیا کہ اس وقت خوش ہونے کا کیا موقعہ ہے۔ جو تم اس قدر مسرور ہو رہے ہو۔ مولویصاحب نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ہم اس طوفان سے صحیح و سالم ہو کر نکلیں گے۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔ خداوند کریم ہمیں اپنے فضل و کرم سے مامون و مصون رکھے گا۔ خدا کی قدرت سے اسی وقت ہوا موافق چلی جس سے طوفان تھم گیا۔ اور تمام لوگ پرسکون ہوئے مولوی صاحب مع الخیر بیت اللہ شریف پہنچے اور عمرہ و حج کے ارکان بجا لائے حج پڑھتے وقت انہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت قبلہ عالمؒ دو آدمیوں کے فاصلہ پر مولوی صاحب سے دور کھڑے ہیں مولویصاحب نے حضرت کو اچھی طرح پہچان لیا۔ خیال کیا کہ بعد نماز قدمبوسی کروں گا جب نماز سے فارغ ہوا تو حضرت کو نہ پایا اس آدمی سے جا کر پوچھا جو حضرتؒ کے قریب کھڑا تھا کہ وہ شخص جو تمہارے پاس نماز پڑھتے وقت کھڑا تھا کون تھا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں مگر معلوم ہوتا تھا کہ اولیاء ہند سے تھے کیونکہ ہر سال اسی جگہ پر آ کر جہاں آج کھڑا تھا نماز پڑھتا ہے اور اس کے بعد ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا ہے یہ واقعہ سن کر مولویصاحب کو حضرتؒ کی ذات بابرکات سے بہت عقیدت ہو گئی جب بعد ادائے فریضہ حج مولوی صاحب مدینہ منورہ آئے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کے روضہ مطہرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو ارادہ کیا۔ کہ اپنی باقی عمر یہیں مدینہ عالیہ میں بسر کروں۔ مولویصاحب مدینہ منورہ صبح سے لے کر شام تک حرم شریف میں رہ جاتے تمام دن حضرت صلعم کے روضہ مطہر کی زیارت سے آنکھوں کو منور کرتے حرم شریف کا

معمول ہے کہ وہاں خدام رات کے وقت کسی کو نہیں ٹھہرنے دیتے اگر کوئی شخص شومئی تقدیر سے اندر رہ بھی جائے تو مر جاتا ہے اگر بالفرض زندہ بھی رہ جائے تو خادم قتل کر دیتے ہیں۔ ایک رات مولوی صاحب کو حرم شریف میں نیند آ گئی کسی ایسی جگہ پر سو گئے جو خدام کی نظر سے اوجھل تھی جب خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ میں حرم شریف میں ہوں خوف سے تمام بدن پر لرزہ طاری ہو گیا کہ صبح کو مجھ سے کیا سلوک ہو گا۔ اس خوف سے باقی رات نیند نہ آئی کچھ پہر رات باقی تھی کہ مولوی صاحب کے کانوں میں دو آدمیوں کی آواز آئی خیال کیا کہ بس اب یہ شخص مجھ کو مار ڈلیں گے۔ جب آواز قریب ہونے لگی تو معلوم کیا کہ ایک مرد ہے اور دوسری عورت۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ ضرور کوئی موکل الہی ہیں جو میرے قتل کو آ رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرت رسالت پناہ صلعم اور حضرت عائشہ صدیقہؓ تھے ام المومنین نے حضرت کی خدمت عرض کی کہ مجھے بیگانہ شخص کی بو آ رہی ہے چاہیے کہ اس کو قتل کر دیں آپ نے فرمایا کہ نہیں عائشہؓ نور محمد مہاروی نے اس شخص کو میرے سپرد کیا ہے۔ ام المومنین نے عرض کی کہ حضرت کو نور محمد مہاروی کی پاس خاطر اس قدر کہ اس کی پاس خاطر سے ایک واجب القتل کو آپ قتل نہیں کر رہے حضور نے فرمایا کہ ہاں حضرت رسالت پناہ ﷺ مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے ان کے سر پر ہاتھ مبارک رکھ کے فرمایا۔ کہ نور محمد مہاروی کو میرا سلام کہنا مولوی صاحب قدمبوس ہوئے مگر کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چنانچہ اس واقعہ کو مولویصاحب نے اپنی ایک ہندی نظم میں منظوم کیا ہے۔ بعدازاں حضور پرنور صلعم و حضرت ام المومنین داخل روضہ مطرہ ہو گئے جب صبح ہوئی۔ اور خدام نے دروازے کھولے تو مولوی صاحب سے کچھ باز پرس نہ ہوئی۔ اس کے بعد مولویصاحب کو حضرت

قبلہ عالمؒ کی زیارت کا از حد شوق ہوا بہت جلد مہار شریف کو روانہ ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے حضور میں جب حاجیوں کا ذکر ہوتا۔ تو آپ فرماتے تمام لوگ حج کو گئے ہیں دیکھئے ہمارا حاجی یعنی مولوی صاحب مذکور کس طرح واپس آتا ہے آخر الامر جب مولوی صاحب خدمت بابرکت حضرت قبلہ عالمؒ میں آئے تو حضور کے قدموں میں گر کر زار زار رونے لگے حضرتؒ نے ہر چند مولوی صاحب کے سر کو اوپر اُٹھانے کی کوشش کی مگر سر نہ اٹھاتے اور عرض کی اس شوق قدم بوسی نے تو مجھے مدینہ شریف نہیں ٹھیرنے دیا حضور مجھے اسے کیوں منع فرماتے ہیں۔ اور یہ تمام واقعہ اور سرگذشت سفر حضور میں عرض کی میں نے یہ نقل مولوی غلام رسول صاحب چنڑ بہاولپوری وعمویم میاں نصیر بخش صاحب سے سنی ہے۔ اور ان دونوں کو حضرت حافظ غلام حسن صاحب بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفہ تھے نے سنائی کہ انہیں خود مولوی ضیاء الدین صاحب نے اپنی زبانی بیان کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

نقل ہے: مولوی محمد گھلوی علیہ الرحمت کتاب خیر الاذکار میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ مہار شریف سے نارووالہ تشریف لائے جو حضرت کے خلیفہ خواجہ نور محمد ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسکن ہے اور چند دن وہاں ٹھہرے چونکہ وہ بستی چھوٹی سی تھی اور وہاں پاخانہ کی جگہ نہ تھی اس لئے قضائے حاجت کے لئے صحرا کی طرف تشریف لے جاتے تھے ایک دن آپ جنگل کو تشریف لے گئے جہاں آپ کے پاؤں کے نشان پڑ گئے اتفاقاً وہاں ایک ہندو عورت کا گزر ہوا جوں ہی اس کا پاؤں حضور کے نقش پاء پر پڑا وہ بے ہوش ہوگئی یہاں تک کہ اس کے وارث اسے اُٹھا کر گھر لے آئے اس دن سے جناب خلیفہ صاحب نے حضور کے پاخانہ کا انتظام ایک حویلی کر دیا تا کہ وہ مطلع انوار

سبحانی قضائے انسانی کے لئے باہر نہ جائیں۔

نقل ہے: مولوی گل محمد احمد پوری کتاب تکملہ میں لکھتے ہیں کہ مریضوں کو شفا بخشنا آپ کی خاصیت تھی مجھے بچپن میں مرض ام الصبیان کا دور ہوتا تھا میری قسمت جاگ اٹھی کہ ایک دن حضور اوچ کے شہر میں تشریف لائے جو میرا مولد ہے اتفاقاً مجھ پر دورے کی شدت نمودار ہوئی یہاں تک کہ میرے والدین مایوس ہو گئے مولانا محمد غیاث اس حال میں مجھے اُٹھا کر وہاں لے آئے اور حال عرض کیا حضور نے از راہ عنایت اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا گویا آب حیات بخشا فوراً شفاء ہو گئی اور زندگی تک مرض نے عود نہ کیا۔

بابل حضور کا اسم مبارک ہے اب بھی اگر کوئی شخص آپ کے نام نامی کو اس مرض کے مریض پر پڑھے۔ اور دم کرے تو شفاء ہو جاتی ہے۔

نقل ہے: ایک دن بخشا نامی لوہار نے لوہے کی کوئی چیز تیار کر کے حضور کی خدمت میں نذر گزاری آپ نے فرمایا کہ حجرے کے اندر چلے جاؤ۔ اور ہماری جائے نماز کو ایک طرف سے اُٹھا کر ایک روپیہ لے لو۔ جب وہ حجرے میں گیا اور مصلے اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہزاروں روپے منتخب روزگار کے مصلے کے نیچے پڑے ہیں۔ اس کی نیت پھر گئی اور مٹھی بھر لی۔ ارادہ کیا کہ اسے گنے دیکھا تو صرف ایک روپیہ تھا پھر مٹھی بھر لی اراد کیا کہ اسے گنے۔ دیکھا تو صرف ایک روپیہ تھا پھر مٹھی بھر لی اور گننے لگا دیکھا تو صرف ایک روپیہ تھا آخر وہی ایک روپیہ باہر لے کر آیا حضور نے دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا میاں بخشا تو نے دیر لگائی ہے بچارا اپنے کئے پر پریشان ہوا۔ اور چپ رہا۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ حضور قبلہ عالم کے تین حقیقی بھائی اور تھے ایک ملک سلطان۔

دوسرے ملک برہان اور تیسرے ملک عبدل۔

نقل: مشہور ہے کہ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ سے کہا کہ میں تمہارے بھائی عبدل کی منگنی چھوٹہ قوم کی طرف کرنا چاہتی ہوں جو میری آباواجداد کی قوم ہے چاہیے کہ تم اس کی منگنی کی تیاری کرو۔ جس کے لئے ایک اشرفی سونا اور اکیس روپے نقد درکار ہوں گے حضور نے رقم کی فراہمی کا کچھ انتظام نہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میاں احمد کلیہرا کے ہمراہ اس طرف روانہ ہو پڑے جب اس قوم کی بستی کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رستے میں کوئی چیز کپڑے میں لپٹی پڑی ہے۔ حضور نے اسے فرمایا کہ اسے اُٹھالے اور اپنے پاس محفوظ رکھ۔ میاں احمد نے تعمیل کی جب حضور وہاں تشریف لائے اور منگنی کی رسمیں ادا ہونے لگیں تو احمد سے کہا وہ پوٹ لے آؤ۔ اور اسے کھولو تو اس میں سونے کی ایک اشرفی اور اکیس روپے نقد تھے جو حضور نے رسما دیئے۔ احمد متعجب ہوا۔

نقل ہے: ملک سلطان علاقہ لکھویرا میں اس ضلع کے عامل تھے اور لوگوں کے ساتھ لین دین کا کچھ جھگڑا رکھتے تھے اس لئے بعض اشخاص کے دل اس کے خلاف دشمنی اور عناد سے بھرے ہوئے تھے اتفاقا ان کی حکومت چلی گئی اور ان کی بجائے اس علاقہ کے عامل خانصاحب محمد مبارک خاں مرحوم مقرر ہوئے اور نبا ہو نام ہندو کو اپنی طرف سے اس علاقہ کا کاردار، مقرر کیا مفسدہ پرواز لوگوں نے اسے بھڑکایا کہ ملک سلطان سرکار کا باغی ہے۔ اسے گرفتار کر کے کافی جرمانہ لیا جائے کاردار بچارا ناواقف تھا ان کے قول پر اعتبار کر لیا اور ملک مذکور کو قید کر لیا حضور قبلہ عالمؒ کی والدہ ماجدہ آپ کے پاس آئیں اور فرمایا تعجب ہے کہ تمہارا بھائی فلاں کاردار کے پاس سرکاری جیل میں ہو۔ اور تم یہاں اپنے دوست آشناؤں کے ساتھ خوش ہو حضور اپنی والدہ ماجدہ کے فرمان کے مطابق

کاردار مذکور کے پاس چلے گئے اور فرمایا کہ میرے بھائی نے تمہارا قطعاً کوئی گناہ نہیں کیا پھر کس لئے اسے بند کر لیا چاہیے کہ اسے کھول دو۔ اس نے کہا اگرچہ میرے وقت میں اس نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا لیکن سابقہ عملداری میں اس کی تقصیر تھی۔ اور سرکار وقت مالک ہے جرمانہ کے بغیر اس کی رہائی ناممکن ہے حضور نے دو تین مرتبہ اپنے عزیز بھائی کی رہائی کے لئے اصرار فرمایا۔ لیکن اسنے تعمیل نہ کی۔ حضور انور کے مزاج مبارک میں (حالانکہ پر از جمال تھے) جلال کے آثار نمودار ہوئے غصے میں آئے۔ اور فرمایا اگر تم نے میرے بھائی کو رہا کر دیا تو بہتر ورنہ فقیر اپنی ٹوپی کو گھمائے گا اور یہاں سے شکار پور تک نتیجہ دکھادے گا۔ یہ فرما کر گھر کی طرف واپس تشریف لائے لکھا ہے کہ اچانک غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا جس نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور ایک ہی چابک کی چوٹ سے ہلاک کر دیا۔ حضور ابھی احمد پور نہ پہنچے تھے کہ اس کی تباہی اور خواری کی اطلاع پہنچ گئی۔ اور آپ کے بھائی ملک سلطان خیر و خوبی کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آئے۔

نقل: لکھا ہے کہ جب ملک سلطان قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے بعد ان کا جنازہ قدیم گورستان تاج سرور میں لے آئے حضور والا بھی جنازہ کے ساتھ تھے جونہی ان کو دفن کیا گیا آپ کا چہرہ مبارک زرد اور مزاج برہم ہو گیا اور ٹھنڈی سانس بھرنے لگے۔ لوگوں نے ہر قسم کی بات چیت بند کر دی۔ اور ٹھیر گئے دم بھر کے بعد حضور نے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ الحمد للہ والمنۃ کہ میرے بھائی جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پاک آئے تھے ایسا ہی پاک گئے چہرہ انور پر سرخی اور نور کے جولے نمایاں ہوئے ایک شخص نے عرض کی غریب نواز کیا بات تھی کہ حضور کا چہرا انور زرد ہو کر سرخی میں تبدیل ہو گیا فرمایا کہ جب ہم نے بھائی کو دفن کیا تو عذاب کے فرشتے اس کے سر پر

حاضر ہوئے اور سخت عذاب دینے لگے۔ اس لئے میرا چہرہ زردی مائل ہو گیا لیکن حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور آپ صاحبان کے قدوم کی برکت سے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا اس لئے میں خوش ہوا اور چہرے کا رنگ سرخی سے بدل گیا لوگوں نے عرض کی کہ اللہ تعالے نے حضور کی ذات کو شفیع المذنبین بنایا جس سے کہ ملک صاحب کی مغفرت ہوئی ہم بھی امید کرتے ہیں کہ ہم غلاموں کو بھی مغفرت اسی حد سے ہوگی۔

نقل: مشہور ہے کہ ۱۱۹۹ھ میں اس علاقہ میں اتنا قحط پڑا اور ایسی خشک سالی تھی کہ تمام جاندار کیا انسان بھی بھوک اور سختی میں مبتلا تھے بقول سعدی علیہ الرحمت

چناں آسمان میں شد بخیل　　　　که لب تر نہ کردند زرع و نخیل

اکثر لوگ قحط سے تباہ اور برباد ہو گئے یا بھاگ نکلے لیکن حضور انور کا لنگر بدستور جاری تھا اور قرب و جوار کے لوگ اس کے وظیفہ خوار تھے میاں کوندل اور میاں احمد کلیمرا کہ دونوں ہوشیار اور لنگر شریف کے کاروبار کے مختار تھے غلہ ارد گرد سے خرید لاتے تھے اور فقراء اور غرباء پر خرچ کر دیتے تھے یہاں تک کہ جو شخص ان نامبارک دنوں میں فوت ہو جاتا اور اس کی موت کی خبر حضور کی خدمت میں پہنچتی تو حضور اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ بھی لنگر شریف سے عطا فرماتے تھے اتفاقاً حسو چڈھو نام ایک شخص کو جب کہ ان دنوں کچھ بھی میسر نہ تھا۔ اور بھوک کی شدت سے تنگ آیا۔ اور حضور انور کی خدمت میں فریاد لائے عرض کی کہ قبلہ عالم خدا کے لئے ہمیں اس بلا سے نجات دلائیں حضورؒ نے مظلوم لوگوں کی التجاء پر غور کی اور اپنے فرزندی ارجمند حضرت نور الصمد شہید کو چند مضبوط آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ اسے پکڑ لائیں۔ چنانچہ وہ پکڑا آیا۔ حضرت قبلہ عالم نے میاں غلام رسول لانگری کو فرمایا کہ اس بے چارے کو روٹیوں کا ایک تھم اور دال کا ایک دیگچہ دے

دو لانگری نے ارشاد کی تعمیل کی۔ بے چارا بھوک سے تنگ آیا ہوا تھا کھانے پر ٹوٹ پڑا اور تمام کا تمام چٹ کر گیا دوسرے دن بھی اتنا ہی طعام پیش کیا گیا لیکن اس میں سے تین روٹیاں بھی نہ کھا سکا تیسرے دن صرف آدھی روٹی پر کفایت کی اور اوسان بجا ہوئے حکم دیا کہ اس کا سر مونڈیں سنت درست کریں غسل دیں اور پاک وصاف کر کے نیا لباس پہنائیں۔ ایسا ہی کیا گیا چنانچہ وہ صدق دل سے حضور کی بیعت سے مشرف ہوا شرف بیعت کے بعد اس کے اتقاء کی یہ حالت ہوئی کہ تمام عمر قائم اللیل اور صائم الدہر بن گیا حضور کے مویشی چرانے کی خدمت سرانجام دیتا تھا۔ اور حضور کے خواص میں شامل ہو گیا۔ سچ ہے:

آناں کہ خاک رابنظر کیمیا کنند سگ راولی کنند ومگس راہما کنند

نقل ہے: ایک دفعہ شاہ تیمور ہندوستان سے خراسان کیطرف جارہا تھا دریائے ستلج کے جنوبی طرف اس کا گزر ہوا غریب لوگ لشکر کی پامالی سے تنگ آگئے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے ان الملوک اذاد خلوا قریۃ اَفۡسَدُوۡھَا جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو اجاڑ دیتے ہیں۔

اور حضور انور کی خدمت میں فریاد دلائے اور کہا کہ قبلہ عالم ہم غریبوں کے حال پر غور فرمائیے کہ اس راستے سے ان کا آنا بند ہو جائے ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ جب لوگوں کے معروضات حضور انور نے سنے تو رحمت کا سمندر جوش میں آیا اور ایک رقعہ لکھا ایک شخص کو دیا نیز فرمایا کہ ایک فقیر زندوں کی طرح ایک بکری ہاتھ میں لئے لشکر کے آگے آرہا ہے وہی اس لشکر کا سردار ہے جاؤ میرا سلام کہو اور یہ رقعہ اسے دے دو امید ہے کہ لشکر گزر اس طرف سے نہیں ہو گا فرمان واجب الاذعان کے مطابق ایسا ہی

کیا گیا جب حضور کا نامہ گرامی اس قلندر کو پہنچا اور اس نے پڑھا تو آنکھوں پر رکھا اور فورا اس راستے سے منہ موڑ لیا۔ اور دریا کو دوسری طرف سے عبور کیا تیمور اور اس کا لشکر بھی قلندر کے پیچھے پیچھے چلے گئے اور غریب لوگ حضور انور کی توجہ سے اس کے شر سے محفوظ رہے یہ روایت میں نے بہت سے بزرگوں سے سنی ہے۔

نقل ہے: میرے والد مدظلہ العالی حضرت قاری صاحب کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن خان صاحب محمد مبارک خاں عباسی والے ریاست بہاولپور اپنے بھتیجے محمد بہاول خاں کو اپنے ہمراہ حضور کی خدمت میں لائے اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی عرض کی کہ غریب نواز میرا کوئی حقیقی بیٹا نہیں ہے۔ اور میں اسے بیٹے کی بجائے سمجھتا ہوں اور برادری کے شریروں سے خوف کھاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ اسے کوئی گزند پہنچائیں۔ ازراہ کرم اس بچے کی لاج رکھیں۔ اور اپنے دامن فیض مامن میں قبول کر کے اس کے لئے دعا کی امداد کریں میں چاہتا ہوں کہ حضور کی برکت دعاء سے اس بچے کی تمام مشکلیں حل ہوں آپ نے دعاء کے لئے ہاتھ کھڑے کئے اتفاقا محمد بہاول خاں کے اوپر کا ہونٹ بہت موٹا تھا اس کے ہونٹ کو مبارک ہاتھوں سے چھوا اور فرمایا کہ اس لڑکے کا ہونٹ اونٹ کی طرح ہے جیسا کہ اونٹ تمام اجناس از قسم خاروخس کو کھا لیتا ہے انشاء اللہ یہ لڑکا اپنے دشمنوں کو بھی کھا جائے گا حضور کی زبان مبارک کی یہ تاثیر ہوئی کہ اس کے سب دشمن مغلوب ہو گئے یہاں تک کہ اگر آج بھی ان میں سے کوئی شخص اس شاہزادے کی اولاد کو چھیڑے تو فوراً مغلوب اور خوار ہو جاتا ہے۔

نقل ہے: مولوی محمد مسعود صاحب جہانگی والہ حضور کے خاص غلاموں میں سے تھے شروع شروع میں ان کو منو نامی ایک خوبصورت عورت کے ساتھ عشق تھا اس پری جمال کو

دیکھنے کے لئے مولوی صاحب اس کے کوچے میں جاتے تھے مگر اسے ان کے ساتھ کچھ بھی محبت نہ تھی بلکہ نفرت تھی اتفاقاً ایک بار حضور قبلہ عالمؒ وہاں تشریف لائے آتے ہی مولوی صاحب سے فرمایا کہ تیری معشوقہ کو دیکھیں غرض جب وہ شہنشاہ کشورِ محبوبی اور شہسوار میدان خوبی اس کوچے سے گزرے اور اسے رشک گلزار ارم بنایا اس حوروش کی آنکھ آپ کے جمال پر پڑی دیکھتے ہی فریفتہ اور شیفتہ ہوگئی بے اختیار اور بے قرار آپ کے پاؤں میں آکر گری اور زار زار رونے لگی بے ہوش ہوگئی۔ اور جب ہوش آیا تو حضور کی بیعت سے مشرف ہوئی اسی کا اثر تھا کہ اس عورت نے اپنی تمام باقی زندگی عبادت الٰہی و وظائف ونوافل میں صرف کی۔ اور صلحائے زمانہ گنی گئی اور اس عورت نے اپنی تمام عمر عبادت خدا میں گزار دی۔

نقل ہے: ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ قصبہ تاج سرور میں حضرت تاج الدینؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے ان دنوں نہایت خشک سالی تھی لوگ نہایت تنگ تھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اگر مینہ نہ برسا تو ہم سب تباہ ہو جائیں گے خدا کے لئے دعائے خیر فرمائیں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بارانِ رحمت نازل فرماوے حضور انور مزار شریف کے قریب آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا صاحبا شاید آپ کو یہ خشک سالی منظور ہے لیکن لوگ تو ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں مہربانی فرمائیں تاکہ خلقت اس خشک سالی سے آمان پائیں کہتے ہیں۔ جونہی حضور نے یہ فرمایا۔ اور واپس ہوئے ابھی بستی تک نہ پہنچے تھے کہ ایک گھٹ آسمان پر اٹھی مینہ برسا یہاں تک کہ جل تھل کا عالم ہو گیا حضور خود اور دوسرے لوگ مینہ سے بھیگے ہوئے بارش کے سیلاب سے گزرے اور بستی میں پہنچے۔

نقل ہے:ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم بہت سے سوار اور پیادہ فقیروں کی جماعت کے ساتھ پاک پتن شریف سے اپنے ڈیرے کی طرف تشریف لا رہے تھے دور سے میاں محکم الدین صاحب السیر کو دیکھا کہ پاپیادہ اکیلے جا رہے ہیں گرمی کا موسم اور سخت گرم وقت تھا سواری کو تیز کر دیا ساتھیوں کو ہدایت کی۔ کہ تم آہستہ آہستہ پیچھے چلے آنا۔ یہاں تک کہ آپ میاں صاحب کے پاس پہنچے اور گھوڑے سے اتر پڑے فرمایا وقت بہت گرم ہے آپ اس گھوڑے پر سوار ہو لیجئے میاں صاحب نے عرض کی کہ حضور کس سواری پر سوار ہوں گے آپ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ بہت سے گھوڑے آ رہے ہیں ان میں سے ایک لے لونگا میاں صاحب گھوڑے پر سوار ہو گئے اور کہا مجھے تو قصبہ شہر فرید کی طرف جانا ہے گھوڑا کیونکر واپس ہو گا حضور نے فرمایا کہ آپ تسلی کریں۔ میں اپنا آدمی بھیج دوں گا جو گھوڑا وہاں سے لے آئے گا۔ اس گفتگو کے بعد میاں صاحب روانہ ہو گئے اور حضور ایک اور گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے حکیم محمد عمر خلاصتہ الفوائد میں لکھتے کہ میں نے بہت معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ میاں محکم الدین صاحب فرماتے تھے جب سے حضرت قبلہ عالم علیہ نے گھوڑے پر سوار کیا تب سے آج تک مجھے پیادہ چلنے کا اتفاق نہیں ہوا یعنی ہمیشہ میرے لئے گھوڑا موجود رہا۔

ساتواں چمن وصال اور مرض اخیر کے احوال میں

مولوی گل محمد احمد پوری" حافظ محمد جمال صاحب ملتانی بالقابہ نور اللہ مرقدہ کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم" کو محب النبی جناب مولانا محمد فخر الدین قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد لاغری شروع ہو گئی جو روز بروز بڑھتی چلی جا رہی تھی جونہی آنجناب کے قضیہ حق مرضیہ کی خبر وحشت اثر سنی خاص عام سے گفتگو کم کر دی اور ہر لحظ

سینے سے درد بھری ٹھنڈی آہ نکالتے تھے چنانچہ خلاصۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ ایک رات آپ نے فرمایا کہ ان دنوں مجھے اتنی تکلیف ہے اور اتنا غم لاحق حال ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی جنگل کو منہ کر جاؤں وہاں بیٹھ جاؤں۔ نہ تو کوئی میرے مقابل ہو اور نہ میں کسی کو دیکھوں نیز فرماتے تھے۔ کہ انسان کامل دنیا کی زندگی کا باعث ہے اور اس کا فوت ہونا دنیا کی فناء کا موجب ہے۔ تکملہ میں لکھا ہے کہ ایک دن حافظ محمد الیاسؒ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ العزیز کے وفات کے بعد حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جب زندہ حزن و ملال کیوں عائد ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ ملاقات نصیب ہوتی ہے لیکن جسمانی ملاقات کے برابر حظ نصیب نہیں ہوتا اور نہ ہی روحانی ملاقات میں اتنے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ جتنا کہ جسمانی ملاقات میں مضمر ہیں۔ خلاصۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ میں یعنی مصنف نماز مغرب کے بعد حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور پاؤں داب رہا تھا جب میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کے انگوٹھے پر پڑا فرمایا کہ انگوٹھے کے قریب مجھے بہت مدت سے درد رہتا ہے۔ مگر خیریت۔ دو دن کے بعد صبح کے وقت میں اور میرے ساتھی حضور کی زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوئے خود بدولت فرمانے لگے کہ حضرت مولانا صاحب برسوں سے عارضہ نقرس یعنی وجع مقاصل میں مبتلا تھے لیکن کسی کو بھی ان کی اس تکلیف کی خبر نہ تھی۔ ایک دن خود بخود مجھے فرمایا کہ مدت گزری ہے کہ مجھے نقرس کا درد رہتا ہے اور زانو مبارک دکھلایا۔ کہ یہاں درد رہتا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ یہاں بہت سے حکیم موجود ہیں بہتر ہے کہ علاج فرماویں۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہمیں یہ درد موروثی ہے چنانچہ حضرت شیخ صاحب قبلہ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب حضرت شیخ یحیٰ

مدنی صاحب بھی اسی درد سے بیمار تھے۔ پس موروثی مرض کا کیا علاج۔

فائدہ: اس کے بعد جب خلیفہ نور محمد ثانی نارولوالہ کی وفات کی خبر سنی تو بدن کی لاغری اور بھی بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ نصیب اعدا۔ آپ کو تپ دائمی لاحق ہو گیا۔ اور بدن شریف ہلال لطیف کی طرح باریک ہو گیا کہتے ہیں کہ ایک دن حافظ محمد صاحب خلف خواجہ نور محمد ثانی حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کی خدمت بابرکت میں آئے۔ اور شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ حضور کے پائے اقدس کو ہاتھ میں لے کر مل رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ حضور کا بدن بہت کمزور ہو گیا ہے۔ تو بہت غمگین ہوئے۔ اور آہ سرد بھری خود بدولت نے زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ اے حافظ میرا یہ حال تیرے والا باکمال کے وصال کے بعد ہو گیا ہے۔ اور عام طور پر یہ مشہور تھا کہ حضرت خلیفہ صاحب کی وصال خبر سنتے ہی آپ نے آہ سرد کھینچی اور شعر پڑھا۔

عرفی چہ نشستہ کہ یاراں رفتند　　ماندی تو پیادہ وشہ سواراں رفتند

نقل ہے: تکملہ میں لکھا ہے کہ حضرت قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے کہ آخری سال جب کہ حضور قبلہ عالمؒ کو تپ دائمی کا عارضہ لاحق تھا ایک دن میں نے ان کی خدمت میں پوچھا کہ قبلہ عالمؒ اس کا کیا انجام ہو گا حضور نے فرمایا۔ کہ سالک کو چاہیے کہ شیخ سے ایسے امور نہ پوچھے۔ بلکہ اپنے ہی قیاس سے کام لے۔

نقل ہے: حضرت والد صاحب مدظلہ العالی اور لوگ جناب حافظ محمد جمال صاحب ملتانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور قبلہ عالمؒ کے ہمرکاب تاج سرورؒ صاحب کی زیارت کے لئے چند بار حاضر ہوا حضور کا دستور تھا کہ جب زیارت اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہوتے تھے اور اپنے وڈیرے کی طرف واپس آنے لگتے تھے تو یہاں آ کے بیٹھ

جاتے تھے جہاں کہ آج کل حضور کا روضہ مبارک ہے۔ وہاں ایک صاف میدان تھا جس میں ایک سبز اور خوش نما درخت اگا ہوا تھا حضور اس درخت کے نیچے چند گھنٹے آرام فرماتے۔ اور کہتے کہ یہ کیسا اچھا موقع ہے اس موقع سے محبت کی بو آتی ہے۔ میں ہمیشہ متعجب رہتا کہ اس موقع کی تعریف کرنے اور یہاں ٹھیر جانے کی کوئی وجہ ضرور ہو گی۔ اتفاقاً جب حضور قبلہ عالمؒ کا وصال ہوا تو کسی کی مرضی کے بغیر حاضرین حضور کے جسد اطہر کو مہار شریف سے تاج سرور میں لائے۔ اور اسی موقع پر آ کے دفن کیا۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

نقل: لکھا ہے کہ آنحضرت وصال سے پہلے چند دن بالکل خاموش ہو گئے پاس انفاس کے شغل میں مشغول رہتے تھے اور خاص و عام میں سے کسی کے ساتھ بھی بات چیت نہیں کرتے تھے ایک دن آپ کے خلیفوں بیٹوں اور دیگر اشخاص نے آپس میں مشورہ کیا کہ بہت سی باتیں حضور میں عرض کرنے اور جواب باصواب لینے کی ضرورت ہے کسی طرح سلسلہ ہلایا جائے ان میں سے حافظ محمد الیاس سیال جو حضرت کے مجاز اور بے تکلفانہ بول چال کے عادی تھے اور حضور کو بھی اس کے حال پر بڑی شفقت و مرحمت تھی۔ تیار ہو گئے اور سب کو اپنے ہمراہ لائے خود حضور کی خدمت میں چلے گئے لیکن باقی اشخاص حجرے کے اردگرد حلقہ زن ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کی کہ قبلہ ہم لوگ بہت سے معروضات خدمت میں لائے ہیں غلام نوازی سے بعید نہیں کہ انہیں سن کر جواب سے سرفراز فرمایا جاوے حضور نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ کہو حافظ نے عرض کی کہ اگر راہ مہربانی بول چال کا وعدہ فرمائیں۔ تو کچھ عرض کریں گے کیونکہ ہم لوگ زود فہم نہیں ہیں۔ کہ اشارے کو سمجھ سکیں۔ حضور نے از راہ عنایت زبان مبارک سے جواب دینے کا

وعدہ فرمایا حافظ نے عرض کی غریب نواز آخر فنا ہے مزاج شریف کی جو موجودہ حالت نظر آتی ہے۔اس کے بعد ہمیں فکر ہے۔ کہ حضور کی اولاد پاک کا گزار کیونکر ہوگا۔

جواب میں فرمایا کہ کیا اولاد نے مجھے اب پہچانا ہے اس سے پہلے کہاں تھے سواگر میری اولاد نے فقیروں کی خدمت اور متابعت سے منہ نہ موڑا تو ان کو کچھ بھی حاجت نہ ہوگی۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں کا وظیفہ یہی ہے پھر حافظ نے عرض کی کہ آپ کی چھوٹی صاحبزادی کی منگنی ابھی تک نہیں ہوئی۔حضور کہاں کریں گے کیونکہ حضور کی موجودگی میں یہ بات زیادہ مناسب ہے حضور نے فرمایا تم میں سے چند آدمی جو میرے خیراندیش ہیں جہاں مناسب سمجھیں کردیں۔ اس نے عرض کی کہ قبلہ ہم غلاموں کو اس کی کیا خبر کہ انجام کیسا ہوگا فرمایا ان شاء اللہ تعالے انجام نیک فرجام ہوگا۔ اس نے پھر عرض کی کہ حضور کے مدفن کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے۔ کہاں ہونا چاہیے فرمایا میں نجومی نہیں جہاں ہوگا ہو جائے گا۔ پھر عرض کی کہ بعض دوستوں کی مرضی تاج سرور میں ہے فرمایا ماشاء اللہ پھر عرض کی کہ اب تو ہم سب غلام حضور کی خدمت میں مشرف ہوکر اپنے معروضات پیش کرتے اور مراد پالیتے ہیں حضور کے بعد ہمارا حال کیا ہوگا واللہ اعلم ہماری عرض قبول ہوگی یا نہ۔ فرمایا جو شخص ہمارے بزرگوں کی خدمت میں آوے اور عرض کرے۔ وہ قبول فرماتے ہیں۔ اور جہاں بلادیں حاضر ہوتے ہیں۔عرض کی کہ یہ مہربانی خواص اور اہل نسبت کے ساتھ ہوتی ہے یا ہر خاص و عام کے ساتھ فرمایا ہر شخص خواہ ایک ہندو عورت ہی ہو جب یہ شفقت بھرے الفاظ حضور کی زبان درفشان سے سنے تو حاضرین میں سے حضرت قاضی صاحب پر بے خودی کا عالم طاری ہوگیا نعرہ مارا۔ اور گر پڑے۔ بات چیت ختم ہوگئی اور حضور بدستور سابق خاموش ہوگئے اس کے

بعد خدا تعالیٰ کے ذکر کے سوا کوئی بات منہ سے نہ نکلی یہ واقعہ میں نے مولوی غلام رسول بہاولپوری اور بہت سے بزرگوں سے سنا ہے۔

نقل ہے: مولوی گل محمد احمد پوری اپنے شیخ قاضی محمد عاقل صاحب سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ کہ حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کے اخیر وقت میں مجھے بعض دوستوں نے مجبور کیا کہ میں آپ سے پوچھوں کہ وصال کے بعد آپ کا مزار کہاں ہوگا چارو ناچار میں نے بھی عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں غیب دان نہیں ہوں خدا تعالے جانتا ہے کہ لوگ مجھے کہاں لے جائیں حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کا مزار مبارک مہار شریف نہیں ہو گا ہاں کسی اور جگہ لے جانا پڑے گا۔ آخر جب حضور کا وصال ہوا تو اچانک لوگوں نے حضور کے جنازہ مبارک کو اُٹھایا اور تاج سرور کے پاس لے آئے اور یہاں ہی دفن کر دیا جہاں آج کل حضور کا روضہ مبارک ہے اس کے بعد بعض لوگوں کی رائے یہ ٹھیری کہ حضرت قبلہ عالم کو یہاں سے نقل کر کے مہار شریف لے جائیں تاکہ موضع مہاراں ویران نہ ہو جائے حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ اب خدا تعالیٰ کسی کو اس کی توفیق نہیں دے گا۔

ذی الحج کی تیسری تاریخ سن بارہ سو پانچ ہجری (۳ ذی الحج ۱۲۰۵ھ) پنجشنبہ کی رات سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے آفتاب ولایت زیر سحاب چھپ گیا۔ آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی بیس سال کے تھے کہ حضرت مولانا صاحب بیعت سے مشرف ہوئے چونتیس سال تک شیخ کی خدمت میں فیض یاب ہوئے رہے چھ سال پانچ ماہ چھ دن مولانا صاحب کے وصال کے بعد آپ زندہ رہے نواب محمد غازی الدین خاں مرحوم نے حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کی تاریخ وصال اس مصرع سے نکالی ہے۔ مصرعہ: حیف

واویلا جہاں بے نور گشت آپ کا روضہ مبارک معہ دہلیز اور سامنے چوبی چھجاً کی رنگین عمارت اور ایک وسیع خوش فضا میدان آستانہ فیض کا شانہ حوض اور مسجد خوبصورت تجریں اور ایک میٹھا کنواں دیگر مکانات موغع تاج سرور میں جو مہار شریف سے تین کوس کے فاصلے پر جنوب کی طرف واقع ہے۔ زیارت گاہ خلائق ہیں۔

گلزار ثانی حضرت قبلہ عالم کی اولاد کا بیان

اس گلزار کے چار چمن ہیں

لکھا ہے کہ حضور قبلہ عالمؒ نے اپنے شیخ حضرت محمد فخر الدین کے ایما پر شادی کی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلا لڑکا جو آپ کو پیدا ہوگا وہ امیر ملک ہوگا حضور کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

چمن اول بڑے بیٹے کے بیان میں

آپ کا نام (حضرت) نور الصمد تھا باپ اسے اپنے شیخ کا حصہ کہہ کر پکارا کرتے تھے سخاوت اور شجاعت میں بے نظیر تھے فقراء اور علماء کو دوست رکھتے تھے۔ مسکینوں اور غم زدہ لوگوں کی ہمدردی اور غمخواری فرماتے تھے۔

نقل ہے: کہ جب حضرت نور الصمد بڑے ہوئے تو بعض معاملات میں افراط وتفریط کر لیتے تھے جیسا کہ شہزادوں کا دستور ہے اس لئے حضرت قبلہ عالم نے حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ غلام زادہ جو حضور کا حصہ ہے بعض کام میری مرضی کے بغیر کر لیتا ہے اور میرے حکم کی پوری پابندی نہیں کرتا اس کے لئے دعائے خیر فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اسے ہدایت کا ملہ نصیب فرمائے حضرت مولانا صاحب نے

فرمایا کہ میرے حصے کا بیٹا قیامت کے دن آپ کے دوسرے نیک اور صالح بیٹوں کے برابر ہوگا۔

نقل ہے: ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ صاحب پاکپتن شریف کو روانہ ہوئے اور حضرت نور الصمدؒ بھی ہمراہ تھے عرس شریف کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ نے بیٹے سے فرمایا کہ آج رات فلاں کلام پڑھو۔ اور جناب گنجشکرؒ کے سرہانے سو جاؤ۔ اور جو اشارہ کہ تمہیں معلوم ہو۔ اس کا ذکر مجھ سے کرو۔ اُنہوں نے حضور کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل کی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت اور نیک سیرت شخص نے ایک کٹورا خون سے بھرا ہوا ان کو دیا۔ اور کہا کہ اسے پی جاؤ۔ چنانچہ آپ نے پی لیا۔ صبح کو یہ قصہ حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں بیان کیا جب حضور نے پوری کیفیت سنی تو فرمایا کہ تمہیں شہادت نصیب ہوگی۔ اور حضرت مولانا کا فرمان پورا ہوگا کیونکہ شہدا کا بغیر حساب بہشت میں داخل ہونا ضروری ہے۔

آخر کار ایسا ہی ہوا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد آپ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ اور اپنے والد ماجد کی متابعت میں کمر ہمت باندھی فقراء کی دلجوئی اور خلفاء کی رضا مندی میں مشغول ہو گئے دو ماہ ستائیس دن کے بعد قوم مہار کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرمایا۔ تب سے آپ کا لقب شہید صاحب ہے۔ آپ کی وفات ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲۰۶ھ میں ہوئی آپ کا مزار شریف حضور قبلہ عالمؒ صاحب کے مزار کے متصل شرقی طرف واقع ہے۔ شہید صاحب کے تین فرزند ارجمند تھے ایک حافظ نور الحسن صاحب جنہوں نے تمام عمر فقر اور فاقہ اور ریاضت شاقہ کے ساتھ بسر کی حضرت قاری صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے جو حضرت قبلہ عالم صاحب کے

بڑے خلیفوں سے تھے نیز حضرت قبلہ عالم کے باقی تمام خلفائے کے ساتھ شرف صحبت خاصؒ تھا خصوصا حضرت حافظ غلام حسن صاحب بھٹی کو پیر صحبت بنایا۔ اور مرتبہ عظیم حاصل کیا۔ خواب کی تعبیر میں اپنی نظیر آپ تھے اور اکثر موتے یعنی مرے ہوؤں کی روحیں آپ سے ملاقات کرتی تھیں۔ بے شمار لوگ ان باتوں کے گواہ ہیں بہت غرباء نواز تھے اور بے کسوں کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔ صرف خدا کی توکل پر وجہ معاش تھی نااہل اور دولت مندوں کی صحبت سے نفرت کرتے تھے ۱۴ ماہ ذوالقعدہ ۱۲۵۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کے پائینی طرف مشرق کی طرف واقع ہے ان کے تین بیٹے تھے۔ میاں غلام محی الدین حافظ عبداللہ، میاں اللہ بخش لیکن ان تینوں کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت شہید صاحب کے دوسرے فرزند حافظ غلام نبی صاحب تھے جو کمال دانائی اور دیانت میں مشہور تھے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور اپنے پیر کے ساتھ کامل اعقادر کھتے تھے اور اپنے پیر بھائیوں کو نہایت محبت اور رافت کی نظر کے ساتھ دیکھتے تھے۔ اور حضرت خوجہ صاحب بھی ان کے حق میں بے حد شفقت اور مہربانی مہذول فرماتے تھے۔ بلکہ اپنے تمام ہم زمان بزرگوں سے زیادہ صاحب مرتبہ جانتے تھے جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو حضرت خواجہ صاحب بہ نفس نفیس ان کے پاس تشریف لے گئے اور مزاج پرسی کی پوچھا کیا حال ہے عرض کی یہی جو آپ دیکھتے ہیں فرمایا اپنے پیروں کو یاد کرو عرض کی میں نے آپ کو دیکھا اور آپ مجھے یاد ہیں۔ دوسروں سے میرا کیا تعلق؟ اپنی مہربانی اور کرم سے دور نہ کریں۔ اور میرے خاتمہ بالخیر کی دعاء فرمائیں۔ آپ نے دعاء فرمائی۔ اور حضرت قبلہ عالم صاحب

کے روضہ اطہر کی طرف روانہ ہوئے۔اور حافظ صاحب کا وصال ہو گیا ۲ ماہ ذی الحج ۱۲۵۵ھ آپ کی تاریخ وصال ہے۔ جو ان اشعار سے ظاہر ہے۔

بانور صمد خلف خداداد درحب غلام نبی زاد
پیرش چوں بوقت نزع برسید در پیر خداؤ ہم نبی دید
سال وصلش سروش گفتہ بادیدن پیر جاں پنجشید

ان کے بھی تین بیٹے تھے۔ ایک عبدالغفور جن کا بیٹا میاں عبدالعزیز ہے دوسرے میاں عبدالستار جن کے ہاں ابھی کوئی بیٹا نہیں ہوا تیسرے میاں محمود جو تا حال شادی شدہ نہیں۔ حضرت شہید صاحب کے تیسرے فرزند حافظ غلام مصطفےٰ صاحب تھے اور حضرت قاضی محمد عاقل صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے قاضی صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے بڑے خلیفوں میں سے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کا اکثر وقت ورد وظائف اور صوم و صلوۃ میں گزرتا تھا غریبوں کی غمگساری کیا کرتے تھے ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ کو آپ کو وصال ہوا۔

قصیدہ

صاحب اعلےٰ شد چوں شد غلام مصطفےٰ زانکہ جائیش خلد شد ہم تربتش کوثر غذا
ہفت وہ ربیع الثانی دوپاس شنبہ گذشت گشت در فردوس وارد بامحمدؐ مصطفےٰ
چوں زسال وصل اوپرسیدم از ہاتف خبر فضل حق باوش گفتہ عقل جارحمت خدا

اوران کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے حافظ عبدالرحمٰن جو شادی کرنے سے پہلے فوت ہو گئے دوسرے حافظ عبدالرحیم جن کا ابھی تک کوئی بیٹا نہیں۔

دوسرا چمن حضور کے دوسرے فرزند خواجہ نور احمد صاحب کے حالات میں

جب آپ حفظ کلام اللہ شریف سے فارغ ہوئے تو علوم نقلی اور عقلی کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اپنے والد ماجد یعنی حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے ان کی صحبت اور متابعت میں یہاں تک سعادت حاصل کی کہ حضور عموماً آپ کو فقیر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

نقل ہے: ایک رات میاں محمد عظیم نے جو حضور کے خواص اور راسخ الاعتقاد مریدوں سے سے تھا حضور کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت قبلہ عالمؒ خود بدولت تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں محمد عظیم جاؤ۔ اور ساتھیوں سے کہو۔ کہ میرے کپڑے برخوردار نور احمد کو پہنا دیں ان دنوں حضرت شہید صاحب صاحب سجادہ تھے۔ محمد عظیم نے یہ قصہ خلوت میں حافظ غلام حسن صاحب بھٹیؒ کے سامنے بیان کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ چپ رہو کہ مجھے بھی حضور انور کا ارشاد اسی طرح ہوا ہے۔ لیکن اگر یہ خبر خواجہ نور الصمد کو پہنچ گئی۔ تو مجھے اور تجھے تنبیہ کریں گے۔ ابھی تین ماہ نہ گزرے تھے کہ حضرت شہید صاحب کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔ اور خواجہ نور احمد صاحب اپنے والد اور شیخ کی بجائے سجادہ نشین ہوئے پنجاہ سال مسند خلافت پر رونق افروز رہے صبح شام اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت میں بسر کرتے تھے مسکینوں کی دلجوئی اور غمزدوں کی غمگساری فرماتے رہے حضرت قبلہ عالم صاحب کے تمام خلیفوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ خصوصا حضرت، حافظ محمد جمال صاحب ملتانی قدس سرہ العزیز سے خرقہ

خلافت پایا۔ علماء فقراء اور غرباء کو بہت دوست رکھتے تھے۔ سماع سے بے حد محبت تھی اور اکثر اوقات اشعار سنتے رہتے تھے ہر سائل کو اس کی لیاقت کے مطابق نصیبہ بخشتے تھے کوئی سورج ایسا طلوع نہ ہوا کہ کوئی شخص سخی کے انعام سے خالی گیا ہو فقیروں غریبوں اور طالب علموں کے لئے لنگر جاری تھا بڑے بڑے عالم آپ کی بارگاہ سے حصہ پاتے تھے ان کی کرامات اور خوارق عادات بے شمار ہیں جو گرۃ بعد مرۃ ظاہر ہوئے قاضی محمد سعید صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ نور احمد صاحب ہمارے قبلہ و کعبہ حافظ محمد جمال صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کی تقریر پر عازم ملتان ہوئے اور ازراہ عنایت مجھے فرمایا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو میں نے عرض کی کہ اگر مجھے اپنے قبلہ و کعبہ کی زیارت فیض بشارت جسم ظاہر سے کرادیں تو بندہ حاضر ہے آپ نے فرمایا ان شاء اللہ انہی کی برکت سے ایسا ہی ہوگا بس میں آپ کے ہمرکاب روانہ ہوا۔ جب ہم خیر البلاد یعنی خیر شریف میں پہنچے تو وہاں سے مصنف کے پیرو مرشد مولانا حضرت خدا بخش کو بھی اپنے ہمراہ لیا۔ اور چل پڑے جب ہم دریائے ستلج کے کنارے پر پہنچے تو دوپہر ہوگئی وہاں قیام کیا میں نے اپنے دل میں نہایت خوش و خرم اور امیدوار تھا کہ شیخین کی صحبت کی برکت سے میرا کام بن جائے گا یعنے ظاہر آنکھ سے حضرت حافظ صاحب کا جمال جہاں آراء دیکھنا نصیب ہوگا اتفاقاً جناب مولانا صاحب کی طبیعت علیل ہوگئی اور ان کی روانگی ملتوی ہوگئی مجھے بے حد رنج ہوا اور کامیابی موہوم نظر آنے لگی۔ رہ نہ سکا میں نے صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب کی وساطت سے غلام بے حد مسرور تھا آپ کی برکت سے صاحبزادہ صاحب مجھے اپنے پیرومرشد کا دیدار ظاہری کرادیتے مگر کاش کہ میری بدقسمتی سے حضور واپس ہو رہے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے سن کر

فرمایا کہ اب بھی تم کو زیارت نصیب ہو کر رہے گی۔ میں نے پھر عرض کی کہ کیا مجھے زیارت نصیب ہو گی؟ با آواز بلند فرمایا کہ ہاں نصیب ہو گی۔ الغرض بندہ ہمرکاب حضرت صاحبزادہ صاحب ملتان روانہ ہوا۔ کافی مسافت طے کرنے کے بعد جب ہم ایک ٹیلہ کے قریب پہنچے جو حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کے نزدیک ہے تو میری گھوڑی تھک کر پیچھے رہ گئی جناب صاحبزادہ صاحب نے مجھے با آواز بلند بلایا بندہ فوراً گھوڑی کو ایڑی لگا کر قریب پہنچ گیا زبان گوہر افشاں سے فرمایا حضرت حافظ محمد جمال صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کونسا شعر حضرت قبلہ عالم کے حق میں لکھا ہے اور خود ہی نہایت خوش الحانی سے وہ شعر پڑھنے لگے جونہی میں نے شعر سنا ولی اللہ کی زبان مبارک کی تاثیر تھی کہ مجھ پر رقت طاری ہوئی میں زار زار رونے لگا۔ دم بھر کے بعد میں نے چشم ظاہر سے دیکھا میرے قبلہ و کعبہ حضرت حافظ محمد جمال صاحب ایک بہت بڑی تیز رفتار گھوڑی پر سوار اور تخمیناً دس قدم کے فاصلے پر موجود اور میری طرف دیکھ رہے ہیں میں نے چاہا کہ قدمبوسی کروں مگر رک گیا الغرض تین کوس تک ہمراہ چل کر آپ نے دیدار فیض آثار سے میری آنکھوں کو سرور بخشتے چلے گئے پھر جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے شعر کہنا بند کر دیا تو چہرہ۔

انور میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں حیرت سے سرگرداں و حیراں رہ گیا اور سمجھا کہ یہ سب کچھ ہمارے صاحبزادہ صاحب کی ذات کریم الصفات کا فیض ہے۔

نقل ہے: قاضی محمد عاقل صاحب کے پوتے میاں خدا بخش صاحب آپ نے دادے کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے سماع کے وقت وجد کی صورت آپ کو پیدا نہ ہوتی تھی قوال لوگ متاسف اور متحیر تھے اتفاقاً ایک بار خواجہ نور احمد عرش شریف کی تقریب پر

وہاں تشریف فرما ہوئے عبدالرحمٰن مورق نے آ کر عرض کی کہ اگر میاں صاحب کو وجد عطا کریں تو 5 روپے حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی نذر کروں گا فی سبیل اللہ غور فرماویں۔ کہ کسی طرح ان پر وجد و رقص کی حالت طاری ہو۔ تا کہ ہم غریبوں کی رونق بن جائے جب مجلس سماع تیار ہوئی اور لوگ آ چکے۔ اور حضرت خواجہ صاحب بھی تشریف لے آئے تو قوالوں نے گانا شروع کیا خود خواجہ صاحب پر وجد ان کی حالت طاری ہوئی۔ اُٹھے اور میاں صاحب سے بغلگیر ہوئے ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ اس سے پیشتر کبھی دیکھی یا سنی نہیں گئی تھی۔

نقل ہے: لکھا ہے کہ جب خواجہ صاحب کی ریش مبارک کے بال سفید ہو گئے تو خضاب لگانے کا ارادہ کیا اور حضرت حافظ صاحب سے اجازت طلب کی آپ نے روا نہ رکھا اور کہا کہ آپ کی اس شبیہ وجیہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کا جمال باکمال نظر آتا ہے۔ اس لئے خدا کے لئے آپ اسے خضاب سے تبدیل نہ فرماویں۔

منشی غلام حسن شہید رحمۃ اللہ علیہ انوار جمالیہ میں نقل کرتے ہیں کریم بمصداق حدیث قدسی ہے۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ۔ بیٹے باپ کا راز ہوتے ہیں۔ چونکہ آپ کی شکل وصورت حضرت قبلہ عالمؒ سے بوجہ اتم مشابہ تھی اس لئے جناب حافظ صاحبؒ آنخواجہ کے عشق اور محبت میں والہ وشیدا تھے ان کی محفل میں اکثر اوقات انہی کے مکارم اخلاق اور محامد اوصاف کے ذکر اذکار رہا کرتے تھے مجلس سماع میں اگر آپ کی طبع اقدس میں محبوب حقیقی کا شوق غالب آتا۔ تو اُٹھ کر کبھی آپ سے بغل گیر ہوتے کبھی ہاتھ پاؤں چومتے کبھی ان کے گرد پھرتے وغیرہ ملتان کا بہتر سے بہتر تحفہ جو میسر آتا نذر گزارتے یہاں تک کہ اگر آپ کی علمی محفل میں کوئی لطیفہ نیا یا بصیرت افروز ذکر اذکار ہوتے تو احباب کو

حکم دیتے کہ اسے یاد رکھئے جونہی حضرت خواجہ صاحب سے ملاقات ہوتی اسے دہراتے غرض ہر طرح اپنے پیرزادہ کی رضا جوئی اور متابعت کی کوشش کرتے تھے۔

نقل ہے: کہ ایک دفعہ خواجہ نور احمد صاحب ملتان شریف تشریف لے گئے۔ یہ وہ دن تھے کہ حضرت حافظؒ صاحبؒ اپنے قبلہ دارین کعبہ کونین پیرومرشد کے فراق میں شب وروز گریاں اور سینہ بریاں رہتے تھے آپ کو صاجبزادہ صاحب کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی۔ جونہی کہ آپ کے دولت خانہ میں آفتاب جہاں تاب کی طرح افق مشرق سے ان کا چہرہ نمودار ہوا دیکھتے ہی ازخود رفتہ ہو گئے۔ ایک پہلو سے دوسرے پہلو لڑھکتے تھے اور یہ مثنوی زار زار رو کر پڑھتے تھے۔

چہ خوش وقتے و خرم روزگارے — کہ یارے بر خورداز وصل یارے
بر افروز د چراغ آشنائی — رہائی یابد از داغ جدائی

پرورش ظاہری سے قطع نظر آپ حضرت صاجبزادہ صاحب کی تربیت روحانی اور تلقین معنوی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے وصال سعادت اتصال سے پہلے ایک دن ایک مجلس میں جہاں بہت سے مشائخ کبار اور سادات والا تبار جمع تھے۔ فرمایا کہ ہم نے حضرت صاجبزادہ صاحب کو کسی اور شیخ وقت کی توجہ کا محتاج نہیں چھوڑا۔ اور ان کے کام کو خدائے عزوجل کے سپرد کیا۔

فائدہ: خواجہ صاحب کا اعتقاد اپنے قبلہ وکعبہ سے یہاں تک تھا کہ مزار شریف کی طرف کبھی نہ تو پاؤں دراز کئے تھے اور نہ کبھی پیٹھ دیکر بیٹھے تھے حضرت کی شان میں آپ نے ہندی کے بہت سے شوقیہ اشعار لکھے اور چشم آپ ہو کر پڑھتے تھے۔

۱۸ ماہ رمضان ۱۲۵۴ھ میں آپ دارافانی سے دار جاودانی کو سدھارے جیسا کہ اس نظم ظاہر

ہوتا ہے۔

فخر دین نور محمد شاہ ہفت اقلیم شد پس بہ کسوت نور احمد صاحب تعلیم
کرداز تمام دورِ خویش چوں سیل محیط مرکز دلہائے عالم از غمش دونیم شد
روز آدینہ بوقت عصر ہژدم ازھیام کزندائے ارجعی اور دررہ تعلیم شد
آمدہ از ملک الموت ازوصالش ایں اند آہ آہا نور احمدؒ ازتعین میم شد

آپ کا مزار حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار کے متصل مغربی طرف واقع ہے۔

نقل ہے: روضہ شریف میں کہ جہاں اب حضرت خواجہ احمد صاحبؒ کا مزار ہے۔ جگہ بہت تنگ تھی۔ جو آپ کے دفن کے لئے کافی نہ تھی۔ مگر تمام اشخاص کا شوق یہاں ہی ان کے دفن کے لئے تھا۔ اور یہیں دفن کرنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ جب معماروں اور نجاروں نے وہاں تیشہ مارا۔ تو ایسی ہولناک آواز ظاہر ہوئی جس کے ڈر سے لوگ بھاگ کر خانقاہ شریف سے باہر نکل آئے۔ جب واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مکان فراخ ہو گیا ہے تب حضرت کے جسد مبارک کو وہاں دفن کیا گیا۔

اولاد حضرت خواجہ نور احمد صاحب

آپ کے چھ بیٹے تھے۔ اول: خواجہ محمود صاحب: جو اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد سجادہ ہوئے۔ اور مسند نشینی کے مقدس فرائض کو نہایت خوبی سے ادا کیا ہر خاص و عام کو اپنے فیض سے مستفیض فرمایا اور تمام عمران کو حوادثات روزگار کے طوفان سے بچایا آپ کی بیعت قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ سے تھی اور انہی سے سعادت ازلی نعمت لم یزلی حاصل کی نیز حضرت قبلہ عالمؒ کے دیگر خلفاء رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی

صحبت سے بھی استفادہ کیا۔ آپ مسکینوں بیچاروں اور غریب لوگوں کے حال پر بے حد شفقت و رافت مبذول فرمایا کرتے تھے۔ ان کا بُرا ہونا۔ برا کرنا۔ اور آپس میں بُرا رہنا۔ آپ کو نہیں بھاتا تھا حق تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک میں ایک تاثیر ودیعت کی تھی کہ جونہی کوئی لفظ آپ کے منہ سے نکلتا پورا ہو کر رہتا۔ مولف (کاتب الحروف) کے حال پر بے حد عنایت مبذول فرماتے تھے بلکہ اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔

مولف فرماتے ہیں کہ بچپن میں ایک بار مجھے بلا کر فرمایا کہ جب میں چھوٹا تھا۔ تو ایک دن حافظ محمد جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی کے ایک برتن میں چند پیسے ڈال دیئے اور خرچ کے لئے میرے حوالے کئے۔ ایک وظیفہ بتلا کر فرمایا کہ روزانہ پڑھا کرو اور اس پر دم کر دیا کرو پھر اس برتن سے جتنا خرچ درکار ہو۔ لے لیا کرو اور اس کا منہ کپڑے سے ڈھانک کر رکھ دیا کرو مدت مدید میں ایسا ہی کرتا رہا خدا کی قدرت جتنا خرچ کیا۔ مگر برتن کو کبھی خالی نہ پایا یہ وظیفہ میرے پاس شیخ کی امانت میں ان کے فرمان کے مطابق میں اب تک عمل کرتا ہوں۔ الحمد للہ علے ذالک

آپ کا وصال ۱۰ رمضان ۱۲۶۶ھ میں ہوا۔ آپ کے تین بیٹے تھے 1۔ سعادت نقش مروت منش حضرت خواجہ نور بخش صاحبؒ جو حضرت خواجہ خواجگان سلطان التوکلان حضرت محمد سلیمان صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے جملہ پیر بھائیوں کی نہایت عزت کیا کرتے تھے اپنے شیخ کے ساتھ نہایت عقیدت اور پکی ارادت رکھتے تھے مروت آپ کا شیوہ تھا ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ الفت اور خلق سے پیش آتے تھے اپنے شیخ کے فرمان کے مطابق ہمیشہ ورد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۵ شعبان ۱۲۸۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

۲۔ دوسرے بیٹے خواجہ غلام قطب الدین صاحبؒ مہد سے لحد تک تمام عمر ایک لحظہ بھی نیکی کے بغیر نہ گزرا۔ جملہ عقلی و نقلی علوم کی تحصیل فرمائی۔ اور طالب علموں کی تعلیم و تدریس کے کام میں مشغول رہے۔ مولف کاتب الحروف بھی عرصہ تک ان کی خدمت میں بہرہ یاب رہا۔ یہ بھی حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کی بیعت اور پاک صحبت سے شرف یاب تھے۔ مدت مدید اور عرصہ بعید ان کی خدمت اقدس میں رہ کر فیض صحبت سے استفادہ کیا۔ صبح و شام اوراد و نوافل تلاوت کلام اللہ۔ دلائل الخیرات۔ درود مستغاث۔ صوم و صلوۃ۔ خشوع و خضوع سے کام تھا مسکینوں کے بہت بڑے ہمدرد اور غمکسار تھے دنیا کے تمام تر علائق سے آزاد اور پاک تھے آپ کا مشرب حقیقی رنگ میں صوفیانہ اور آپ کی عادت ہر شخص سے نہایت ہی محبانہ تھی۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۷۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ ایک فاضل نے آپ کی تاریخ وفات لفظ غلام قطب الدین سے نکالی ان سے ایک بیٹا محمد قاسم نامی ہوا کہ بچپن ہی میں بزرگی کے آثار اس کے ماتھے سے نمایاں تھے مگر آہ بچپن ہی میں فوت ہوا۔

۳۔ تیسرے بیٹے غلام فخر الدین صاحب (اطال اللہ عمرہ) جو عزت اور مکارم اخلاق کے تمام منازل طے کرنے میں گویا سبقت لے گئے۔ یہ بھی سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ صاحب سے کمال عقیدت اور رفیع ارادت رکھتے ہیں۔ اور ان کے جملہ متوسلین اور غلاموں کو اپنا بھائی تصور کرتے ہیں۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا، غلام نظام الدین زید حیاتہ خواجہ نور احمد صاحبؒ کے دوسرے فرزند مولف کاتب الحروف کے والد ماجد ہیں۔ جن کے اوصاف بے پایاں اور جن کے الطاف بحر ناپید کراں ہیں۔ جو تقریر اور تحریر میں نہیں آسکتے۔ تاہم تھوڑا سا بیان کر دینا ضروری ہے۔ کہ میرے جد امجد اور

دیگر بزرگان کرام فرماتے تھے کہ میرے والد ماجدؒ ایام عاشورہ محرم میں پیدا ہوئے تھے جن دنوں کہ دادا صاحب اور حضرت حافظ محمد جمال صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہم حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر پاک پتن شریف تشریف رکھتے تھے۔ چونکہ یہ خوشخبری ان کو وہاں ملی تھی۔ اس لئے آپ نے باستمزاج دادا صاحب ان کا نام نامی بھی غلام فرید رکھ دیا اور بچپن میں ہی اپنی بیعت سے بہرہ مند فرمایا۔ کلام اللہ شریف حضرت قاری صاحب اوران کے جانشین میاں محمد بخش صاحب سے حفظ کیا۔ اور تحصیل علم جناب مولانا محمد بخش صاحب سے بچپن میں حافظ محمد جمال صاحب اپنے دستر خوان پر ان کو اکٹھا بٹھا کر کھانا کھاتے تھے۔ جب سفر کا موقع آتا۔ تو اپنی سواری پر پیچھے بٹھاتے تھے۔ اور ہر خاص و عام سے فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ حرم محترم کو تاکید تھی کہ وہ اسے اپنے ہی بیٹے کی طرح عزیز رکھیں ہر طرح کے کھانے اور فاخرہ لباس ان کے لئے مہیا کئے جاتے تھے اپنے مصاحبین میں سے چند خدام ان کی خدمت میں مامور تھے۔ حافظ صاحب فرط محبت کی وجہ سے اکثر اوقات ان کو گھٹنے پر بٹھائے رکھتے تھے۔ شیرینی اور بادام وغیرہ سے انہیں بہلاتے اور ایسی محبت کرتے۔ جیسا کہ ماں باپ اپنے بچوں سے کرتے ہیں ایک دن جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محفل احباب میں رونق اروز تھے۔ اور حسب دستور میرے والد ماجد کو اپنے گھٹنے پر بٹھا ہوئے پیار رہے تھے کہ اتنے نواب مظفر الدولہ والدین خاں شہید رحمۃ اللہ علیہ ناظم ملتان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حج بیت اللہ شریف کا ارادہ ظاہر کر کے دعاء طلب کی۔ اور آرزو کی کہ اگر حضور بھی ارادہ حج بیت اللہ شریف فرمائیں۔ تو میرے لئے بڑی سعادت کا موجب ہوگا۔ آپ کے طفیل میرا حج قبول اور سفر خیر و خوبی سے سرانجام ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ میرا قبلہ میرے پاس موجود

ہے۔ مجھے کسی اور قبلہ کی کیا حاجت۔ نواب صاحب نے سمجھا کہ شاید مسجد کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں۔ عرض کی حضرت یہ تو عبادت خانہ خدا ہے نہ کہ بیت اللہ جناب حافظ صاحب نے میرے والد کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا میرا قبلہ یہ ہے جو مرشد قبلہ عالمؒ کی اولاد امجد میں سے ہے یہ میرے پاس موجود ہے بس اس کے ہوتے اور کون سے قبلہ کی تمنا کروں نواب صاحب خاموش ہو رہے۔ اور دعا طلب کر کے رخصت ہوئے جب جناب حافظ صاحب کے ایام مرض وصال قریب آئے تو اپنے خرو سال بیٹے اور میرے والد صاحب کو جو اس وقت صغیر سال تھے۔ مرشد نا مولانا محمد خدا بخش صاحب سجادہ نشین کے سپرد کیا۔ ان کے فرمان کے مطابق جناب خلیفہ صاحب میرے والد صاحب کے حال پر بے حد شفقت و مرحمت مبذول فرمایا کرتے تھے جو اب تک جاری ہے میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ مرشد نا وہادینا جناب خلیفہ صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ عرش پائیگاہ میں جلوہ افروز ہیں۔ مجھے اپنے پاس بٹھایا تلقین و ارشاد کی صورت میں ہر چہار سلسلہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بلکہ چاروں سلسلے حرف بحرف پڑھا دیئے جس سے میری نیند کھل گئی۔ اور اپنے برادر مکرم حضرت نور حسین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن کو کہ خدا تعالیٰ نے تعبیر خواب میں ملکہ اجتہاد عطا فرمایا ہوا ہے صورت حال بیان کی۔ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا نصیبہ خود ان ہی کی ذات ستودہ صفات سے وابستہ ہے فورا جاؤ اور بہرہ تام پاؤ۔ پس میرے قبلہ گاہ خیر شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جناب خلیفہ صاحب ملتان روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ پیچھے پیچھے چلے گئے۔ کافی مسافت طے کر کے ان کی خدمت اقدس میں مشرف ہوئے۔ یہ ایام جناب حافظ صاحب قدس سرہ

العزیزؒ کے عرس کے تھے۔ جونہی میرے قبلہ گاہ وہاں پہنچے مرشدنا وہادینا نے ان کے عرض اور اظہار آرزو کے بغیر خود بخود ان کو روضہ انور میں لے گئے اور لوگوں کو ہٹا کر تخلیہ کیا۔ اور دروازہ بند کر دیا اور مزار پاک کے قریب تلقین وارشاد فرما کر نعمت باطنی سے بہرہ اندوز کیا چاروں سلسلوں کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ آئندہ جو بھی شخص تم سے اسمائے الٰہی کے متعلق استفادہ کرے۔ بلا دریغ فائدہ دیجئو خرقہ اور کلاہ عطا کیا۔

رات کو جب کہ قبلہ والد ماجد اپنے مکان پر مکین تھے قوم قریش کے لوگوں کا ایک گروہ جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں آیا۔ اور بیعت کی خواہش کی۔ آپ نے ایک اور آدمی کے ہمراہ سب کو میرے والد صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور فرمایا کہ ان کو بیعت سے مشرف کرو میرے قبلہ انتہائے ادب کی وجہ سے اُٹھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ قبلہ! حضور ان کو خود ہی اپنی بیعت سے سرفراز کریں۔ آپ نے با آواز بلند فرمایا۔ کہ غلام نے آج روضہ انور میں جو کچھ آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ شاید کہ درجہ قبولیت کو نہیں پہنچا۔ اس پر ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر میرے والد صاحب کے ہاتھ پر رکھا۔ اس طرح سب کو میرے والد صاحب کی بیعت سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ ان کو فلاں وظیفہ تلقین کریں۔ اور آئندہ اس قسم کی آرزو آوری (رد و کد) نہ کیا کریں۔ بلکہ ہر شخص کو اس کے حوصلے اور ظرف کے مطابق بہرہ یاب کر دیا کریں۔ الحمد للہ علے ذالک

نقل ہے: ایک دن حضرت مولانا خدا بخش صاحبؒ اپنے مکان میں جلوہ افروز تھے اور ارادتمندوں کی ایک جماعت ستاروں کی طرح اس ماہ کامل کے گرد حلقہ زن تھی۔ عاشقان طلب پروانہ وار اس شمع دل افروز کے گرد سوزان و رقصاں تھے۔ ان میں مولف

کاتب الحروف کے والد ماجد بھی بیٹھے تھے۔ قبلہ گاہ نے مولانا کی خدمت میں یہ شعر بطور حسن طلب و جذب شوق عرض کیا۔

آج کھل کر آشنائی کے مزے جاتے رہے　　ہم تمہارے آشنا مدت سے کہلاتے رہے

مولانا نے چشم عنایت سے دیکھا اور فرمایا حضرت تسلی فرمائیں آپ میرے گلے کے ساتھ چسپاں ہیں اور رہیں گے چنانچہ آج تک آپ کا وہی فیض باطنی اور روحانی ہمارے شامل حال ہے۔ الحمد اللہ علے ذالک۔

نقل ہے: میرے والد ماجد مدظلہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بڑے بوڑھوں سے سنا تھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی شبیہ مبارک بعینہ میرے والد نور احمد صاحب کے مشابہ تھی۔ اس لئے ہم ان کو دیکھ کر بہت ہی مسرور رہا کرتے تھے لیکن پھر بھی مجھے حضرت قبلہ عالمؒ کے جمال جہاں آراء کے دیکھنے کا شوق دامنگیر تھا ایک رات حالت اشتیاق میں سویا تو خواب دیکھا کہ میں روضہ انور حضرت قبلہ عالمؒ کے اندر کھڑا ہوں۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ اور جناب شہید صاحب کے مزارات کی بجائے دو تخت بچھے ہوئے ہیں جن پر دیباچہ مخمل کے نہایت خوشنما غالیچے بچھے ہوئے ہیں جن پر ہر دو حضرات الگ الگ محوخواب راحت ہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے جسم اطہر پر ایک سفید چادر اور شہید صاحب کے بدن پر سرخ رنگ کا دوشالہ پڑا ہوا ہے۔ اور میرے والد صاحب پائینتی میں بیٹھے ہوئے حضرت قبلہ عالم کے پاؤں داب رہے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر مجھے بھی آپ کی زیارت میسر ہو جائے تو زہے نصیب فوراً سر سے سینہ تک نقاب کھلا۔ اور آپ نے اپنے جمال جہاں آراء سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا میں نے غور سے دیکھا تو آپ کی صورت بعینہ میرے قبلہ گاہ کے مشابہ تھی۔ مگر اتنی پر نور کہ چہرہ انور پر میری نظر نہیں ٹھیر سکتی تھی۔

پھر خیال آیا کہ حضرت شہید صاحب کو بھی دیکھ لوں۔ تو کیا اچھا ہو۔ فوراً دوشالہ منہ سے اٹھایا اور میری آنکھوں کو اپنی پرنور صورت کے دیدار سے نورانی فرمایا۔ آپ کی صورت اخویم غلام نبی صاحب کے زیادہ مشابہ تھی لیکن ان کی آنکھیں بڑی پرخمار اور جسم پر جابجا جھریاں پڑی ہوئی تھی وہاں سے لوٹا تو دل میں خیال آیا کہ کاش حضرت قاری صاحب علیہما الرحمۃ کے مزارات کی بھی زیارت حاصل ہوتی جب ان کے روضہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں قبر کا کوئی بھی نشان موجود نہیں ہاں روضہ شریف کے شمالی اور مغربی دیوار کے گوشہ میں کچھ نشانات ہیں اتنے میں حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کی زیارت ہوئی۔ جو فرماتے ہیں کہ یہ روضہ حضرت گنج شکرؒ کا ہے۔ اس حالت میں میں نے دیکھا کہ میرے والد ماجد کے خاص غلام میاں احمد بنے نامی روضہ انور کے دروازہ پر نالہ و فریاد کر رہے ہیں۔ اور عرض کرتا ہے کہ حضرت! میری بینائی کم ہوگئی ہے للہ غور فرمائیں حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ وظیفہ تلقین کرو۔ اور آیۃ کریمہ: **فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید**۔ میں نے اسے سمجھا دیا جب نیند کھلی تو میرے دل پر ایک گونہ مسرت طاری تھی دل ہی دل میں خوش تھا۔ دو تین دن کے بعد میاں احمد ملے تو میں نے ان سے ان کی آنکھوں کا احوال دریافت کیا اس نے کہا تیسری رات ہے کہ رات کو اندھا سویا صبح کو اٹھا تو میری آنکھیں روشن تھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ ایسی خواب کا نتیجہ ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ خواب نہ تھا۔ بلکہ الہام ربانی تھا میرے والد ماجد کو ان حضرت سے فیض باطنی حاصل تھا۔ میاں غلام حسن بھٹیؒ قاری صبغۃ اللہؒ۔ حافظ محمد ناصرؒ۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ، جو سب کے سب حضرت قبلہ عالمؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے ان کے علاوہ

انہوں نے اپنے والد ماجدؒ مولوی محمد حامد خلیفہ حافظ محمد جمالؒ ۔ مولوی نور محمد بوزہ خلیفہ خواجہ نور محمد حاجی پور۔ وغیرہ بیشتر مشائخ سے روحانی فائدہ حاصل کیا۔ آپ کی تمام عمر اپنے بزرگان کرام کی متابعت احیائے سنت اور اورادو ظائف تلاوت قرآن مجید میں صرف ہوئی۔ ہزاروں آدمی خود انہی کے فیض باطنی سے مستفیض ہوئے۔ جن کا بیان احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کی زبان فیض ترجمان میں ایک ایسی تاثیر بخشی تھی کہ جونہی کوئی کلمہ آپ کے منہ سے نکلتا۔ خدا تعالیٰ اسے پورا فرماتا۔ آپ کا حرف حرف تیر بہدف تھا اگر یہ سب باتیں لکھی جائیں تو الگ جلد تیار ہو لیکن ان میں بعض تبرکا درج ذیل ہیں۔ محمود نامی ایک شخص اپنی منگنی کے لئے آپ کو اپنے چچا کے پاس بطور شفیع لے گیا۔ اس نے آپ کی تشریف آوری کو حقیر جان کر ٹکا سا جواب دیا۔ تھوڑا سا عرصہ گذرا کہ وہ شخص سخت بیمار اور انواع اور اقسام کے غموں میں گرفتار ہو گیا۔ ڈر کے مارے کسی کی مزید استدعاء یا سلسلہ جنبانی کے بغیر ہی اس نے حضور کی دعوت کی۔ اور اپنی بیٹی کو پیش کر کے فرمایا۔ یہ لونڈی حاضر ہے جہاں چاہیں دیدیں۔ مگر خدا کے لئے میری تقصیر معاف کریں آپ راضی ہوئے اور لڑکی کا نکاح محمود سے کر دیا۔ دعاء خیر فرمائی مگر قضا کار وہ بے چارہ دو تین دن کے بعد فوت ہو گیا مجھے بہت سے معتبر آدمیوں نے ذکر کیا ہے۔ کہ وہ شخص بیان کرتا تھا کہ جب میں نے انکار کیا چند بار خواب میں دیکھا کہ ایک سفید ریش شخص مجھے چار پائی سے کھینچ کر زمین پر مار رہا ہے۔ اس لئے میں نے ڈر کے مارے آن کر معافی مانگی اور آپ کی رضا حاصل کی۔

اس قسم کی ایک اور روایت ہے کہ میاں شرف الدین ولد محمد عظیم کاتب ساکن پاک پتن نے اپنی بیٹی کا ناتہ نسبت میاں غلام نبی قاری ساکن موضع بشاری کے ساتھ کر دیا تھا۔

منگنی کی جملہ رسومات ادا ہو چکی تھیں۔ لیکن چند ماہ کے بعد اس نے انکار کر دیا۔ آخر غلام نبی مایوس ہو کر میرے عم محترم خواجہ محمود صاحبؒ کے پاس آیا۔ اور میاں شرف الدین کو اس خاندان کا مرید سمجھ کر ان کی خدمت میں داد فریاد کی۔ خواجہ صاحب نے اس کی التجا منظور فرمائی۔ اور میرے قبلہ گاہ سے فرمایا کہ آپ جماعت علماء فضلاء کے ساتھ میاں شرف الدین کے پاس جائیں شاید کہ اس شریف کا کام ہو جائے والد ماجد نے اس کی تعمیل کی۔ لیکن شرف الدین نے اپنی بد بختی سے آپ کے رتبہ کو نہ پہچانا۔ اور صاف انکار کر دیا میرے قبلہ گاہ نے مزار پاک حضرت بابا صاحبؒ پر تمام ماجرا عرض کر دیا اور نہایت غمگین ہو کر واپس آئے کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ مسمی احمد خاں کھرل نے جو میاں غلام نبی کے والد کا شاگرد تھا پانچ سو عربی سواروں کا شکر لے کر پاک پتن کا محاصرہ کیا جو اس وقت سکھوں کے قبضہ میں تھا۔ اور اپنا ایلچی بھیج کر پیغام بھیجا کہ اس لڑکی کو ہمارے حوالے کرو۔ ورنہ ابھی شہر پر دھاوا کر کے زیر و زبر کر دوں گا۔ ایلچی گیا اور پیغام دیا ادھر حضرت دیوان صاحب اور شہر کے دیگر عمائدین نے میاں شرف الدین کو خوب آڑے ہاتھوں لیا نتیجہ یہ کہ اس نے شام کے وقت لڑکی کا نکاح میاں غلام نبی سے کر کے بازو حوالہ کر دیا۔ اور اس طرح جان بچائی میاں شرف الدین میرے والد صاحب اور ان کے مقتدر وفد کو خالی لوٹانے سے سخت شرمسار ہوا۔ یہ قصہ بہت مشہور ہے۔

مخدوم عنایت شاہ نے عبداللہ کلال کی بیٹی کے لئے جو لڑائی جھگڑا کیا تھا شکست کھائی اور ذلیل ہو کر مارا گیا مسمے غلام جو یہ سکنہ چادیکا بھی اس کا معاون تھا تباہ ہو گیا۔

ایسا ہی غلام مرتضے جام پوری کو اپنی جاگیر کے اجارہ میں خسارہ ہوا سرکاری آدمیوں نے اس کی ادائیگی کا تقاضہ کیا۔ وہ بھاگ کر مہار شریف آیا۔ اور پناہ مانگی۔ خدا تعالے نے

ان کے طفیل شاہ صاحب کی حاجت روائی کی۔ چنانچہ حکم پہنچا کہ سرکار نے اس کا سابقہ اجارہ معاف کر دیا ہے۔ اور آئیندہ کے لئے ٹھیکہ میں کافی تخفیف کر دی ہے۔ اور تمام جاگیر واپس مرحمت فرمائی۔ وہاں کے لوگ خشک سالی کی وجہ سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ تمام ملک املاک تباہ و برباد ہو گئے تھے میرے والد ماجد ذات گرامی ادھر سے گذرے لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت زار بیان کی۔ اور دعا کے طالب ہوئے۔

تاز گر کو دک حلوا فروش بحر بخشائش کجا آید بہ جوش

آپ کو لوگوں کے حال زار پر رحم آیا بڑی شفقت فرمائی اور سوار ہو کر اس علاقہ میں قدم رنجہ فرمایا دعا خیر کی حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اس ندی کو دریائے و جلہ کی طرح جاری کیا لوگ کھیتی باڑی میں مشغول ہو گئے اب تک یہ ندی جاری ہے۔ او رانشاللہ جاری رہے گی دعاء ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کا سایہ ہما پایہ ابر رحمت سراسر برکت ہمارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔ ان کی عمر دراز ہو اور دیر گاہ صحت اور سلامتی کے ساتھ خلق خدا کی کار براری میں مشغول رہیں۔

تنش بہ ناز طبیباں نیاز مند مباد سلامت ہمہ آفاق در سلامت اوست
وجود ناز کش آزردہ گزند مباد ہیچ عارضہ ایں شخص مستمند مباد

آپ کے ہاں پانچ بیٹے پیدا ہوئے ایک یہ فقیر کاتب الحروف امام بخش عفی عنہ اس فقیر کے بھی تین بیٹے ہیں۔ پہلا میاں کریم بخش خدا تعالے اس کی عمر و عمل اور مدارج میں برکت دے آپ کے دوسرے فرزند میاں غلام دستگیر ہیں جو قرآن شریف کے حافظ نہایت نیک سیرت نیک صورت بیٹے ہیں۔ ان کو بھی خدا تعالےٰ نے تین بیٹے مرحمت فرمائے۔ ا۔

میاں محمد بخش ۲۔ جمال الدین ۳۔ میاں غلام حسن زید عمر ہم آپ کے تیسرے فرزند میاں غلام رسول اور ۴۔ میاں غلام صدیق ۵۔ بیٹے میاں حافظ کمال الدین زاد اللہ عمر ہم ہیں۔
حضرت خواجہ نور احمد صاحب کے تیسرے بیٹے حافظ نبی بخش صاحب ہیں۔ جن کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک میاں اللہ دادا دوسرے محمد حسین۔ خدا ان کی عمر میں برکت دے اور آپ کے چوتھے بیٹے میاں خدا بخش ہیں۔ جن کے دو بیٹے۔ محمد حیات اور محمد شریف ہیں پانچویں فرزند حافظ قادر بخش جن کے ہاں اب تک صرف ایک بیٹا ہے چھٹے فرزند حافظ گنج بخش ہیں جن کے ہاں اب تک کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔

تیسرا چمن حالات خواجہ نور حسن صاحب فرزند حضرت قبلہ عالم صاحبؒ

آپ کا نام نامی نور حسن تھا جو سخاوت اور مروت میں بے نظیر تھے۔

نقل: لکھا ہے کہ بچپن میں اپنے والد ماجد کی مرضی کے خلاف آپ سے کوئی معاملہ ہو گیا تھا اس لئے حضور نے ان کو اپنے سامنے آنے سے منع کر دیا تھا۔ اتفاقاً ان دنوں مولانا فخر الدین صاحب کے فرزند ارجمند میاں غلام قطب الدین وہاں موجود تھے خواجہ نور حسن صاحب نے ان کو معافی کا ذریعہ بنایا۔ اور حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں لے آئے چونکہ ان کا آنا خلاف عادت تھا حضور نے متعجب ہو کر پوچھا کہ اس ناگاہ تشریف آوری کی وجہ کیا ہے آپ میاں نور حسن صاحب کی طرف سے معذرت کی اور معافی مانگی۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا بہ محابائے ذات شریف میں نے اس کے دونوں جہانوں کے گناہ معاف کئے۔

نقل ہے: ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم پچھمؔ کی طرف تشریف لے گئے شہید صاحب اور خواجہ نور حسن صاحب بھی ہمراہ تھے۔ جب آپ سفر سے واپس آئے ایک منزل باقی تھی کہ خواجہ نور حسن صاحب بہ عارضہ بخار بیمار ہو گئے شہید صاحب نے ان کو اپنے پیچھے گھوڑی پر بٹھا دیا بیمار نے قے کرنا شروع کی شہید صاحب کی طبیعت متنفر ہوئی۔ حضور نے نور باطن سے دریافت فرمایا اور اپنے پیچھے گھوڑی پر بٹھا دیا۔ ظہر کے وقت منگھیرا کے قریب پہنچے وہاں ٹھہر گئے غسل فرمایا اور نماز میں مشغول ہو گئے اور بیمار کو مسجد کی دیوار کے سایہ میں سلا دیا گھنٹہ بھر کے بعد انہیں آرام ہو گیا حضور نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منگھیرا کی آب و ہوا نور حسن کی طبیعت کے موافق ہے۔ ممکن ہے کہ یہاں آپ کا مسکن ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت قبلہ عالم کا وصال ہوا تو خواجہ نور حسن چند سال کے بعد منگھیرے میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ جو آج تک ان کے وجود سے رشک گلزار ہے۔ حضرت قبلہ عالم صاحب نے بچپن سے ان کو قاضی محمد عاقل صاحب کے سپرد کر دیا تھا قاضی صاحب نے ان کو اپنی بیعت سے مشرف کیا۔ اور اپنا مجاز بنایا ۲۳ شوال ۱۲۵۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

رباعی

نور حسن زِ ظلمت دنیا چوں روبتافت   در بحر نورو وحدت چوں آشنا شتافت
ہاتف چودید روشنی وصل اور بگفت   نور حسن زنور محمد جلاء یافت

آپ کا مزار روضہ شریف کے اندر شہید صاحب کے مزار کے متصل بجانب شرق واقع ہے۔ خواجہ نور حسن صاحب کے چھ بیٹے تھے ا۔ نظام بخش جو مروت فتوت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے ان کے دو بیٹے ہیں محمد بخش اور غلام محمد۔ ۲۔ نصیر بخش جو مکارم اخلاق کے منبع اور محاسن اشفاق کے مصدر تھے خواجہ خدا بخش صاحب سجادہ نشین کو ان پر بڑی شفقت تھی۔ اپنے تمام بھائیوں سے ان پر زیادہ مہربانی اور عنایت فرماتے تھے۔ ان کے منہ سے ناجائز کلمات کبھی نہیں نکلے تھے۔ کبھی کسی کے ساتھ غصے نہیں ہوئے تھے۔ ہر خاص و عام کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے تھے۔ بے شمار لوگ آپ کے لنگر کے وظیفہ خوار تھے۔ ایک بڑی جماعت کو تربیت دیتے تھے ان کے مدرسہ سے بے شمار طالب علم فیض یاب ہوئے اور یتیموں کے ملجا و ماوئے تھے ماہ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ ان کے دو فرزند موسوم بہ فضل حق اور عبدالحق ہیں۔ ۳۔ میاں تاج محمود ان کا ایک بیٹا نور الحق ۴۔ میاں غلام قادر جن کا ایک فرزند میاں الٰہی بخش ہے۔ ۵۔ میاں عمر بخش ۶۔ میاں غلام علی جو ابھی تک شادی شدہ نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے حضرت قبلہ عالم صاحب کے خاندان عالی شان کو قیامت تک فیوض باطنی کی مسند پر جلوہ گر رکھے۔

مثنوی

الٰہی جملہ اولاد نامیش مفضل دارز اخلاق گرامیش

دریں زنگار کون کوخ رزاندود بہم یکی رسوم الفضل والجود

جہاں آئینہ مقصودِ شان باد وزاں نورِ قدم مشہود شاں باد

چوتھا چمن حضرت قبلہ عالم صاحب کی بیٹی زینت مستور کے حال میں

زینت مستور نام ان کی نیک فطرت اور کمالات کی تعریفیں بیان سے باہر ہیں۔ مختصر یہ کہ ان کی شادی لالیکہ قوم کے ایک مشہور رئیس کے ساتھ کی گئی تھی۔ یہ تھوڑے عرصہ کے بعد فوت ہوگیا۔ یہ باپردہ خاتون اپنے پدر بزرگوار کے دولت خانہ میں رہنےسہنے لگی۔ ان کا اکثر وقت ورد وظائف میں صرف ہوتا تھا۔ بہت سخی اور مہربان تھی حضور فرمایا کرتے تھے کہ زینت ہمارے گھر کی زینت ہے۔ حضور کی دوسری بیٹی رابعہ زماں مریم دوزاں صاحب خاتون تھی جن کی تعریف محتاج بیان نہیں۔ صاحب خاتون کی شادی شیر شاہ صاحب سے ہوئی تھی جو پیر عادل شاہ صاحب کی اولاد حاجی سید رسول کی نسب سے تھے ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا محمد شاہ جو بچپن میں فوت ہوگیا یہ بی بی صاحبہ پدر بزرگوار کے دولت خانہ میں آگئیں۔ اور اپنی تمام عمر گوشہ نشینی۔ وظائف نوافل میں گزاری۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میاں غلام نظام الدین صاحب دہلوی مہار شریف میں تشریف لائے جو حضرت مولانا صاحب کی اولاد میں سے ہیں بندہ کے حال پر وہ بڑی مہربانی فرمایا کرتے تھے جب منگھیرہ کی طرف تشریف لے گئے تو مجھے بھی ہمراہ لیا۔ وہاں میاں نصیر بخش صاحب مرحوم کے ڈیرے میں فروکش ہوئے۔ ایک دن نہایت پریشانی اور ملال کا اظہار کر کے فرمایا کہ ہم عذر دہلی سے بھاگے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل اور پریشانی کے بعد یہاں پہنچے ہیں۔ حضرت مولانا صاحب کا فرمان تھا کہ جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں جانا میں تو تعمیل فرمان کے بموجب

حاضر ہوا ہوں۔ استخارہ کر کے میرا حال حضور کی خدمت میں عرض کرو۔ جیسا ارشاد ہوگا عمل کروں گا۔ اس فرمان کے مطابق میں اسی رات جو جمعہ کی رات تھی کچھ پڑھ کر سو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ میری دونوں بزرگ دادیاں حضور کے دولت خانہ دروازہ پر ایک چبوترہ پر بیٹھی ہیں۔ جہاں ایک رنگین مسہری بچھی ہوئی ہے۔ مجھے بلایا جب میں نزدیک گیا تو بڑی مہربانی سے مجھے مسہری پر بٹھا دیا ایک جواہرات سے مرصع بازو بند میرے ہاتھ میں دیا۔ فرمایا اسے لے لو۔ اور جناب قبلہ عالم کی طرف سے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں نذر گزارو۔ اور عرض کرو۔ کہ آپ تسلی کریں کہ حضور کی خدمت کے لئے ہم کمر بستہ حاضر ہیں۔ خدا تعالے آپ کو خوش حال بنائے گا۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو اپنا یہ خواب بلا کم و کاست جناب صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں بیان کیا۔ چنانچہ اسے سن کر بہت ہی خورسندہ ہوئے اس قصہ کے بیان کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ ان دونوں پاک بیبیوں کا تقرب اپنے پدر بزرگ وار کے ساتھ تھا۔ جو مسلمہ قطب مدار تھے۔

تیسرا گلزار حضور کے خلفائے راشدین کے بیان میں

یہ گلزار چار چمن اور چند گلبن پر مشتمل ہے بمصداق آیۃ کریمہ

اَصلُھَا ثَابِتٌ وَفرعھا فِی السَّمَاءِ

چمن اول

شاہ بلند پرواز سراج الواصلین سند الکاملین۔ حضرت خواجہ نور محمد ثانی عرف نارموالہ کے حالات میں

آپ کی تعریف واضح اور ظاہر ہے۔

چوں براہ صفا قدم بکشاد گام بر گام مصطفےٰ بنہاد

مشہور ہے کہ جب خلیفہ صاحب اپنے پیرو مرشد کے ہمرکاب جناب مولانا صاحب کی خدمت میں مشرف ہوئے۔ تو آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ مجھے اس شخص کی آنکھوں سے مشک کی بو نظر آتی ہے۔ اور جب غازی الدین صاحب خلیفہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے تو یہ آیۃ کریمہ پڑھی **ما ھذا بشرا ان ھذا الاملک کریم**۔ خیر الاذکار میں مولوی محمد گھلوی نے لکھا ہے کہ حضرت حافظ محمد سلطان پوری مولانا صاحب کے یاران خاص میں سے تھے بہت بزرگ شخص تھے علوم ظاہری میں خلیفہ صاحب کے ہمدرس تھے جب وہ مولانا صاحب کی خدمت میں بیعت سے مشرف ہو کر واپس آئے ان پر ذوق وشوق الٰہی کی مستی یہاں تک غالب تھی کہ اکثر اوقات مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے تھے اور تڑپتے تڑپتے قریب دہانہ چاہ میں جا پڑتے تھے جو خشک اور ویران پڑا تھا ان دونوں خلیفہ صاحب بیعت سے مشرف نہیں ہوئے تھے مگر زہد و اتقاء اور پابندی شروع میں مشہور تھے جب حافظ صاحب کی حالت کو دیکھا تو اہل اللہ کی بیعت کے شوق کی آگ ان کے دل میں بھڑک اٹھی۔ چنانچہ دوسری دفعہ جب حافظ صاحب دہلی تشریف لے گئے تو خلیفہ صاحب نے اپنا ایک عریضہ مولانا صاحب کی خدمت میں ان کے ہاتھ بھیج دیا۔ جونہی وہ خط مولانا صاحب کو ملا آپ نے لکھا۔ کہ فی الحال مثنوی مولانا جلال الدین کے مطالعہ کرتے ہیں۔ اور بعض وردو وظائف بھی تلقین کئے نیز لکھا۔ کہ اگر تمہیں بیعت کی خواہش ہو۔ تو مہار شریف حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں جاؤ۔ اس سے محبت اور شوق کا ایسا جذبہ ہوا۔ کہ بے قرار مضطر و ناچار مہار شریف کی

طرف روانہ ہو پڑے جب خیر پور شریف میں پہنچے تو سنا کہ قبلہ عالم صاحب دہلی روانہ ہو گئے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی خاموش ہو گئے اور گہری سوچ بچار کے بعد فرمایا۔ کہ ہمیں مہار شریف جانے اور قبلہ عالم کی آستان فیض نشان پر حاضری کا حکم ملا ہے یہ کہتے ہی مہار شریف کو چل پڑے اتفاق یہ کہ حضرت قبلہ عالم صاحب ایک رات پیشتر دہلی سے دولتخانہ واپس تشریف لا چکے تھے۔ خلیفہ صاحب آپ کی قدم بوسی سے مشرف ہو کر محظوظ ہوئے۔ اور خدا کا شکر بجالائے۔ اس دور دوراز سفر کی تھکان دیدار فیض آثار سے مبدل بہ راحت ونعمت ہو گئی۔ رات کو جناب قبلہ عالم صاحب نے کچھ دودھ اور کھانا آپ کی ضیافت کے لئے بھیجا اور آپ کے اتقاء اور بزرگی کا خیال فرمایا۔ کہ یہ کھانا اور دودھ وجہ حلال سے ہے۔ اس کے گوارا کرنے میں تامل نہ فرمایئے۔ ہمارا قاعدہ ہے کہ جناب مولانا صاحب کی خدمت میں دو تین ماہ رہتے ہیں۔ لیکن ابھی چند دن گزرے تھے۔ کہ انہوں نے مجھے فرمایا وطن کو جلد لوٹ جاؤ۔ کیونکہ ایک مرد خدا دورود راز فاصلہ سے تمہاری بیعت کے لئے آرہا ہے اس لئے جتنا جلدی ممکن ہو سکا ہم پہنچ گئے۔ الغرض دوسرے دن خلیفہ صاحب آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے کچھ مدت وہاں رہے پھر نارووالہ چلے گئے چند ماہ نہ گزرے تھے کہ خود حضرت قبلہ عالم نارووالہ تشریف لے گئے۔ ان دنوں بارش کا موسم تھا پہاڑی نالے جاری تھے۔ عبور بڑا مشکل تھا۔ حضرت قبلہ عالم ایک ندی کے کنارے پر پہنچے ندی کو خیریت تمام سے عبور کیا لیکن پاؤں مٹی سے ایسے آلودہ ہو گئے کہ بار بار دھونے کے باوجود صاف نہ ہوتے تھے۔

جناب خلیفہ صاحب بھی یہ حال دیکھ رہے تھے کہ مبادا میرے پیرو مرشد کا دل ملول ہو جائے حضور نے نور معرفت سے ان کے ضمیر کا تجسس کیا اور فرمایا کہ سبحان اللہ یہاں کی

مٹی بھی وفادار ہے کہ اترنے میں نہیں آتی یہ محبت آمیز کلمات سن کر خلیفہ صاحب کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔ اور باری تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ خیر الاذکار میں مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں تحصیل علم کے بعد آپ کی بیعت سے مشرف ہوا تو مجھے تلقین فرمائی کہ اگر تم سے کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آئے تو کتاب دیکھ کر بتالایا کرو۔ اس فقرے کی یہ تاثیر ہے کہ آج تک کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جو کسی نے پوچھا ہو۔ اور میں نے صحیح نہ بتایا ہو ایک بار میں آپ کی خدمت میں مشرف ہوا تو مجھ سے طلباء کا حال پوچھنے لگے میں نے عرض کی کہ قبلہ بعض طالب علم آتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں تھوڑے ہیں جو آتے ہیں مگر رہ جاتے ہیں۔ فوراً یہ شعر پڑھا۔

اگر بیائی ہیا کہ دربانے نیست ور بروی برو کہ پابہانے نیست

ایک دن میں نے اپنی مفلسی اور بیکاری کا شکوہ کیا کہ میں ایک ناکارہ شخص ہوں میرا کھانا اور اوڑھنا دوسروں پر جرمانہ ہے۔ جواباً یہ مصرعہ پڑھا۔

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

ایک بار آپ موضع یارے والا میں جو قاضی صاحب کی جاگیر میں سے ہے فروکش ہو کر شاغل نماز ہوئے بعض مرید جو ابھی زیارت سے مشرف ہوئے تھے نماز کے ارکان بجالانے میں سستی کرنے لگے تعدیل ارکان امام یوسف صاحب کے نزدیک فرض ہے اور ترک فرض سے نماز ادا نہیں ہوتی۔ پس قومہ جلسہ رکوع۔ اور سجود ٹھیک بجالانے چاہئیں۔ ورنہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ تمام حاضرین متنبہ ہوئے اور نماز پھر ادا کی۔

نقل: لکھا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب اپنے پیرومرشد کی بیعت کے بعد عبادت وریاضت ذکر وفکر میں ایسے مشغول ہو گئے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کمالات روحانی کے

اعلیٰ مدارج طے کر لئے چنانچہ ایک دن خلیفہ صاحب اپنے حجرہ میں جو حجرہ نوری کے متصل تھا بیٹھے نفی و اثبات کا شغل ادا کر رہے تھے۔ حضرت کے سر کے بال الا اللہ کی ضرب سے سر سے اکھڑ کر زمین پر آ گرتے تھے میاں خدا بخش مہار جو آپ کے لئے لسی چھاچھ لے جایا کرتا تھا۔ اتفاقاً حجرے میں آیا اور اس حال کا مشاہدہ کیا بڑی مشکل کے ساتھ حضور والا کو صرف متوجہ کیا۔ لسی وغیرہ حوالے کی اور واپس آیا جب یہ خبر حضرت قبلہ عالم صاحب کو پہنچی۔ تو اسے بلا کر فرمایا کہ میاں ایسے حالات میں اولیاء کرام کے نزدیک نہیں جانا چاہیے۔ ورنہ تمہاری جڑ اکھڑ جائے گی۔

نقل ہے: مہار قوم کے ایک مرد کو اپنی عورت سے انس اور محبت نہ تھی ایک دن عورت خلیفہ صاحب کی خدمت میں آئی۔ اور عرض کی کہ خدا کے لئے غور فرمائیں۔ کہ میرا خاوند مجھ سے راضی ہو۔ آپ حالت استغراق میں تھے فرمایا کہ کون سا خاوند اس نے کہا فلاں اچھا میں سمجھتا تھا کہ تم خاوند حقیقی کو راضی کرنا چاہتی ہو۔ اب جاؤ خاوند مجازی تجھ سے راضی ہو جائے گا۔ جونہی گھر پہنچی تو دیکھا خاوند عورت کے لئے بے قرار ہے قریب آیا ور محبت کا اظہار کیا کہ حد بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی میں مرتے دم تک یہی انس قائم رہا۔

نقل ہے: حضرت چچا خواج محمود صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے پیرو مرشد قاضی محمد عاقل صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں حضرت قبلہ عالم کے تمام خلفاء کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ اور ہر ایک کے کمالات کے حالات سے تھوڑا بہت واقف ہوں مگر خلیفہ صاحب کا وصال میری بلوغت سے پہلے ہو چکا تھا اس لئے میں انکی زیارت سے محروم رہ گیا۔ آپ نے از راہ عنایت مجھے ایک ورد بتلایا جو آپ کو

حضرت قبلہ عالمؒ صاحب سے ملا تھا حکم کے مطابق میں نے تعمیل کی۔ اور حجرہ میں بیٹھ کر مراقبہ کرنے لگا۔ ایک رات دیکھا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی نوری جلوے آسمان سے نازل ہو رہے ہیں۔ جب میں نزدیک آیا تو دیکھا کہ یہ انوار نیری جناب خلیفہ صاحب کے سر پر ہے۔ میں بدستور مراقبہ میں مشغول رہا پھر دیکھا کہ وہی نور آسمان سے برس رہا ہے۔ اور جناب خلیفہ صاحب کے سر پر جلوہ پاش ہے۔ تین بار اسی طرح دیکھا۔ چوتھی دفعہ نور کی یہ بارش خود میرے سر پر ہونے لگی۔ الحمد اللہ علی ذالک

نقل ہے: حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کے خلیفے میاں احمد فرماتے ہیں کہ ایک رات خلیفہ صاحب اپنے سجادہ پر جلوہ افروز تھے میں بھی قریب سویا ہوا تھا حجرے میں اندھیرا تھا اچانک میں نے دیکھا۔ کہ آپ کا چہرہ انور چمکنے لگا۔ اور چودھویں کے چاند کی طرح نور سے منور ہو گیا خلیفہ صاحب اڑے اور نظر سے غائب ہو گئے میں نے دیکھا کہ چھت میں ایک سوراخ بھی ہو گیا ہے کچھ دیر کے بعد پھر اترے اور مصلے پر بیٹھ کر شاغل نماز ہو گئے میں نے ان سے اس کی کیفیت پوچھی۔ تو فرمایا وعدہ کرو۔ کہ یہ راز میری مدت حیات میں کسی سے بیان نہ کرو گے۔ میں نے عہد کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب عارف کمال متابعت نبی ﷺ میں محبوبی درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ تو یہی کیفیت اس کو نصیب ہوتی ہے۔

نقل ہے: میرے چچا نور حسین صاحب فرماتے تھے کہ مجھے بچپن کی عمر کا ایک واقعہ یاد ہے۔ کہ نواب غازی الدین نے ایک غزل تصنیف کی اور حضور قبلہ عالم کی اپنے خلفاء سمیت دعوت دی۔ حضور خود بدولت مع خواص تشریف لائے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا جب قوال گانے لگے۔ تو خلیفہ صاحب پر وجد کی حالت طاری ہوئی رقص وطواف کرنے

لگے۔ یہاں تک کہ آپ کا پاؤں فرش زمین سے آدھا گز اُونچا ہو گیا تاہم رقص جاری تھا تھوڑے وقت کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ آپ کا وجود فیض آمود گم ہو گیا۔ اور صرف پیرہن مبارک زمین پر رہ گیا پھر دیکھا کہ پیرہن مبارک میں آموجود ہوئے اور بدستور رقص کرنے لگے۔ مجھے یہ حظ اب تک نہیں بھولتا اسی کے مطابق مولوی محمد گھلوی کی ایک روایت ہے جو خیر الاذکار میں شاہ احمد بارکہ کی زبانی منقول ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں جناب مولانا صاحب کے عرس پر حاضر ہوا۔ قوالی ہو رہی تھی۔ جناب خلیفہ صاحب وجد میں آئے۔ اور زمین کے اوپر چکر لگانے لگے مخدوم حامد گنج بخش جیلانی سجادہ نشین اُچ سے روایت ہے کہ ایک رات خلیفہ صاحب ہمارے ہاں مہمان تھے۔ میری استدعا پر قولی کی مجلس منعقد ہوئی ۔ آپ تشریف لائے۔ آپ ایسی حالت طاری ہوئی کہ برابر گھنٹے تک زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہو کر رقص کرتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے اور زمین کے درمیان ایک گز کا فاصلہ ہے۔

نقل ہے: میرے والد صاحب مدظلہ مولوی محمد حسن راض پوری کی زبانی روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت خلیفہ صاحب کے عرس سے چند روز پہلے خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں اے محمد حسن! میرے تمام دوستوں کو خط لکھو کہ وہ عرس پر حاضر ہو جائیں میں نے خواب کی حالت میں ان کے نام بنام خط لکھے۔ جب میں بیدار ہوا تو حیران رہا یہاں تک کہ عرس کی تاریخیں آپہنچیں میں نے دیکھا۔ کہ جن لوگوں کے نام رقعے لکھے گئے تھے۔ وہ سب کے سب موجود ہیں۔ تب سے مجھے یقین ہو گیا کہ شیخ کی کشش کے بغیر مرید کی ہر کوشش بے کار ہے۔ اور کوئی بھی ان کے دروازہ پر نہیں آسکتا۔ جب تک آپ نہ بلائیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

تا کہ از جانب معشوق نہ باشد کششے   کوشش عاشق بے چارہ بجائے نرسد
ہرگز نہ نہد بلبل پاء درصف گلزار   تا گل بہ طلبگاری اولب نکشاید

نقل ہے: سنگھڑ میں کسی شخص نے آپ کی دعوت کی۔ اور قیاس کے مطابق دس بارہ آدمیوں کا کھانا تیار کیا۔ جب آپ تشریف لائے تو آدمیوں سے زیادہ آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ بے چارہ گھبرا گیا۔ مفلس اور مسکین شخص تھا اس کی حالت دیکھ کر آپ مسکرادیئے۔ اور تسلی دی۔ جب کھانا لایا گیا تو اپنا ہاتھ مبارک اس میں ڈال دیا کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ حاضرین نے بھی کھایا اور بچا کھچا دیہات میں تقسیم کیا گیا۔

نقل ہے: مولوی محمد گھلوی میاں محمد جوایا سے روایت کرتے ہیں کہ محمد جو جناب خلیفہ صاحب کا غلام تھا ایک دن خلیفہ صاحب مسجد کے باہر چھجے میں قیلولہ فرمارہے تھے میں بھی وہاں سو گیا نماز ظہر کا وقت آیا میں جاگ پڑا اور ان کی خدمت میں بیٹھ گیا میرے دل میں خیال آیا کہ آج تو ہم غلام حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کے فیض سے دنیا میں خوش و خرم ہیں دیکھئے ان کے وصال کے بعد ہمارا کیا حال ہو۔ آپ میری دلی کیفیت سے واقف ہو گئے آسمان کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ میاں؟ ایسے خیالات دل میں مت لایا کرو اولیاء کرام اپنی حیات دنیا میں دو حصے خدا کے ساتھ مشغول رہتے ہیں اور ایک حصہ مخلوق کے ساتھ مگر وصال کے بعد مخلوق کے ساتھ توجہ دگنی اور خالق سے توجہ اک گنی رہ جاتی ہے۔ اور اگر چاہیں تو یہ حصہ بھی لوگوں کو دے دیتے ہیں۔

نقل ہے: حضرت خلیفہ صاحب کی اہل پردہ کسی مرض میں مبتلا تھیں آپ کی عادت تھی کہ خواہ وہ کسی حالت میں ہوتیں جناب خلیفہ صاحب مہار شریف چلے جایا کرتے تھے ایک دفعہ جناب مائی صاحب سخت بیمار ہوئیں یہاں تک کہ کفن بھی تیار کر لیا گیا تھا لیکن

اس کے باوجود آپ مہار شریف روانہ ہو پڑے تمام لوگ حیران تھے کہ مریضہ کو اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حاجی پور کے باہر زائرین کا ہجوم ہو گیا اور ہر ایک شخص رخصت ہونے لگا۔ میاں محمد موسیٰ والا ایک شخص تھا۔ جو حضرت قبلہ عالم صاحب کا مرید اور خلیفہ صاحب کا خاص خادم تھا اور ہر قسم کے عرض معروض کرنے میں بے باک رہتا تھا عرض کرنے لگا۔ کہ میاں صاحب آپ سے سیدھی بات کوئی نہیں کہہ سکتا۔ بیمار قریب المرگ ہے۔ اور آپ جا رہے ہیں۔ حضور اس کے قریب آئے اور کان میں آہستہ سے کہا کہ میاں موسیٰ اس دفعہ یہ بیمار نہیں مریگی۔ اس پر دہشت طاری اور چپ ہو گیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مائی صاحب شفایاب ہو گئیں اور حضور کے وصال تک زندہ رہیں۔

نقل ہے: مولوی محمد میاں جان محمد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے فرزند حقیقی حافظ محمد صاحب کی شادی تیار تھی مجھے حکم ملا کہ شہر اوچ (جو سندھ میں ایک قصبہ ہے) کو جاؤ۔ اور فلاں فلاں کپڑے لاؤ۔ میں نے کپڑے خریدے لیکن بے جک میں کچھ رقم زائد درج کرا کے لے آیا جو دراصل میری خیانت تھی حاضر ہو کر میں نے حساب کا فرد پیش کیا۔ تو فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے جو کچھ ہوا نفع سی نفع ہے۔ میں نے فرد پیش کرنے اور قیمتوں کی تفصیل سنانے میں اصرار کیا چار و ناچار سننے لگے حساب کے صرف ایک دو فرد سنے۔ اور فرمایا کہ فلاں کپڑا تو تو نے اس قیمت پر لیا۔ زیادہ قیمت کیوں درج کی۔ اپنے لئے جو فلاں فلاں چیزیں خریدیں ان کی قیمت کہاں سے دی۔ میں اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور معافی مانگی۔

نقل ہے: ایک دن حضور فاضل پور میں تشریف رکھتے تھے۔ میاں جان محمد بھی ہمراہ تھے۔ لوگ جو نذر و نیاز لاتے تھے میاں جان محمد اٹھا لیتے تھے اس میں بھی کچھ خیانت کی

۔رات کے وقت کچھ گڑ مصری نذر آئیں تو فرمایا۔ کہ مجھے ان کی حاجت نہیں۔ اس قسم کی تمام مٹھائی کو اپنے کام میں لایا کرو جب وہ اصرار کرنے لگا تو فرمایا کہ مصری تو خود کھا جاتے ہو۔ اور گڑ مجھے دیتے ہو اس اشارے سے وہ سمجھ گیا۔ اور اپنے کئے سے پشیمان ہوا۔

نقل ہے: میاں یار محمد قوم پچار جو خلیفہ صاحب کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ ایک کنوئیں کی احداثی پر مامور کیا گیا۔ یہ کنواں حضور خود اپنے خرچ پر گھر میں بنوا رہے تھے ایک دن میاں یار محمد اپنے گھر کے کنگن لے کر آیا اور عرض کی کہ اسے قبول فرما دیں کہ ایک دو روز کی مزدوری نکل آئیگی آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ ہم فقیروں کا کام محض خدا کے ذمے ہے۔ خود بخود سرانجام ہوتا رہتا ہے۔ ایک دفعہ جب آپ حجرہ میں تشریف فرما تھے اور خلوت کا وقت تھا تو میاں یار محمد پاؤں کے دبانے کے عذر سے اندر چلے گئے موقع پا کر عرض کی کہ میری نذر قبول فرمائیں۔ حجرہ میں اندھیرا تھا اور دروازہ بند تھا یکا یک اُجالا ہوا اور بے سبب بوریا اُٹھ گیا میاں مذکور کی جو نظر پڑی کیا دیکھتے ہیں۔ کہ بوریئے کے نیچے زمین پر سونے کا فرش بچھا ہوا ہے یہ حالت دیکھ کر اس پر ہیبت طاری ہوئی۔ چپ رہا باہر چلا آیا۔ اور یقین کیا کہ قرض وغیرہ اٹھانا ان لوگوں کا بہانہ ہوتا ہے ورنہ دراصل غیب کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔

نقل ہے: میاں محمد نام ایک شخص راجن پور کے باشندے تھے اور آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ اتفاقاً ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ مدت تک وصال کی صورت نہ بنی کچھ عرصہ کے بعد شہر کے باہر ایک خالی مکان میں یکجا ہونے کا موقع ملا۔ گناہ کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں پیر کی امداد نے دستگیری کی حضور خود بہ نفس نفیس

اپنے تین ملازموں کے ساتھ راجن پور میں وارد ہوئے اور اپنے ایک غلام سے فرمایا کہ جاؤ۔ میاں محمد کو جو فلاں عورت کے ساتھ تنہا بیٹھا ہے۔ پکڑ کر لے آؤ۔ ایک شخص گیا اور اسے پکڑ کر لے آیا آپ نے بے حد تنبیہ کی۔ وہ تائب ہوا اور اس گناہ سے نجات پائی۔

نقل ہے: ایک دفعہ جناب خلیفہ صاحب مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے موضع صالح پور میں شیخ محمد قریشی نے آپ کی دعوت کی اثنائے دعوت میں بعض علمی مسائل پر بحث چھڑ گئی۔ مولوی نور احمد ساکن نوشہرہ حافظ محمد سلطان پوری قاضی محمد یار ساکن داؤد جال وغیرہ بہت سے بزرگ اور عالم اس مجلس میں موجود تھے۔ مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث کے مطابق حکم ہے کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ الحمد اللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار اور کلمہ **لا الـہ اِلا اللہُ** ایک بار پڑھنا بے حد ثواب کا موجب ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان اعداد کی تعین کیوں کی گئی ہے آیا اس لئے کسی کو کمتر پڑھنے کی جرات نہ ہو۔ یا کہ اس کا ثواب انہی اعداد سے مربوط ہے اور اس میں کمی بیشی جائز نہیں۔ سب بزرگوں نے پہلی بات پر اتفاق کیا یعنی کہ لوگ اس سے کم پڑھنے نہ پائیں مولوی محمد گھلوی صاحب اس مجلس میں موجود تھے۔ عرض کی کہ میں نے حسن حسینؒ کے حاشیہ میں دیکھا ہے کہ وہاں مصنف نے اس کی توضیح اس مصرعہ سے کی ہے۔ ع

من زاد اللہ فی حسناتہ ترجمہ یعنی جس نے زیادہ پڑھا۔ اس نے اتنی نیکیوں کو بڑھایا۔

حضرت خلیفہ صاحب چپ تھے اور ہر ایک کی بات سن رہے تھے اس پر ارشاد کیا کہ اعداد کی تعیین اس ورد میں لازم ہے نیز ثواب موعود کا حاصل ہونا انہیں اعداد سے مشروط ہے جیسا کہ ایک شخص کچھ خزانہ مٹی کے نیچے دبا لیتا ہے کچھ عرصہ کے بعد اس کے نکالنے کا ارادہ کرتا ہے جب وہ مٹی کھودیتا ہے تو کدال ایسی جگہ لگتا ہے جو اس کا مقررہ نشان نہ تھا

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس خزانہ سے محروم رہ جاتا ہے یہی حال اس ورد میں ہے۔ اگر اعداد مقررہ کے مطابق ورد نہ کیا جائے تو موعدہ ثواب نہیں ہوگا تمام بزرگوں نے تسلیم کیا۔

نقل ہے: مولوی صاحب مذکور لکھتے ہیں کہ اسی سفر میں آپ بستی کوڑا خاں میں فروکش تھے عشاء کا وقت تھا لوگوں نے نماز ادا کرنے کی تیاری کی میں بھی وضو کر کے حضور کے قریب آبیٹھا۔ دوستوں میں سے ایک شخص حافظ کے اس مصرعہ کو گن گنانے لگا۔

ع　　راست بگو کہ ایں زماں تاتوازان کیستی

مجھے جنبش ہوئی یہاں تک کہ میں اپنی جگہ سے اُچھلا اور صف سے نکل پڑا پھر اُٹھ کر اپنی جگہ پر آبیٹھا۔ اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی دوسری رات جب ہم سفر کر رہے تھے میں اور حافظ محمد سلطان پوری حضور کی سواری کے پیچھے تھے۔ میاں محمد فاضل بھٹہ نے مجھ سے پوچھا کہ اگلی رات جب تم پر حالت طاری ہوئی اور بے ہوش ہو گئے تو نماز عشاء اسی وضو کے ساتھ کیوں پڑھی۔ وضو تازہ کر کے نماز پڑھنی چاہیے تھی۔ تو میں اس کے جواب میں خاموش رہا حافظ صاحب بھی خاموش تھے لیکن جناب خلیفہ صاحب مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ یہ مسئلہ رشحات میں اس طرح لکھا ہے کہ جب صوفی پر وجد کی حالت طاری ہوتی ہے۔ تو نفس کلی نفس جزوی پر غالب آجاتا ہے بشری خواص چلے جاتے ہیں۔ اس لئے وضو کا اعادہ لازم نہیں آتا۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ تو یقیناً یہی ہے مگر ہمارے بزرگوں کا معمول یہی ہے کہ اگر صوفی کو اس حالت میں اپنی حرکات وسکنات اور افعال کا شعور ہو یعنی جانتا ہو کہ اب میرا حال یہ ہے۔ اور پہلے یہ تھا تو وضو فاسد نہیں ہوتا۔ لیکن اگر مستی کے جوش میں اپنے احوال سے بے خبر ہو جائے۔ تو وضو کا اعادہ لازم ہے کیونکہ یہ حالت جنون سے ملتی جلتی ہے۔ اور جنون فقہ میں ناقض وضو ہے پھر میں نے

اپنے حال میں غور کی میں نے سوچا کہ میں اپنے حال سے بے خبر نہ تھا۔ اور خالی اضطراب تھا۔

نقل ہے: جناب خلیفہ صاحب اپنے دولت خانہ پر نماز فریضہ کو چار گانہ پڑھنے کی بجائے دوگانہ پڑھتے تھے لیکن مہار شریف جاتے تھے تو نماز چار گانہ پڑھتے تھے یعنی وطن مجازی کو جہاں مقیم ہونے کا قصد نہیں رکھتے تھے اور پیر کی خدمت کو اپنا اصلی وطن سمجھتے تھے۔ اس لئے وہاں نماز چارگانہ ادا فرماتے تھے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

ان اللہ لاینظر الی صورکم ولا اعمالکم ولکن ینظرالے قلوبکم.

شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے معنے یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور ظاہری اعمال کی طرف نہیں دیکھتا لیکن اللہ تعالےٰ باطنی اعمال اور باطنی صورتوں کی طرف دیکھتا ہے جو صلاحیت قلب سے آراستہ ہوں پس جب حق تعالیٰ کی نظر انسان کے ظاہری افعال پر نہیں ہوتی اور باطنی افعال پر ہوتی ہے تو اولیاء اللہ (جو خدائی اوصاف سے موصوف ہیں) کی نظر بھی باطن پر ہوتی ہے۔ اس لئے جناب خلیفہ صاحب شیخ کے وطن کو اصلی وطن سمجھتے تھے۔ اور وہاں چار گانہ پڑھتے تھے اس لئے وہاں نماز دوگانہ ادا کرتے تھے۔

فائدہ: جناب خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کو خدا تعالیٰ نے وہ شان بخشی تھی کہ مسلم ہوں یا کافر کسی کو بھی ان کی ولایت پر شک یا تردد نہیں تھا یہاں تک کہ اب بھی ہندو اور مسلمان یہاں اپنی حاجت روائی اور کامیابی کے لئے ان کے مزار پر دعائیں مانگتے ہیں اور زیارتیں کرتے اور دامن مراد گوہر مقصود سے بھرتے ہیں۔

نقل: لکھا کہ جناب خلیفہ صاحب کو اخیر عمر میں ایک لاعلاج مرض لاحق ہو گیا۔ موضع

سیت پور میں تشریف فرما تھے ارادہ کیا کہ حضور قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں جا کر شربت وصال نوش کریں۔ اور وہاں ہی جان جہاں آفریں کے سپرد کریں۔ لیکن علاج معالجے کے لئے چند دن قاضی محمد عمر حکیم کے پاس ٹھیر گئے ایک دن قاضی صاحب نے آپ کے مزاج میں کمزوری دیکھی تو آنکھ میں آنسو بھر آئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو شفا دے کیونکہ حضرت قبلہ عالم کے بعد روئے زمیں پر خلیفہ آپ ہی ہوں گے ان کو جوش آیا۔ اور فرمایا کہ خلیفہ وہی ہے۔ جو ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے روانہ ہو۔ قاضی صاحب متاثر ہوئے اور رونے لگے جب وصال کا وقت قریب آیا اپنے دوستوں سے تین وصیتیں فرمائیں۔

۱۔ قوالوں کو عشقیہ غزلیں پڑھنے کا حکم دیا جاوے۔

۲۔ میرے عین نزع کے وقت ایک دنبہ ذبح کیا جاوے کیونکہ یہ فعل سکرات موت کی سہولت کا موجوب ہوتا ہے۔

۳۔ تین چار دوست اس وقت مل کر بیٹھیں۔ اور اللہ ہو کا ذکر کریں کیونکہ ضعف جسمانی کی وجہ سے شاید مجھے اس کی طاقت نہ ہو۔

اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کا وصال اثنائے راہ میں ہو گیا۔ دوستوں نے اللہ ہو کا ذکر تو کر دیا لیکن باقی دو وصیتوں کی تعمیل نہ ہو سکی آپ کے وصال کے بعد جب تک کہ آپ کو غسل نہیں دیا گیا تھا آپ کے لب مبارک ہل رہے تھے اور ان میں اللہ ہو کا ذکر نزدیک سے سنائی دیتا تھا باقی لوگ تو حضور کے فراق کے جوش میں رو پیٹ رہے تھے لیکن میاں محمد بخش میاں محمد جوایا کے بھائی نے یہ ذکر اپنے کانوں سے سنا قطب واہ کے کنارے شاہ پور کے نزدیک آپ کو غسل دیا گیا اس کے بعد ذکر قلبی بند ہو گیا۔ یہ بھی

شریعت کے حکم کی تعمیل تھی کہ موت کے بعد آدمی کا بدن ناپاک ہو جاتا ہے ایسا یقین کیا جاتا ہے کہ حضور کا ذاکر تھا کہ۔

الذاکر کمثل الحی   والغافل کمثل المیت

آپ نے ۶ ماہ جمادی الاول ۱۲۰۳ھ کو وفات پائی آپ کا مزار شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں کے ایک قصبہ حاجی پور میں ہے۔ جو زیارت گاہ عوام ہے۔ خلاصۃ الفوائد میں قاضی محمد عمر لکھتے ہیں کہ خلیفہ صاحب نے اپنے وصال سے ایک دن پہلے مجھے وصیت فرمائی کہ بحضور اعلے حضرت قبلہ عالمؒ صاحبؒ ہماری بندگی پہچا دینا۔ آپ کے فرمان کے مطابق میں مہار شریف آیا۔ اور بندگی عرض کی۔ حضور قبلہ عالمؒ ایک ساعت خاموش رہ گئے اور فرمایا ماشاء اللہ پھر نماز ظہر ادا کی خلیفہ صاحب کے وصال کی خبر آپ کو پہلے سے پہنچ چکی تھی مشہور ہے کہ جب یہ خبر ان کو پہنچی تو آپ متاسف ہوئے اور عرفی کا یہ شعر پڑھا۔

عرفی چہ نشستہ کہ یاراں رفتند   ماندی تو پیادہ شہ سواراں رفتند

اور زبان درفشاں سے فرمایا۔ آہ کہ ہمارے تیس سال کی محنت ضائع ہوگئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب عرصہ تیس سال حضرت قبلہ عالم کی صحبت سے فیض حاصل کرتے رہے ایک دفعہ فرمایا کہ اگر میاں صاحب جیتے رہتے تو دنیا ان کے نور سے روشن ہوتی۔ ایک اور بار فرمایا۔ کہ میاں صاحب بے چارہ نے مجھے بہت سے لوگوں کی تکلیف سے بچایا ہوا تھا خلیفہ صاحب کے ہمراہی ہیں جب آپ کے پاس آتے تو حضور ان پر بڑی شفقت فرماتے اور کہتے کہ جو کچھ انہوں نے تمہیں بتلایا ہے اسی پر قائم رہو۔ اور اگر تمہیں کچھ حاجت پیش آئے تو بے دھڑک مجھ سے آکر پوچھو خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ

خلیفہ صاحب کے وصال کے بعد بعض دوست حضور قبلہ عالمؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعمیر روضہ کے متعلق گفتگو کی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے شیخ خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ ہماری قبر پر کسی عمارت کا سایہ مت ڈالو تا کہ انوار الٰہی سے رکاوٹ نہ آئے۔ حضور نے فرمایا کہ تم نے میاں صاحب کی قدر و قیمت نہیں جانی۔ ان کے گھوڑے کی باگ کو جہاں چاہتے ہو۔ موڑ لیتے ہو۔ کیا حضرت فرید الدین گنج شکرؒ سے ان کی قدر و منزلت کم تھی کہ روضہ بنانا نہیں چاہتے۔ جاؤ اور جلدی روضہ بناؤ۔ ان کے دل کا نور کافی ہے۔ نور آسمانی کا محتاج نہیں پھر انہوں نے عرض کی کہ روضہ کی جگہ بالکل تنگ ہے۔ چنانچہ ان کے اور ان کے قبلہ گاہ میاں صالح محمد مرحوم کے مزار آپس میں ایسے متصل ہیں کہ انسان گذر نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں جب روضہ بنانے لگو گے تو روضہ کی جگہ خود بخود فراخ ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا حضور قبلہ عالم نے فرمایا تھا۔ روضہ کے اندر اور باہر کافی میدان نظر آتا ہے حالانکہ چند ہاتھ روضہ شریف کی دیواروں کے آثار میں بھی خرچ ہوئے۔

خلاصۃ الفوائد میں ہے کہ میاں صاحب کے ایک دوست حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ بعض عالم اور بزرگ مزار پر چراغ روشن کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اور خانقاہ پر قوالی اور سرود سے منع کرتے ہیں اس معاملے میں حضور کا کیا ارشاد ہے تا کہ ہم عمل کریں حضور نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب جہاں سے آئے تھے وہاں چلے گئے (اعلیٰ علیین) پھر تم کسی کو بھی خانقاہ پر آنے سے منع نہ کرو۔ کیونکہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ کہ ہر قسم کے لوگ بزرگوں کے مزاروں پر آتے جاتے ہیں سرود گاتے اور چراغاں جلاتے ہیں۔

فائدہ: آپ کے ہاں صرف ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جن کا اسم گرامی حافظ محمد تھا۔ جو حضرت قبلہ عالم صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے پھر ان کے تین فرزند ہوئے۔ ایک کا نام میاں عبدالرحمٰن تھا۔ دوسرے کا نام میاں عبدالرحیم اور تیسرے میاں غلام رسول تھے۔ صاحبزادہ میاں عبدالرحمٰن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام صاحبزادہ غوث بخش اور دوسرے کا نام صاحبزادہ نور بخش تھا میاں عبدالرحیم لاولد فوت ہوئے میاں غلام رسول کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام محمد ثانی تھا۔

آپ کے خلیفے بہت تھے لیکن ان میں سے منتخب روزگار تھے حضرت عبداللہ خاں چانڈیہ بلوچ ساکن ڈیرہ غازی خاں جن کی تعریف حد تحریر سے باہر ہے اپنے شیخ کے عین حیات میں ہی کامل ہو گئے تھے ان کے وصال کے بعد کسی دوسرے شیخ کے محتاج نہ ہوئے۔

دوسرے خلیفہ: مولوی نور محمد بوڑا محمد پوری تھے۔ جو آپ کے بیعت سے مشرف ہوئے لیکن ان کے پیر صحبت قاضی محمد عاقل صاحب تھے خلیفہ صاحب نے ان کو قاضی صاحب کے حوالے کیا تھا۔ اور انہی سے فیض پایا۔

تیسرے خلیفہ: مولوی محمد حسن پتافی راجن پوری تھے۔

چوتھے خلیفہ: مولوی ابوبکر تھے یہ دونوں آخری خلفاء بیعت سے تو مشرف ہوئے لیکن سلوک کا اتمام جناب حافظ محمد جمال صاحب ملتانی سے کیا۔

چمن ثانی جناب حافظ محمد جمال صاحب ملتانیؒ کے حالات میں

آپ کے والد کا نام محمد یوسف اور دادا کا نام حافظ عبدالرشید تھا۔ جو قوم اعوان میں سے

تھے۔ ان کے دادے اعوان کاری کے علاقے سے ہجرت کر کے ملتان تشریف لائے تھے قلعہ کے مشرقی طرف سکونت پذیر ہوئے قاضی محمد اعظم لکھتے ہیں۔ ان دنوں میاں ابو القاسم اور بو الہاشم ملتان اور اس کے علاقے کے سردار اور بادشاہی دہلی کے عمائد میں سے تھے بڑے ہر دل عزیز اور علم دوست تھے۔ اس لئے ملک کے علماء فضلاء اور اہل علم ان کے پاس جمع رہتے تھے۔ یہ مسجد مع حجرہ اور کنواں جو شاہی کے نام سے موسوم ہے اس کی تحویل میں تھا میاں محمد یوسف صاحب ان کے معتمد وزیر تھے دونوں بھائی لاولد تھے۔ اس لئے میاں محمد یوسف کو جائیداد کا متولی بنایا۔ جناب صاحب نے بچپن میں ہی کلام اللہ شریف حفظ کر لیا تھا اور خط آنے سے پہلے درسی علوم کتاب دائرۃ العلوم تک تکمیل کر لی تھی نہایت ذکی الطبع اور ذہین تھے کوئی بھی طالب علم ان سے مقابلہ یا مباحثہ نہیں کر سکتا تھا عشق الٰہی نے ان کو بیعت کامل تلاش کرنے کی طرف مائل کیا ہر مہینے کی چوتھی تاریخ شیخ رکن عالم صاحب کے مزار پر جاتے اور ساری رات اعتکاف فرماتے تھے ایک رات ان کو حضرت قبلہ عالم صاحب کی شبیہ مبارک دکھائی گئی شیخ رکن عالم صاحب نے خواب میں تعارف کرایا اور فرمایا کہ یہی تمہارے شیخ ہیں ان کی خدمت میں جاؤ اور نصیبہ ازلی پاؤ۔ جونہی آپ بیدار ہوئے فورا مہار شریف کی طرف چلے گئے۔ دور دراز سفر طے کر کے وہاں پہنچے۔ اور جناب فیض مآب حضرت قبلہ عالم صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ نے بھی ان کی عزت کی اور اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ تمہارا وطن کہاں ہے۔ عرض کی کہ ملتان، پوچھا کہ کس مطلب سے لئے آئے ہو عرض کی شرف بیعت کے لئے فرمایا کچھ علم بھی حاصل کیا کہا نہیں۔ صرف قرآن شریف یاد کیا۔ حضور نے ان کو بیعت سے مشرف فرمایا آپ کا معمول تھا کہ جب کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو

تمام دوستوں اور مہمانوں کو بلا کر اپنے دستر خوان پر بٹھاتے اور کھانا تناول فرماتے تھے جب کھانے کا وقت آیا اور دوست اکٹھے ہوئے تو آپ نے حافظ صاحب کو بھی یاد فرمایا ایک خادم کو بھیجا انہیں بلا لاؤ۔ مولوی محمد حسین صاحب چنڑھ بہاولپوری حضرت قبلہ عالم صاحب کے خاص غلام اور مجاز تھے۔ اور ملتان میں حافظ صاحب کے ساتھ درس حاصل کیا تھا۔ ان کے حالات اور کمالات سے پورے واقف تھے۔ اتفاقاً وہ یہاں موجود تھے جونہی دستر خوان پر یہ نو وارد مہمان حاضر ہوئے مولوی صاحب نے ان کو پہچان لیا اور نہایت تعظیم اور تکریم کے ساتھ ملاقات کی جناب قبلہ عالم صاحب نے ان سے ان کے مزید حالات کی تفتیش فرمائی۔ اس نے عرض کی کہ ہاں قبلہ کہ یہ شخص بہت بڑے عالم متبحر ذکی الطبع شخص ہیں۔ مباحثہ اور مناظرے میں کوئی بھی ان کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ملتان میں یہ میرے ہم درس تھے۔ اور میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں حضور نے فرمایا کہ حافظ جی تم نے اپنا علم مجھ سے کیوں چھپایا۔ عرض کی کہ قبلہ میں نے سنا تھا اہل اللہ علماء کی صحبت سے کنارہ کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ شاید آپ کا مزاج متنفر ہو جائے اور میں بیعت کی نعمت سے محروم رہوں۔

حضور نے فرمایا کہ میرا کام تو عالموں سے ہے جاہلوں سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔ الغرض حافظ جی کچھ عرصہ یہاں ٹھہرے۔ پھر ملتان واپس ہوئے لیکن غلبہ عشق نے آرام نہ کرنے دیا۔ اور صبر و سکون کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو پھر مہار شریف کا رخ کیا خدمت پابوسی سے مشرف ہوئے اور رہیں ٹھہر کر مدت دراز جبین نیاز آستان ناز پر ملتے رہے پیر دستگیر کے فرمان واجب الاذعان کے مطابق نہایت مشکل مجاہدے اور لمبی ریاضتیں کرنے لگے۔ سفر اور حضر میں آپ کے ہمراہ رہتے اور دل کو رفتہ رفتہ انوارِ نوری سے مستنیر کرتے

فقر وسلوک کی چند کتابیں پیر پیران حضرت مولانا فخر الدینؒ سے پڑھیں اور بہرہ تام حاصل کیا۔ اسرار کمالیہ مصنفات سید زاہد شاہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جناب قبلہ عالم صاحب جناب مولانا صاحب سے رخصت ہوئے۔ اور اجمیر شریف کا سفر اختیار کیا۔ تو مبلغ پانچ سو روپیہ اور بہت سا سامان ان کے حوالے کیا۔ حضرت خواجہ بزرگ کے دربار پر پہنچ کر تمام روپیہ خرچ کر دیا۔ اور حافظ جی شکر خدا بجالائے کہ میں نے اس کی حفاظت سے نجات پائی لیکن جب حضرت قبلہ عالم صاحب وہاں سے رخصت ہوئے تو اس سے زیادہ نقدی اور سامان پھر جمع ہو گیا۔ جو حفاظت کے لئے حافظ صاحب کے ذمے لگایا گیا حافظ صاحب کہتے ہیں کہ اس سفر میں میرا جوتا بہت کہنہ تھا جو آسانی کے ساتھ مجھے چلنے پھرنے نہیں دیتا تھا اتفاقاً ایک شخص نے جوتا بھی نذر گزارا میں نے دل میں کہا کہ کاش یہ جوتا حضور خود پہن لیں۔ اور مجھے اپنا جوتا عنایت کریں لیکن میں نے دیکھا کہ حضور نے جوتا ایک اور شخص کو عطاء کر دیا میں نے سمجھا کہ اس میں بھی میری مصلحت ہو گی جب حضور گھر تشریف لائے۔ تو مجھے لباس فاخرہ عنایت کیا۔ اور گھوڑی پر سوار کر کے باطنی عنایات سے سرفراز فرمایا اور پھر ملتان کی طرف روانہ کیا۔

نقل ہے: میاں غلام رسول لانگری کہتے ہیں کہ ایک بار بہت سے زائرین حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے کھانا تقسیم کیا تو حضور نے پوچھا کہ کیا تم نے حافظ صاحب کو بھی کھانا بھیجا ہے یا نہیں میں نے کہا نہیں۔ تعجب سے فرمانے لگے۔ کہ تم نے سب کو کھانا کھلایا۔ لیکن ایسے شخص کو کھانا نہیں کھلایا کہ جس نے میرے فقرا تمام کا بوجھ اُٹھانا ہے۔ الغرض پھر یہ عالم تھا کہ سفر اور حضر میں آپ انہیں ساتھ رکھتے اور حافظ جی ان کی اطاعت اور خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے یکے بعد دیگرے حضور

ان کی قابلیت واہلیت کا امتحان لیتے رہے جس میں کہ ہمیشہ انہوں نے اپنی پوری لیاقت اور کامل خدمت گزاری کا ثبوت پیش کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عنایت پر عنایات بڑھتی گئیں اور زیادہ سے زیادہ روحانی نعمت سے سرفراز ہوتے گئے۔

نقل: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ ایک شادی کی تقریب پر مدعو تھے یہ شادی حافظ احمد یار کے کسی رشتہ دار کی تھی جس میں شادی والوں نے بڑے مکلّف کھانے آپ کے دوستوں کے لئے تیار کئے ہوئے تھے حافظ صاحب حضور کی خدمت خاص پر مامور اور حاضر تھے دل میں خیال کیا کہ لنگر شریف سے پیٹ بھر کر کھانا کا ہے نصیب ہوتا ہے۔ آج مکلّف کھانا سیر ہو کر کھائیں گے۔ اور کڑا کے کی سردی کی رات عمدہ قالین اور لحاف میں بسر کریں گے آپ کے اس خیال کا عکس پیرو دستگیر کی ضمیر مستنیر کے آئینہ پر پڑا تنبیہ اور تادیب کے تازیانے سے توسن نفس کو سیدھا فرمایا کھانا ہر ایک کو مل گیا لیکن مظہر جمال بھوکے رہ گئے ہر ایک کو اپنے اپنے درجہ کے مطابق بستر اور لحاف تقسیم کئے گئے۔ مگر انہیں کچھ نہ ملا۔

پاس بلا کر فرمایا کہ حافظ جی چوری کی وارداتیں اس علاقے میں بہت ہوتی ہیں۔ ہمارے گھوڑے غیر محفوظ ہیں جاؤ ان کی پاسبانی کرو۔ آپ گئے اور طویلہ میں جا کر سوئے ایسی حالت میں ان کے پاس اوڑھنے کے لئے صرف ایک چادر اور پاجامہ کے سوا کچھ نہ تھا یہاں تک کہ بدن ڈھانپنے کے لئے چولا بھی نہ تھا۔ حضرت نے پیغام بھیجا کہ ہمارے ایک فقیر کی چادر نہیں چادر اسے دے دو۔ آپ نے تعمیل کی اور جاڑے کے کڑا کے کی رات برہنہ تن گزار دی۔ اور خود کہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ سردی نے مجھے سخت تنگ کیا تو میں نے پائجامہ سے ازار بند کھولا اور پاجامہ تمام بدن پر اوڑھ کر پڑ گیا

جب صبح ہوئی تو مریدان باخلاص پروانہ وار شمع جاں افروز کے گرد جمع ہوئے حضور نے ازراہ عنایت ایک ایک کر کے سب کی خیروعافیت پوچھی اور رات گزرنے کا حال پوچھا سب نے شکریہ بجالایا۔ اور نہایت آرام اور آسودگی کا اظہار کیا مگر جب مظہر جمال الٰہی کی باری آئی۔ اور حضور نے ان کی مزاج پرسی کی تو یہ بھی شکریہ بجالائے۔ آپ نے پوچھا کہ کپڑوں کے بغیر کس طرح گزارہ کیا کہا پائجامے کو کمر سے کھول کر گلے تک لپیٹ کر پڑ رہا یہ سن کر حضور مسکرادئے۔

نقل: میرے والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں جناب مولانا صاحب نے حضرت قبلہ عالم صاحب کو ایک دوپٹہ عنایت فرمایا تھا یہ وہ سفر تھا کہ جس میں حافظ جی خدمت پر مامور تھے اور تمام سفر میں حافظ جی ہاتھ میں آفتابہ پکڑے ہوئے گھوڑے کے آگے دوڑتے گئے جہاں ڈیرہ ہوتا وہاں کا تمام کاروبار حافظ جی سرانجام دیتے۔ اتفاق یہ کہ آپ صفراوی بخار میں مبتلا تھے مگر خدمت کے سرانجام کرنے میں اُف تک نہین کی ایک دن حضور نے مزاج پرسی کی تو ظاہر کیا کہ میں تمام سفر میں بعارضہ بخار بیمار رہا فرمایا کہ جاؤ حاجی پیر محمد کی خورجین سے مصری اُٹھالاؤ۔ اسے پانی میں گھول کر پی جاؤ۔ آپ نے عرض کی کہ حاجی پیر محمد ایک تنگ ظرف اور جوشیلا آدمی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خفا ہو حضور نے حکم دیا کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ اور بلا دھڑک مصری لاؤ۔ آپ گئے اور خورجین سے مصری نکال کر استعمال کی خدا کی قدرت اسی دن آرام آ گیا۔ جونہی حاجی پیر محمد نے خورجین کو سنبھالا۔ اور سامان کو درہم برہم پایا تو گالیاں نکالنے اور ناجائز باتیں کہنی شروع کیں۔ حافظ جی تو چپ رہے لیکن حضور خود بدولت مسکرا رہے تھے۔ آخر کار سفر تمام ہوا۔ اور جب حضور روضہ تاج سرور پر پہنچے تو پوچھا کہ تمہارے پاس کیا

کچھ باقی ہے۔ صرف ایک روپیہ چار آنے باقی تھے جو مجاور کے حوالے کئے جب گھر تشریف لائے تو وہ ملبوس خاص جو مولانا صاحب سے ملا تھا۔ حافظ محمد جمال صاحب کو عطا فرمایا۔

نقل: ایک بار مغربی علاقے کا سفر اختیار کیا حسب معمول حافظ صاحب ہاتھ میں عصا اور پیٹھ پر آفتابہ لئے ہوئے تمام سفر گھوڑے کے آگے دوڑتے گئے جب بہاولپور کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ حافظ جی آئندہ میرے گھوڑے کے آگے دوڑنا بند کردو۔ آپ ڈرے کہ مبادا حضور مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اور نہایت ہی ملول ہوئے۔ اس اثناء میں مخدوم سید عبدالوہاب (جو حضرت قبلہ عالم صاحب کے خاص غلاموں میں سے تھے) نے آپ کی دعوت کی۔ اور حافظ صاحب کو اپنے مکان پر لے گئے ایک گھوڑی نذر گزاری حافظ جی گھوڑی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مخدوم صاحب نے مجھے بخشی ہے۔ مگر میں اس کو کیا کروں گا۔ میری جانب سے نذر قبول فرما دیں حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں یہ چیز اسم وہاب سے حاصل ہوئی ہے۔ آئندہ اس پر سوار ہو کر سفر کیا کرو۔ اور میرے گھوڑے کے آگے دوڑنے سے باز رہو۔ اب تمہاری سعی مشکور ہوئی میں تجھ سے راضی ہوں۔ اس کے بعد حضور نے ان کو بہت سی نعمت سے سرفراز فرمایا کر خلعت عطا فرمائی۔ اور اسی گھوڑی پر سوار کر کے ملتان روانہ کیا خلق خدا کی تلقین اور ارشاد کی ہدایت کی۔

اس کے بعد مظہر جمال الہی ایک حجرہ میں بیٹھ کر اپنے جسم و جان کو مجاہدات اور ریاضات شاقہ سے گھٹاتے اور گھلاتے رہے۔

ہو کے عاشق وہ پری رو اور نازک ہو گیا   رنگ کھلتا جائے ہے جوں جوں کہ کھلتا جائے ہو

پیرو مرشد کے دیئے ہوئے فیض سے اپنی روحانی طاقت کو بڑھاتے اور روحانی لطافت کے مزے اُٹھاتے رہے کمالات کا یہ عالم ہوا کہ ایک دنیا امنڈ پڑی جس نے آپ کے دامن فیض میں پناہ لی۔ جوق در جوق لوگ آتے جبین نیاز آستان ناز پر گھساتے اور سایہ رحمت میں آرام پاتے۔ یہاں تک کہ ملک کے بڑے بڑے عالم اور فاضل بھی جن کی شہرت کا غلغلہ چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا آپ کے ظاہری اور باطنی علوم کے درس حاصل کرنے میں زانوے ادب سے کرتے تھے دنیا کے بڑے بڑے صوفی اور متقی آکر چشمہ فیض سے سیراب ہوتے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق ظرف پُر کرتے تھے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

جمال یوسف آمد خسم ازوے بقدرِ خود نصیب ہر کس ازوے
یکے را بہرہ مخموری و مستی دگر را رستن از پندارِ ہستی
یکے را جاں فشاندن بر جمالش یکے را لعل ماندن بر خیالش!

ملک ملک کے عابد اور پرہیز گار سادات اور مخدومان روزگار آپ سے خلافت حاصل کرتے اور ارادت کا دم بھرتے تھے یہاں تک کہ دنیا کے سرداروں اور تاجاروں کو بھی سجدہ تعظیم سے چارہ نہ تھا۔ ہر مذہب وملت کے برگزیدہ انسان آپ کے آستان فیض نشان کی طرف رجوع فرمانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی مجلس علماء صلحاء امراء کے لئے آفتاب جہاں تاب کی طرح یکساں نور افروز تھی۔ فقر اور تصوف کے علاوہ ان کی مجلس میں شعر وسخن۔ فصاحت اور بلاغت کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے تھے۔ اس زمانہ میں بہت سے بزرگ ایسے تھے جو بارگاہ الٰہی کے مقرب اور کمال عرفان کے ستارے کہے جاسکتے تھے لیکن کرامات اور خوارق عادات حسن سیرت اور صورت کے لحاظ سے جتنی خوبیاں

آپ میں جمع تھیں اوروں میں کم تھیں پس ان کمالات اور اوصاف کے لحاظ سے ان کو مظہر جمال الٰہی لکھا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ امیر خسرو صاحب فرماتے ہیں۔

اے چہرہ زیبائے تو شک تبان آزری　　ہر چند وصفت میکنم در حسن زان بالاتری

آفا قہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام　　بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

فائدہ: آپ کے خوارق عادات اور کشف کرامات اتنے ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ لیکن بطور مشت نمونہ خروار ان میں سے بعض کو درج کیا جاتا ہے تاکہ مریدان با صفا بہرہ یاب ہوں۔

نقل ہے: ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم صاحب ملتان کو روانہ ہوئے لیکن ان کی روانگی کی کوئی بھی اطلاع حافظ صاحب کو نہ ملی مزاج میں شورش پیدا ہوئی۔ زبان در افشاں سے یہ شعر بار بار کہتے تھے۔

ندائے آمد آمداز در و دیوارے آید　　دل من مے تپد البتہ امشب یارے آید

کمال اشتیاق کے غلبے سے مضطر ہو کر چل پڑے جب ماڑی سیتل میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شہسوار میدان خوبی و شہنشاہ کشور محبوبی سواروں اور پیادوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں قدم بوسی کی اور حضور کے ہمراہ ہو کر ایک مکان میں لے آئے۔ اس وقت تو چند آدمی حضور کے ہمراہ تھے صرف اتنا کھانا تیار کیا جو انہیں کے لئے مکتفی ہو۔ لیکن بعد میں بے شمار لوگ آنے لگ گئے اور زائرین کا ایک مجمع ہو گیا یہ دیکھ کر جناب حافظ صاحب اٹھے کہ گھر جا کر اور کھانا تیار کرائیں حضور نے پوچھا کہ حافظ صاحب کہاں جاتے ہو۔ عرض کی کہ قبلہ مہمان بہت سے آگئے ہیں۔ زیادہ کھانا تیار کرانے کے لئے جا رہا ہوں۔ فرمایا یہی کھانا تمام کے لئے کافی ہوگا۔ جب تقسیم کا وقت

آیا تو حضور نے ایک سفید چادر کھانے پر ڈال دی۔ اور فرمایا کہ اسے تقسیم کرو۔ چنانچہ حافظ صاحب خود تقسیم کرنے لگے۔ خاص و عام کو دیا جب سب سیر ہو چکے تو کپڑا اٹھا کر دیکھا معلوم ہوا کہ ابھی بہت سا کھانا باقی ہے۔

نقل ہے: انوار جمالیہ میں لکھا ہے کہ علاقہ لیہ کے قاضی میرے پاس آئے اور حضور کے کرامات بیان کرنے لگ گئے بیان کیا کہ مجھے ایک مشکل درپیش تھی جناب حافظ صاحب کی خدمت میں گیا تا کہ زیارت کے بعد اپنی مشکل کا ذکر کروں آپ نماز فجر سے فارغ ہو چکے تھے۔ فوراً مصلے اُٹھایا۔ اور ایک جگہ بچھا دیا سر نیچا کر کے مراقبے میں بیٹھ گئے میں چپ چاپ ایک کونہ میں دبک کر بیٹھ گیا میں نے دیکھا کہ آپ پڑھتے ہوئے جذبہ مستی میں اُٹھے۔ اور آدھ ہاتھ مصلے سے اونچے ہو گئے اور پھر زمین پر اترے اور بیٹھ گئے ایک بار پھر ہوا میں معلق ہو گئے یہاں تک کہ میں دیکھ نہ سکا کہ کہاں گئے کچھ دیر کے بعد فضا میں ایک موہوم سا نشان پیدا ہوا۔ اور رفتہ رفتہ آپ کے وجود اقدس اترتا ہوا زمین پر آ رہا پھر مراقبے میں بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا کلمہ شہادت پڑھا اور میری طرف متوجہ ہوئے۔

نقل ہے: ایک بزرگ آدمی راوی ہیں کہ آدھی رات کے وقت میں اُٹھا تو دیکھا کہ جناب حافظ صاحب قلعہ کی طرف روانہ ہیں میں بھی چھپکے چھپکے پیچھے روانہ ہو گیا جب آپ قلعہ بیرونی دروازہ پر پہنچے تو وہاں بھی یہی حال ہوا۔ آپ شیخ بہاؤالدین زکریا کی خانقاہ پر پہنچے اور فاتحہ پڑھی پھر حضرت رکن عالمؒ کی مزار پر گئے وہاں سے قلعہ کے دوسرے دروازہ پر آئے جہاں جاتے تھے۔ دروازے کھل جاتے تھے قلعہ سے باہر نکل کر دریا کے کنارے پر پہنچے وضو کا ارادہ کیا۔ مگر دریا کا پانی نایاب تھا۔ پانی خود بخود لب

ساحل آ گیا۔ آپ نے وضو فرمایا اور تہجد کی نماز ادا کی اور اپنے آستان مبارک پر آئے یہاں آپ کی نظر اس غریب پر پڑ گئی فرمایا خبردار! اس راز کو فاش نہ کرنا جب تک حضور جیتے رہے میں نے کسی سے نہ کہا۔

نقل: مولوی عبدالعزیز پر ہاروی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں نہایت غبی تھے اور بار بار کوشش کے ملکہ پیدا نہ ہوتا تھا ایک دن مغموم ہو کر گوشے میں بیٹھے تھے کتاب آگے تھی۔ اور زار زار رو رہے تھے۔ اتفاقاً جناب حافظ صاحب نے انہیں دیکھ لیا۔ ازراہ مہربانی پوچھا کہ عبدالعزیز! کیوں مغموم ہو عرض کی کہ جناب سبق یاد نہیں ہوتے فرمایا ادھر آؤ۔ اور میرے سامنے سبق دہراؤ۔ مولوی صاحب نے جوں ہی سبق دہرانا شروع کیا قدرت الٰہی سے تمام علوم عقلی ونقلی کے دروازے ان پر کھل گئے چنانچہ پھر یہ حال تھا کہ جو کتاب جہاں سے مطالعہ کرتے مطلب سمجھنے میں کچھ دشواری پیش نہ آتی پھر تو ان کی ذکاوت طبع اور ذہن رسا کا چرچا چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ بے شمار علوم کے مصنف بنے۔ اور درسیہ وغیرہ درسیہ علوم کے اتنے نکتے حل کئے کہ جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

نقل ہے: ملک سنگھڑ کا ایک شخص بلوچ قوم میں سے تھا جو اپنے حسن صورت میں مشہور تھا یہ شخص آپ کا غلام تھا ایک بار اسے اپنے پیر کی زیارت کا شوق پیدا ہو۔ ایک تیز گھوڑے پر سوار ہو کر ملتان پہنچا لیکن جناب حافظ صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر روانہ ہو گئے تھے لذت اشتیاق میں پیچھے پیچھے ہو لیا ملک راوہ میں اس کا گذر ہوا۔ دیکھا کہ ایک صاحب جمال حور تمثال عورت جا رہی ہے۔ جونہی نظر پڑی دل اڑ گیا اور آہستہ چلنے لگا تاکہ اس سے ساتھ بات چیت کر سکے کچھ بولنے پر معلوم ہوا۔ کہ محبوبہ بھی جذبہ عشق میں مبتلا ہے۔ آخر طرفین راضی ہو گئے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر خواہش پوری

کرنے کا ارادہ کیا اچانک دیکھا کہ حضور جمال الٰہی حضرت حافظ صاحب حاضر ہیں اور ہوں کے لفظ سے زجر وتنبیہ کر رہے ہیں جوں ہی اس نے لفظ ہوں سنا اور پیر کی صورت نظر آئی۔ ڈر گیا۔ اور فعل ناشائستہ سے باز آیا۔ اور آواز کے پیچھے ہولیا لیکن نقش پاء کے سوا کچھ نہ پایا نادم ہو کر سوار ہولیا۔ اور مہار شریف کو گھوڑا دوڑایا۔ وہاں پہنچ کر قدمبوسی کی لیکن حضور نے کوئی بھی شفقت اس کے حال پر نہ کی۔ ناچار ذلیل وخوار واپس ہوا جب اسی علاقہ میں پہنچا تو موسلا دھار بارش شروع ہوئی ایک کوئیں کی طرف گھوڑا دوڑایا تا کہ وہاں جا کر آرام کرے جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہی خوبصورت عورت بیٹھی ہے۔ یہ دیکھتے ہی بے حد پریشان ہوا اور سوچا کہ پھر آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہوں الٰہی مجھے محفوظ رکھ رات بھر کروٹیں لیتے گزری جب دن ہوا اور بادل چھٹ گیا تو گھوڑے کو زین کر کے روانگی کا ارادہ کیا عورت نے دیکھا تو اس کا دل پہلو سے نکل گیا۔ ماں باپ کے پاس گئی اور نہایت بے باکی سے حال بیان کیا اور کہا کہ اس شخص کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ ورنہ میں بھاگ جاؤں گی ماں باپ نے ہر چند اسے نصیحتیں کیں مگر ایک نہ مانی ناچار راضی برضاء ہو گئے۔ اور مہمان کے پاس گئے اور نکاح کی خواہش ظاہر کی جوان نے اپنے پیر کا چہرہ دیکھا ہوا تھا بید مجنون کی طرح کانپ گیا اور عذر معذرت کرنے لگا آخر بڑی مشکل سے اسے راضی کیا گیا اسے ٹھیرایا گیا اور تاریخ شادی مقرر کی گئی جملہ خویش و اقارب کو کانڈھے دئے گئے ابھی دو روز نہ گذرے تھے کہ مظہر جمال الٰہی جناب حافظ صاحب تجمل شاہی کے ساتھ وہاں وارد ہوئے۔ اور اسی شخص کے گھر ٹھیرے جس کی بیٹی تھی۔ کیونکہ وہ شخص غلامان خاص میں سے تھا دل میں سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ نکاح خوانی کی رسم حضور کے روبرو ادا کی جائے۔ چنانچہ راتوں رات مجلس عروسی منعقد کی

گئی گل و بلبل کا عقد باندھا گیا۔ صبح جب بلوچ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسکرادئے اور فرمایا کہ یہ شادی بہتر ہے یا وہ وادی جوان نے ندامت کا سر جھکا دیا۔ اور شکر حق بجالایا سبحان اللہ آپ کا وجود غلامان کے لئے کتنا ہی نگہبان تھا۔

نقل ہے: قاضی محمد عیسے خانپوری آپ کے بڑے دوست تھے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ میں اور بولا خان اور میاں قطب الدین آپ کے بعد اکٹھے ہوئے۔ میں نے کہا کاش جب تک آپ جیتے تھے ہم مرادیں پالیتے تھے۔ اب ہم اپنے عرض معروض کے لئے کہاں جائیں گے بولا خان نے کہا کاش کہ حضور کا کوئی بیٹا ہوتا کہ اس کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ میاں قطب الدین نے خواہش ظاہر کی کہ ایک پٹھان نے میرا مال دبایا ہوا ہے اب اس کی فریاد کسے دوں۔ جب رات ہوئی اور سب سو گئے تو میں نے دیکھا ایک روپہلی فرش پر ایک سنہری پلنگ بچھا ہوا ہے اور حضرت مظہر جمال اس پر رونق افروز ہیں میری طرف دیکھ کر فرماتے ہیں کہ قاضی صاحب جو کہنا ہے کہو میں حاضر ہوں۔ اسی رات بولا خان نے بھی خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ بولا ہمارا سلسلہ جاری ہے پس بیٹے کی کیا حاجت میاں قطب الدین کو بھی خواب میں تسلی دی گئی فرمایا ہم نے تمہارے حساب کا فرد پٹھان کو دے دیا ہے۔ صبح کو جب ہم اکٹھے ہوئے۔ تو اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ اور حضور کی پوری توجہ سے سب کے سب مدعا مقصود پر پہنچ گئے۔

نقل: انوار جمالیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص دامن کوہ کا رہنے والا اور مرید تھا اس کی مدت کی تمنا تھی کہ کبھی حضور میرے کلبہ احزان میں قدم رنجہ فرمائیں۔ اتفاقاً حضور ادھر تشریف لے آئے اور اپنے مرید کی جھونپڑی کو رشک فردوس بنایا۔

اس نے دعا مانگی کہ اس علاقہ کی آبادی کا موجب صرف بارش ہے خشک سالی

اور امساک باراں سے لوگ تنگ ہیں دعا کریں کہ خدا تقصیر معاف فرمادے آپ نے دعا کے لئے ہاتھ کھڑے کیئے دوسرے روز اتنی بارش ہوئی کہ لوگوں نے امان مانگنا شروع کی وہ جوان از روئے خوش طبعی کہنے لگا کہ ہم نے حضور سے بارش باراں کی درخواست کی اور انہوں نے طوفان بھیج دیا۔

نقل: جناب حافظ صاحب کے ایک مرید خاص نے ایک کنواں کھدوایا اس کا پانی کڑوا نکلا اتفاقاً حضور تشریف لائے اس نے دعائے خیر کی ازراہ کرم کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اپنا آب دہن کنوئیں میں ڈالا کنواں میٹھا ہو گیا جواب تک جاری ہے۔

نقل: علاقہ سنگھڑ کے ایک قاضی صاحب خواجہ نور محمد صاحب حاجی پور والے کے مرید تھے اس لحاظ سے کہ ان کے پیر اور حافظ صاحب کے درمیان بے حد محبت تھی جناب حافظ صاحب کے ساتھ بھی حسن عقیدت رکھتے تھے حضور کو بھی ان کے حال پر مہربانی تھی۔ اتفاقاً بلوچ بزداروں کی ایک قوم اس کی دشمنی پر کمر بستہ ہوگئی اور اسے آزار دینے لگی۔ جب جناب حافظ صاحب ادھر تشریف لے آئے تو قاضی صاحب نے اپنا ماجرا بیان کر کے دعاء طلب کی اور کہا کہ یہ لوگ ہمیشہ میرے خلاف زہر اگلتے اور دشمنی کا بیج بوتے رہتے ہیں چہرہ جمال پر جلال کے آثار نمودار ہوئے اور فرمایا کہ ہم سنگھڑ میں اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک تمہارے دشمنوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ نہیں جائے گا۔ یہ کہا اور قاضی صاحب کو خدا کے سپرد کیا۔ اتفاقاً دوسرے سال جناب حافظ صاحب کو سنگھڑ میں آنے کی ضرورت واقع ہوئی تشریف لے آئے۔ قاضی صاحب نے استقبال کیا۔ مگر دل میں سوچا کہ مردان خدا کا فرمان تبدیل نہیں ہوتا۔ اس میں کیا حکمت ہے حضور بھی رونق افزا ہوئے اور میرے مدعیوں میں سے کسی کا بھی بال بیکا

نہیں ہوا۔ رات بھر اسی خیال میں گذری جب صبح ہوئی۔ تو قاصد خبر لایا۔ کہ بزدار قوم کے ۹ جوان مارے گئے جب ان کے نام پیش کئے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ وہی شخص ہیں جو قاضی کے دشمن تھے جوں ہی یہ خبر حضور کو پہنچی تو فرمایا قاضی جی! ہم نے اپنا کام پورا کر دیا۔

نقل: اتفاقاً ایک مسجد میں آپ نماز پڑھنے گئے دیکھا کہ صحن تنگ ہے اور نمازی بے شمار آپ نماز میں شامل ہونے لگے جگہ نہ تھی۔ خدا کی قدرت سے دیوار پیچھے ہٹ گئی۔ آپ نے نماز پڑھی۔

نقل: ایک بار خواجہ نور محمد صاحب حاجی پوری اور مظہر جمال الٰہی اکٹھے ہوئے خواجہ صاحب نے پوچھا کہ حرز یمانی کے عمل کو کہاں تک پہنچایا ہے۔ آسمان کی طرف دیکھا تو کبوتر ہوا میں اڑتے ہوئے جا رہے تھے آپ نے ان کی طرف اُنگلی کا اشارہ کیا کبوتر فوراً زمین پر گر پڑے پھر اشارہ کیا تو اڑ گئے۔

نقل: میرے والد صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے چار شخص ملتان کو روانہ ہوئے کہ جناب حافظ صاحب کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اتفاقاً راستے میں ان کو چور مل گئے اور ان کو تنگ کرنے لگے قریب تھا کہ مار ڈالیں انہوں نے آپ کی روح سے امداد طلب کی۔ اچانک ایک ہولناک آواز آئی۔ اور ٹھیکری کے چند ٹکڑے اڑتے ہوئے چوروں پر آن پڑے چور سراسیمہ ہو کر بھاگ گئے یہ لوگ حیرت میں پڑ گئے۔ غرض وہاں سے روانہ ہوئے اور مسافت طے کرتے ہوئے ملتان پہنچے چند روز پہلے حضور کے ایک ملازم میاں لقمان کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کا راز وہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اور حافظ صاحب کے دوستوں سے پوچھتا رہتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ ایک دن آپ آفتابہ لے کر استنجا کو گئے تو خالی ہاتھ واپس آئے۔ اور دوسرا آفتابہ طلب کیا اس نے نیا آفتابہ

پیش کیا شاید خیال کیا کہ پہلا آفتابہ ٹوٹ گیا ہے۔ جا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ جب یہ لوگ حضور کی خدمت میں پہنچے اور اپنا احوال بیان کیا خادم نے تاریخیں ملائیں۔ تو معلوم ہوا کہ ہر دو واقعات کی تاریخیں اور وقت ایک ہی ہے منشی غلام حسینؒ شہید نے بھی یہی واقعہ انوار جمالیہ میں لکھا ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی بجائے پشاور اور چوروں کے بھاگ جانے کی بجائے مر جانا درج ہے۔

نقل ہے: حضور کا خادم لقمان کھانے پینے کا بہت شوقین تھا۔ حضور بھی اس معاملے میں اس کے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص اپنا لڑکا حضور کی خدمت میں لایا اور عرض کی کہ خدا کے فضل سے میرے گھر بہت سا دودھ ہے۔ لیکن اس بچے کو ہضم نہیں ہوتا۔ دعا کیجئے آپ نے فرمایا کہ اس کا تو نہایت آسان علاج ہے کہ جب تم بچے کو دودھ پلاؤ لقمان کا نام لیا کرو۔ اس نے ایسا ہی کیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ سات دفعہ لقمان کا نام لیا۔ اور بچے نے سات پیالے پیے۔ اور ہضم کیے۔

نقل ہے: حضرت حافظ صاحب کا ایک غلام حجام تھا جس کو دیدار الٰہی کا شوق رہا کرتا تھا ایک بار موقع پا کر عرض کی حضور نے اپنی دستار مبارک اتاری اور فرمایا کہ اپنے سر پر رکھ لو۔ اس نے ایسا ہی کیا خدا کی قدرت اس نے انوار وتجلیات کے وہ مشاہدات کیے کہ تحمل کی طاقت نہ لا سکا اور دیوانہ ہو گیا۔

نقل: میرے والد مخدوم فرماتے ہیں کہ فتح خاں نام قوم بلوچ ساکن موضع میاں ایک شخص تھا۔ جو خان صاحب محمد رمضان خاں کرئی رئیس علاقہ کا ملازم تھا اور حسن خدمات کی وجہ سے اس کا وزیر بن گیا اتفاقاً اس سے کوئی قصور ہوا تو اس کو والئے نعمت نے برطرف کر کے قید کر دیا ان دنوں حضرت مظہر جمال اپنے پیر کے عرس پر تشریف لے

گئے تھے اس شخص کا گھر راستے پر تھا موقع تھا کہ جب حضور واپس آئیں گے تو خدام میرا حال ان سے بیان کریں گے۔اور حضور ازراہِ ذرہ نوازی میرے حال پر توجہ دینگے اور میرے دالئے نعمت سے مجھے چھڑا دیں گے۔ لیکن اس رئیس کا مقصد یہ تھا کہ اس کا املاک اور اثاث البیت ضبط کر لیوے وہ بھی جناب حافظ صاحب کے ساتھ عقیدت رکھتا تھا۔اسے خیال آیا کہ جب حضور تشریف لائیں گے تو اس شخص کی سفارش فرمائیں گے۔ مجھے چھوڑ دینا پڑے گا۔اور مجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔اس لئے سیر و شکار کے بہانے سے نکل پڑا۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو اس رئیس کے ڈیرے پر فروکش ہوئے کمال مہربانی سے اسکا اور اس کے اہل وعیال کا حال پوچھا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ چند دنوں کے بعد ان شاء اللہ اسے نجات ہوگی۔ یہ واقعہ لوگوں میں مشہور ہو گیا۔اور رئیس کی عورت تک پہنچا۔ رئیسہ اپنے مرد کی محبوبہ تھی۔ اس نے جرات کر کے ایک بے ادبانہ پیغام بھیجا کہ تمہارے خادموں کی خدمت تو ہم لوگ کرتے ہیں اور تم کام ہمارے دشمنوں کا کرتے ہو۔ یہ بات سنتے ہی چہرہ پر جمال پر جلال کے آثار نمودار ہوئے فرمایا۔ خدا تعالے پھر تم کو ہماری خدمت کی توفیق نہیں دے گا یہ کہہ کر روانہ ہو گئے آخر کار جب وہ امیر شکار سے واپس آیا اور یہ حال سنا تو قیدی کو فورا چھوڑ دیا اور انواع و اقسام کی مہربانیوں سے سرفراز کر کے تمام مقبوضہ جائیداد واپس دے دی۔ اچانک اس کی عورت سے قصور ہوا۔ جس کے باعث وہ اپنے مرد کی نظر سے گر گئی۔اور جب تک وہ زندہ رہی ذلیل وخوار رہی۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمے کنم منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

نقل: انوار جمالیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو بیت اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ دوسو

روپیہ مہیا کیا گیا اور کمر ہمت باندھی۔ اس کے رشتہ دار مانع آئے اور حضور کی خدمت میں التماس کی کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھیں۔ (غالبا اس پر حج فرض نہیں تھا مترجم) جب اس نے روانگی کا ارادہ کیا تو پہلے حضور کی خدمت میں پہنچا آپ نے فرمایا ہم اور تم اکٹھے حج کریں گے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ اپنے شیخ کے ساتھ بیت اللہ شریف کو روانہ ہیں اور مکہ شریف میں پہنچ کر حج سے مشرف ہوئے ہیں حج کے تمام مناسک اور مقامات متبرکہ کے تمام اذکار صفا مروہ زمزم مقام ابراہیم عرفات حجرا سود وغیرہ اپنے پیر کی زبان سے سنے اور ادا کئے پھر وہ جب باتیں کرتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فی الحقیقت حج کر کے آیا ہے۔

نقل: قاضی محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ عرصہ ہوا کہ مجھے تپ ربع لازم ہو گیا اور مدت ہوئی کہ کسی دوا یا تدبیر سے آرام نہ ہوتا تھا ایک دن ملتان پہنچا اور عاجزانہ آپ کی خدمت میں دعا مانگی رات کو خواب میں دیکھا کہ میری بستی یعنی چک لکھمیرہ کے قریب جنوبی مسجد میں ایک قبر کھدی ہوئی ہے اس پر ایک سفید براق چادر بچھی ہوئی ہے اور آپ کا جسد اطہر رکھا ہوا ہے دایاں زانو بائیں ایڑی پر رکھا ہے۔ اور نہایت مزے کی نیند میں غرارے کر رہے ہیں مولانا مولوی خدا بخش صاحب خیر پوری ایک کثیر جماعت کے ساتھ مسجد مزکور میں آتے ہیں اور نماز جنازہ ادا کرتے ہیں جس میں میں بھی شامل ہوں ۔نماز کے بعد مولانا صاحب دعا مانگتے ہیں نیاز مند کا ارادہ ہے کہ زیارت سے مشرف ہو۔ لیکن ہیبت کی وجہ سے جرات نہیں ہوتی آخر ان کے الطاف کی کشش مجھے قریب لے جاتی ہے۔ اور میں جا کر زانو مبارک کو بوسہ دیتا ہوں۔ آنحضرت ازراہ عنایت اپنے چہرہ اقدس سے چادر کو اتارتے ہیں اور جمال جہاں آرا سے منور کرتے ہیں اور زبان

جو ہر افشاں سے ہو کی آواز سنتا ہوں۔ اور عرض کرتا ہوں کہ قبلہ یہ جو کتابوں میں لکھا ہے کہ مرنے کے بعد دو فرشتے آتے ہیں۔ منکر و نکیر رنگ کالا آنکھیں بجلی شکل پر ہیبت ہاتھ میں گرز آتشیں۔ آواز گرج کی طرف مردے کے سر پر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَن ربُّکَ وَمَنْ دِیْنُکَ اگر جواب باصواب ملے تو اس کی قبر منور کر دیتے ہیں اور آواز دیتے ہیں۔ نم کنومة العروس۔ یعنی اے بہشتی انسان تو دلہن کی طرح سو جا۔ اگر وہ جواب باصواب نہیں دیتا تو آتشین گرز سے اس کی گت بناتے ہیں۔ اے غریب نواز! کیا آپ کے پاس بھی یہ فرشتے آئے تھے؟ حضور نہایت استغنا سے فرماتے ہیں کہ اے نوجوان میرے پاس دو خوبصورت شخص سفید ریش عصائے سبز ہاتھ میں لئے ہوئے آئے۔ اور کہا خدا تعالیٰ تجھے سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے مرحبا صد مرحبا چونکہ معاملہ خواب کا تھا میں نے عرض کرنے میں جرات کی کہ آپ تو مربی ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ میں تجھے یہی کہتا ہوں۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا۔ تو تپ ٹوٹ ہوا تھا۔ اور ان کی روح پر فتوح کے صدقے آج تک پھر نہیں آیا۔

نقل ہے: حضور کا ایک غلام تھا جو عامل تھا کشائش رزق کے لئے عمل کیا کرتا تھا اور ایک روپیہ روز حاصل کر لیتا تھا کچھ عرصہ تک وہ یہ عمل کرتا رہا دولتمند ہو گیا ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اس کو اس عمل سے منع کر رہے ہیں لیکن اس نے دنیاوی طمع سے اس عمل کو ترک نہ کیا الغرض اس طرح تین بار تنبیہ ہوئی لیکن اس کو ہوش نہ آئی تیسری بار جب خواب سے بیدار ہوا تو اس کے حافظے سے کلام اس طرح محو ہو چکی تھی کہ گویا پڑھی ہی نہ تھی۔

نقل ہے: ایک بزرگ ایک صاحب جمال عورت پر فریفتہ تھے اس کے ساتھ کمال محبت

رکھتے تھے یہاں تک کہ سوتے تو اس کی زلف مشکیں کے خیال میں اور اٹھتے تو عارض یسمیں کی یاد میں کسی دوست نے جا کر اس کا یہ حال حضور پرنور میں عرض کیا حضور نے اس کو اپنے خوان کرم پر بلایا اور اپنے ساتھ ہم نوالا اور ہم پیالہ بنایا ابھی تین چار لقمے کھائے تھے کہ ایک پرزور خیال کے باتحت تائب ہو گیا اور محبت ترک کردی۔

نقل ہے: ایک نوجوان کو ناسور تھا کسی علاج سے آرام نہیں ہوتا تھا حضور کو اس کے حال پر شفقت آئی درود شریف کا وظیفہ بتلایا کہ پڑھ کر دم کر دیا کرو فوراً بہ ہو گیا۔

نقل ہے: ایک محترم دوست درد گردہ میں مبتلا تھے حضور اس کی تیمارداری کے لئے گئے رات بھر وہ بیچارہ تڑپتا رہا اور حضور بھی ایک گھنٹہ اس کی تیماری سے غافل نہ ہوئے صبح کو اس کے حال پر شفقت آئی۔ تو فرمایا کہ ان شاء اللہ آئیندہ اس کو کبھی درد گردہ نہ ہوگا نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک جوان جیتا رہا درد سے محفوظ رہا۔

نقل ہے: ایک بار آپ کے مردان خاص آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ ولی اللہ کو کس علامت سے پہچاننا چاہیے۔ اپنے اپنے فکر کے مطابق ہر ایک بیان کرتا تھا آپ نے سنا تو فرمایا جو شخص جناب رسالتمآب کی پوری متابعت کرے وہی بلا شبہ ولی اللہ ہوتا ہے۔

نقل ہے: ایک بار قلعہ ملتان کفار کے لشکر کے ہاتھوں محصور تھا حضور کے غلام بھی اس کے اندر تھے ناظم ملتان حضور کا معتمد تھا اس کا انجام کار حضور سے پوچھتا رہتا تھا مگر حضور خاموش رہتے ایک بار چند خاص مرید حضور کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے سوال کیا کہ حضور کے ضمیر منیر پر تو نیک روشن ہے ازراہ عنایت فرمائیے کہ اس کا انجام کیا ہوگا فرمایا کہ اس دفعہ قلعہ ملتان مسخر نہیں ہوگا حاضرین میں مولانا محمد خدا بخش صاحب بھی حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہی ہوگا جو مقدر میں ہوگا حضور نے فرمایا کہ تسخیر ملتا

ن اس دفعہ مقدر میں نہیں اور جو امر مقدر میں نہیں ہے۔ اس کا ظہور کیونکر ہو۔ حاضرین مطمئن ہوئے کچھ عرصہ کے بعد دشمنوں نے محاصرہ اُٹھا دیا اور نا کام واپس ہوئے۔

نقل ہے: ملتان کے محاصرے کے دنوں میں نواب محمد صادق خاں والئے بہاولپور نے اپنے پیر دستگیر قاضی محمد عاقل صاحب کو اپنے ملک اور جان کی حفاظت کے لئے دعوت دے کر احمد پور ٹھہریا۔ اور اپنا پشت پناہ بنایا ہوا تھا۔ اور ہر دم طلب دعوات کرتا تھا ان دنوں نواب صاحب نے اپنا ایک پرچہ نویس ملتان میں بٹھا دیا تھا جو ہر قسم کے حالات نیک و بد کی اطلاع دیتا رہے ایک دفعہ کافروں نے کثیر فوج کے ساتھ قلعے پر حملہ کیا اور قلعہ کی دیواروں میں شگاف کر دیا لیکن محصورین نے برکت اسلام اور آپ کی ظاہری اور باطنی توجہ سے دل کھول کر مقابلہ کیا اور ان کو اندر گھسنے نہ دیا پرچہ نویس نے جلدی سے اطلاع دی۔ کہ کفار فتح یاب ہو گئے جونہی یہ عریضہ نواب صاحب کو ملا وہ فوراً قاضی صاحب کے پاس لے آئے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ بالکل غلط ہے۔ ملتان اس مرتبہ ہرگز مفتوح نہیں ہو گا۔ ہر چند خان صاحب یقین دلاتے رہے کہ اس خبر میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا لیکن قاضی صاحب میں نے نہیں مانا اور فرمایا کہ کیا جناب حافظ صاحب زندہ ہیں یا نہیں خان صاحب نے فرمایا زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تک حافظ صاحب زندہ ہیں وہ قلعہ ملتان کو کفار کے ہاتھ میں ہرگز نہیں دیں گے۔ اس بحث کے کچھ دیر بعد پرچہ نویس کا دوسرا خط پہنچا کہ پہلی خبر غلط تھی مسلمان کامیاب ہوئے اور کافر بھاگ نکلے۔

نقل: انوار جمالیہ میں لکھا ہے کہ میں حضور کی خدمت میں کتاب فقرات پڑھ رہا تھا اور کوئی باطل خیال میرے دل میں اترا جس کا عکس جناب مظہر جمال کے آئینہ دل پر پڑا

اثنائے تقریر میں تادیب کا ایسا تازیانہ لگایا کہ میں شرمسار ہوا۔ اور اس برے خیال سے توبہ کی۔ الغرض آپ کے اخلاق کی خوبیاں شفقتیں عجیب عجیب کراماتیں عالی درجات حسن صورت اور سیرت خوش بیانی اور شیریں زبانی کامل استعداد اور حسن سلوک کثرت عبادت اوراد کی مواظبت ۔ زہد و اتقاء ۔ عشق و محبت ۔ عالی ہمتی ۔ بذل و کرم ۔ تواضع و تسلیم مدارج تعظیم فیض عمیم ۔ خلق عظیم ۔ ستاری کشف ۔ دنیا سے بے تعلقی ۔ غریبوں اور مسکینوں کی باز پرسی ۔ حمایت دین مردوں کی تربیت و تلقین قوانین اسلام کی ترویج متابعت سنت ہزاروں اوصاف ہیں کہ اگر ایک ایک کا ذکر کیا جاوے تو عمر ختم ہو جائے گی۔

فائدہ: آپ کو سماع سے بہت رغبت تھی اور اکثر شوقیہ سنا کرتے تھے مولانا جامی کی غزلیں زیادہ مرغوب تھیں۔ مسئلہ وحدت الوجود میں اعلم العلماء تھے۔ مولانا جامی اور شیخ ابن عربی کی تصانیف نفحات الانس مثنوی۔ لوائح ۔ رشحۃ اللمعات۔ فقرات نصوص الحکم یہ کتابیں آپ کو بہت محبوب تھیں۔ حدیث نبوی جہاں کہیں نظر سے گذرتی لذت میں آکر سر ہلاتے ان تمام علوم کی تدریس بھی دیتے تھے۔

وفات: اسرار کمالیہ میں لکھا ہے کہ آپ کو تپ صفراوی لاحق ہوا۔ آٹھ دن نماز مسجد میں ادا کی جب ضعف بڑھ گیا تو مجھے فرمایا کہ اپنی جگہ پر نماز پڑھیں گے میں امامت کیا کرتا تھا خود بدولت کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے حکیم جان محمد ان کے معالج تھے مجھے تاکید کی تھی کہ حضور کے جسم پر ٹھنڈا پانی اور عرق گلاب نہ جانے پائے میں منع کرتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ عجیب حکیم ہیں جو قرآن شریف کے خلاف باتیں کہتے ہیں حق تعالے فرماتا ہے۔ وجعلنا من الماءِ کل شی حیی ۔ انور جمالیہ میں

لکھا ہے کہ شدت بخار سے آپ کا جسم گھٹ گیا تھا ہر چند بہت سے حکیم جمع ہوئے اور انواع واقسام کے علاج کئے لیکن شفا نہ ہوئی جب کوئی شخص عیادت کے لئے جاتا اور طبع پرسی کرتا تو فرماتے ہمیں بالکل خیرت ہے (اشارہ صحت باطن کی طرف تھا) آخر جب ضعف بہت بڑھ گیا تو ایک گرامی نامہ میرے جدامجد خواجہ نور احمد صاحب کی خدمت میں بھیجا جوان دنوں بہاول پور میں تشریف رکھتے تھے۔ راقم نے یہ دو بیت بڑھا دیئے جن کو آپ نے بہت پسند کیا۔

بہ لبم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد
کشش کہ عشق دارد نگذاردت بدیساں بجنازہ گرینائی بہ مزار خواہی آمد

جوں ہی یہ خط جناب خواجہ صاحب کو ملا طویل سفر کو قلیل عرصہ میں طے کر کے پہنچے۔ ضعف بدن کی وجہ سے استقبال نہیں کر سکتے تھے ناچار اپنے آپ کو چار پائی پر اٹھوا کر لے گئے۔ اور اپنے پیرزادے کو سینہ مبارک پر ڈال کر نعمت روحانی سے مالا مال کیا۔ اور شکر خدا بجا لایا۔ وصال سے تین دن پہلے باواز بلند ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو میرے بعد کوئی حاجت پڑے تو مولانا خدا بخش کی خدمت میں پیش کی جاوے۔ بعدہ آپ نے دو اچھوڑ دی۔ سماع کی طرف توجہ بڑھا دی۔ بے خودی اور مسکرات کے آثار وجود مبارک پر ظاہر ہونے لگے۔ اعضا میں طاقت نہ رہی وصال کے دن نماز فجر کے بعد اضطراب بڑھ گیا کروٹیں بدلتے تھے اور آنکھیں موندے ہوئے تھے۔ زوال آفتاب کے وقت اپنے ہاتھ پاؤں خود سیدھے کئے۔ اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا ملازم نے سمجھ لیا۔ کہ تیمّم کے لئے ڈھیلے طلب کرتے ہیں۔ اسی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ نماز کیلئے اُٹھائے اور کانوں تک لے گئے اور زیر ناف باندھے لوگوں کو آپ کے اس حال پر حیرت ہوئی تین

بار ایسا ہی کیا اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اس دن کی مصیبت کا کیا ذکر کروں کہ کیا گزری کیسے گزری۔ غبار ماتم آسمان پر پہنچا۔ اور مصیبت کا کیا ذکر کروں کہ کیا گزری کیسے گزری غبار ماتم آسمان پر پہنچا۔ اور مصیبت کا سماں اندھیرا روئے زمیں پر چھا گیا گویا کہ قیامت برپا سینے آہوں سے آتشکدہ ہو گئے انکھیں آنسوؤں سے طوفان بن گئیں۔ جب حضور کو غسل کے لئے تختہ پر لٹایا گیا مولانا خدا بخش صاحب کہتے ہیں کہ ذکر ہو جاری تھا اور سید زاہد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ ہو سنائی دیتا تھا مولوی حامد صاحب نے بھی سنا جب یہ راز فاش ہو گیا تو آواز بند ہو گئی تجہیز اور تکفین پوری کوشش سے کی گئی اور وجود اقدس کو چارپائی پر لٹایا گیا لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ عوام کو مشکل سے جنازہ کو ہاتھ لگانے کا موقع ملتا تھا یہاں تک ناظم ملتان باوجود عظمت و جلال کے محروم رہا جو آخر کار مولانا صاحب کی بدولت مشرف بہ زیارت ہوا۔ ملائکہ کے گروہ در گروہ جنازہ میں شامل ہوئے۔ ارواح طیبات نے نزول فرمایا۔ جنازہ ایک وسیع میدان میں رکھا گیا اور لوگوں نے نماز ادا کی بڑے بڑے عالموں متقیوں پرہیز گاروں اور حافظوں نے شمولیت جنازہ سے ثواب حاصل کیا۔ حضور وہیں دفن ہوئے جہاں کہ فوت ہوئے تھے۔ پانچویں جمادی الاول ۱۲۲۶ھ زوال آفتاب کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ منشی غلام حسن شہید نے تاریخ وصال لکھی۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ

ہزاروں لوگ آج تک شامل عرس شریف ہوتے ہیں اور رونق روز بروز بڑھ رہی ہے۔ وصال مبارک سے تین دن کے بعد قل خوانی کی رسم ادا کی گئی ناظم ملتان اور میرے جد امجد نے مولانا خدا بخش صاحب کے سر پر دستار باندھی۔

فائدہ: حضور کے دو قبیلے تھے مگر مشیت ایزدی سے آپ کا کوئی فرزند نہیں تھا پہلے گھر سے ایک معصومہ تھی۔ جن کا ناطہ نسبت آپ کے خواہر زادہ غلام محمد سے ہوا لیکن ان سے بھی کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا۔

نقل ہے: ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم صاحب ملتان تشریف لے گئے حافظ صاحب نے معصومہ کو سمجھایا کہ جب حضور گھر تشریف لائیں تو دامن پکڑ کر عرض کرو۔ کہ مجھے بھائی کی پیاس ہے فی سبیل اللہ غور فرمائیں حضور نے میرے جدا امجد خواجہ نور احمدؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ تمہارے بھائی یہی ہیں یہ کلمہ سن کر حافظ جی نے سمجھ لیا کہ اولاد نرینہ میرے مقسوم نہیں ہے۔

فائدہ: آپ کے بے شمار خلفاء تھے لیکن میں ان اصحاب کے نام لکھتا ہوں جنہوں نے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

خلیفہ اول: جناب مولانا مولوی خدا بخش صاحب ملتانی خیر پوری۔ جو آپ کے مطلق سجادہ نشین قرار پائے ان کی کرامات اور دیگر حالات گلزارم چہارم میں لکھے جائیں گے۔

خلیفہ دوم: مولوی عبدالرزاق صاحب جو آپ کے عین حیات میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار میلسی میں ہے۔ ان کے مناقب اور مدارج حد بیان سے باہر ہیں ان کا ایک فرزند شمس الدین نام ہے۔ جن کے بیٹے کا نام محمد اکرم ہے مگر محمد اکرم کا کوئی بیٹا نہیں۔

خلیفہ سوم: حاجی الحرمین مولوی حامد صاحب ان کے کمالات بھی حد سے زیادہ ہیں۔ ان کے دو بیٹے پیدا ہوئے جو تا حال زندہ ہیں۔

خلیفہ چہارم: سیادت مآب جناب سید زاہد شاہ صاحب جنہوں نے اپنی تمام عمر گرانمایہ اپنے شیخ کی خدمت میں صرف کی تمام تعلقات سے قطع تعلق کر کے انہیں کی خدمت کو

اپنا نصب العین بنایا۔ آپ کے وصال کے بعد ڈیوڑھی اور عرس کا انتظام آپ کے سپرد رہا۔ اگر ان کے کمالات کا ذکر لکھیں۔ تو ایک اور کتاب تیار ہو جاوے ان کے چار بیٹے ہیں۔ ۱۔ سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ۲۔ سید غلام رسول شاہ صاحب ۳۔ سید محبّ جہانیاں شاہ صاحب اور ان کی بھی بہت سی اولاد ہے ان کے بے انداز مرید جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ ۴۔ غلام نبی شاہ صاحب۔

خلیفہ پنجم: شمع شبستان مصطفےٰ چراغ دودمان مرتضےٰ سید بلند شاہ صاحب ہیں اگر ان کے مکارم اخلاق کا ذکر کریں تو ایک اور کتاب تیار ہو جائے ان کا مزار مبارک موضع جکھڑ ضلع ڈیرہ غازیخان میں ہے بہت سے لوگ ان کے درِ دولت پر حاضر ہوتے اور خاک آستان کو سرمہ چشم بناتے ان کے ایک بیٹے سید محمد شاہ صاحب ہیں جو میرے والد صاحب کے مرید ہیں سید پناہ شاہ صاحب کے چار بیٹے ہیں ۱۔ محمد تقی شاہ صاحب ۲۔ خدا بخش شاہ صاحب ۳۔ بلند شاہ صاحب ۴۔ عیسٰن شاہ صاحب الغرض آپ کے بہت خلیفہ ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کی بیعت تو حافظ صاحب سے تھی لیکن اجازت مولانا مولوی خدا بخش صاحب سے لی تھی۔ اور بعض وہ ہیں کہ ان کی بیعت تو قبلہ عالم صاحب سے تھی لیکن خرقہ خلافت جناب حافظ صاحب سے پایا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئے گا۔

چمن سوم شہسوار میدان وحدت شہنشاہ ملک معرفت حضرت قاضی محمد عاقل کے بیان میں

مشہور ہے: کہ آپ کے بزرگ سات پشتوں تک ولی ابن ولی تھے مولوی گل

محمد صاحب تکملہ میں لکھتے ہیں کہ عرف میں ان کو کریجہ کہتے تھے جو قاضی صاحب کے دادا تھے اسی نام سے مشہور ہو گئے تھے لیکن حقیقت یہ ہے جس پر کل نساب متفق ہیں آپ قوم قریش سے تھے میاں نصیر بخش مرحوم کہتے تھے کہ میں نے اپنے پیر خواجہ خدا بخش صاحب نبیرہ آنجناب سے سنا ہے کہ ہمارے بزرگ قریشی الاصل ہیں اور ملک سندھ میں نشو ونما پائی ہمارے دادوں میں سے ایک بزرگ تھے بڑے صاحب کمال جو صوم وصلوۃ کے بڑے پابند تھے چنانچہ ہر نماز اول وقت میں ادا فرماتے اور موذن کو اول وقت میں اذان دینے کی تاکید کرتے ایک دفعہ نماز فجر کے وقت اجالا بہت ہو گیا تھا مسجد کے دروازے پر آئے۔ اور کسی سے پوچھا کہ اذان دی گئی ہے یا نہ لوگوں نے کہا کہ نہیں موذن سے بہت رنجیدہ ہوئے ایک کوزہ ممبر پر پڑا ہوا تھا اس سے فرمایا کوڑ جو کوڑ سندھی زبان میں کوزہ کو کہتے ہیں اور جو صیغہ امر بمعنی کہ جونہی یہ لفظ ان کی زبان سے نکلا خدا کی قدرت کہ اسی آفتابے سے اذان کی آواز بلند ہونے لگی۔ جو تمام لوگوں نے سنی اس سبب سے ان کا نام کورجو مشہور ہو گیا کور جو سے کریجہ غلط العام ہے تکملہ میں لکھا ہے کہ ان کے باپ کا نام محمد شریف تھا جو بڑے صاحب کمال زاہد اہل دل متقی تھے یہاں تک کہ تھیل اوبکن پر آپ کا گذارہ تھا۔ اولیائے کرام کے اکثر مزارات سے تعلق رکھتے تھے حضرت مخدوم جہانیاں صاحب کے دربار سے آپ کو حقیقی طور پر ایک کتاب جواہر جلالی عطا کی گئی کہ جونہی آپ خانقاہ سے نکلے ایک شخص نے آن کر یہ کتاب ان کو دی۔ یہ نسخہ آج تک ان کے خاندان میں موجود ہے۔

نقل ہے: رکن الدولہ محمد بہاول خاں کلال فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میاں صاحب سرائی نے مجھے بلایا جو اس وقت بہت بارعب حاکم تھا اور ہمارے مخالف اس لئے میں نے مبا

صاحب جی سے دعا طلب کی کہ ملاقات بخیر و خوبی بسر ہو۔ میاں صاحب نے مجھے ایک لفظ عنایت فرمایا اور کہا کہ ملاقات بخیر و خوبی بسر ہو۔

میاں صاحب نے مجھے ایک لفظ عنایت فرمایا اور کہا کہ ملاقات کے وقت پڑھ لینا ہر طرح سے تسلی کرو۔ تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ایک ہاتھی بھی تم کو عطا کریں گے ان کی برکت سے ایسا ہی ہوا۔

فائدہ: ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک قاضی نور محمد۔ دوسرے قاضی عاقل محمد جب دونوں نے علوم ظاہری سے فراغت حاصل کی تو خدا پرستی کی طرف بلانا شروع کیا۔

نقل ہے: میاں محمد شریف صاحب نے صفائی باطن سے اپنے دونوں بیٹوں کو ہدایت کی تھی کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک صاحب کمال اور پر جلال شخص کا ظہور مشرق سے آفتاب جہاں تاب کی طرح ہو گا جو ہمارے سر پر چمکے گا جہالت اور کفر کا اندھیرا ہمارے دلوں سے مٹا ڈالے گا۔ اسی توقع میں رہتے تھے کہ اچانک حضرت قبلہ عالمؒ کے ظاہری اور باطنی کمالات کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی۔ ان کی عالی ہمتی کا غلغلہ دنیا والوں نے سنا تو ان کی زیارت فیض بشارت کے عشق کی آگ بھڑکی اتفاقاً قبلہ عالم صاحب فقیروں کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ مہار شریف سے حاجی پور تشریف لائے اور علاقہ یارے والا میں جہاں قاضی صاحب کی جاگیر تھی پہنچے یہ دن جمعہ کا تھا قاضی نور محمد اور ان کے والد بزرگوار کوٹ مٹھن سے یہاں آئے ہوئے تھے اور نماز جمعہ کے بعد قال اللہ وقال الرسول میں مشغول تھے کہ حضرت قبلہ عالم نے تجمل شاہی کے ساتھ اس مسجد میں قدم رنجہ فرمایا اور جونہی قاضی صاحب کی نظر اس آفتاب جہاں تاب پر پڑی اور اس گروہ کا خضوع خشوع ملاحظہ کیا۔ تو شہنشاہ عالم کی حشمت اور ہیبت سے دل کانپ گیا۔ ان کے

ملازمین میں سے ایک سے خفیہ طور پر ان کا نام پوچھا جب معلوم ہوا کہ قبلہ عالم یہی ہیں تو بادل بے قرار اٹھے اور اپنا سر ان کے قدموں میں ڈال دیا خوشی سے روح ان کے بدن میں اور خود جامے میں پھولے سماتے تھے زبان حال سے یہ ترانہ گانے لگے۔

به شبہائے سیہ کے بد اُمیدم   کہ روزے گردد ایں روز سفیدم

شیم را صبح فیروزی آمدم   غم ورنج شباں روزی سر آمد

کہ بودم گمرہ در ظلمت شب   رسیدہ جاں از گمراہیم برلب

بر آمداز افق رخشندہ ماہے   بکوئے دولتم بہ نمودرا ہے

نقل ہے: میاں محمد شریف صاحب کو جونہی آپ کے آنے کی اطلاع ملی دوڑ کر یہاں پہنچے اور حضور کی قدمبوسی کی۔ دعوت منظور کرا کر مکان پر لے آئے۔ اس وقت ان کے ساتھ تھوڑے سے فقیر تھے اس لئے ایک پاؤ آٹا اور ایک دنبہ آپ کی ضیافت کے لئے تیار کیا گیا مگر جب شام ہوئی تو سینکڑوں آدمی وہاں جمع ہو گئے تاہم اتنا ہی کھانا خاص و عام تمام لوگوں کو پورا ہو گیا میاں محمد شریف قاضی نور محمد اسی وقت بیعت سے مشرف ہوئے ایک تیز رو قاصد کو کوٹ مٹھن کی طرف روانہ کیا گیا اور لکھا کہ آپ فوراً طویل مسافت کو قلیل عرصہ میں طے کر کے پہنچ جائیں اس وقت جناب قبلہ عالم صاحب نے ان کو کشودراہ کا وظیفہ عطا فرمایا لیکن بیعت سے مشرف نہ ہوئے۔

فائدہ: حضور قبلہ عالم کے آنے سے پہلے بیعت کا طریقہ صحیح کسی کو معلوم نہ تھا وظیفہ پوچھ لینے کو بیعت ہی سمجھ لیتے تھے قاضی صاحب بھی یہی جانتے تھے کہ مجھے بیعت سے مشرف کر لیا ہے ایک سال گذرا کہ جناب قبلہ عالم صاحب قصبہ اُچ کی طرف تشریف لے گئے اور جناب قاضی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے خود ہی بر سر عام فرمانے لگے کہ

اگرچہ سالک کو وظیفہ کے حاصل ہونے سے بھی سلوک کا راستہ مل جاتا ہے۔ لیکن بیعت میں کچھ اور تاثیر ہے قاضی صاحب نے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ اشارہ میری طرف ہو خلوت میں پوچھا کہ آیا یہ غلام داخل بیعت ہے یا نہیں فرمایا نہیں صرف وظیفہ ہے۔ اس پر آپ نے بیعت ہونے کی التماس کی حضور نے ازراہ عنایت ان کو بیعت سے مشرف فرمایا یہ وہ وقت تھا جب کہ آپ خانقاہ شریف کے شمالی طرف بیٹھے تھے۔ زبان جوہر فشاں سے فرمایا کہ یہ بزرگ بھی چشتیہ ہیں اور اوراد ونوافل ذکر وفکر کی ترتیب فرمائی مشہور ہے کہ قاضی صاحب اتنے بلند آواز سے جہر کرتے تھے کہ لوگ تین تین کوس تک سنتے تھے مولوی گل محمد صاحب لکھتے ہیں کہ شروع شروع میں قاضی صاحب اڑھائی پہر رات اور اڑھائی پہر دن جہر کرتے تھے جن کی تفصیل یہ ہے ایک مغرب اور عشاء کے درمیان اور ڈیڑھ پہر صبح کی نماز سے پہلے ایک پہر نماز فجر کے بعد اور ڈیڑھ پہر نماز ظہر اور عصر کے درمیان اپنے مریدوں کو بھی پانچوں وقت جہر کا حکم دیتے تھے۔

فائدہ: قاضی صاحب دو مرتبہ دہلی تشریف لے گئے پہلی دفعہ حضرت قبلہ عالم صاحب کے ہمراہ جب کہ دیگر بزرگ بھی شامل تھے چنانچہ حضرت خلیفہ صاحب خواجہ نور محمد صاحب ساجی پوری۔ حافظ محمد جمال صاحب ملتانی مولوی محمد اکرم صاحب اور دیگر صاحبان بھی ہمراہ تھے یہ سفر جناب قاضی صاحب نے پا پیادہ طے کیا ایک دن جناب قبلہ عالم صاحب نے پوچھا کہ تم گھوڑے پر سوار کیوں نہیں ہوتے عرض کی کہ میں نے منت مانی تھی کہ پہلی دفعہ جناب مولانا کی زیارت پا پیادہ کروں گا جب کوئی آدمی ان کو سوار ہونے کے لئے مصر ہوتا تو حضور فرماتے یہ قوی المزاج انسان ہیں ان کو سواری کی حاجت نہیں الغرض اس طرح وارد دہلی ہو کر جناب مولانا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

نقل ہے: مشہور ہے کہ اس عرصہ میں جناب خلیفہ صاحب خواجہ محمد حاجی پوری اور حافظ محمد جمال صاحب ملتانی اور قاضی صاحب اور مولوی محمد اکرم صاحب ساکن سمینہ علم سلوک میں ہم سبق تھے جناب مولانا صاحب اگر چہ علوم ظاہری و باطنی کے بحر مواج تھے تا ہم ان علوم کی تدریس سادہ طور پر دیتے تھے اور خفیہ رازوں کی حقیقت نہیں کھولتے تھے مولوی محمد اکرم کو ان دونوں پوری نسبت حاصل نہیں ہوئی تھی خیال کیا کہ مولانا صاحب ظاہری عالم ہیں اس لئے سبق کے دقت اعتراضوں کی بوچھاڑ کر دی تینوں خلفاء سنتے رہے جناب مولانا محو استغراق تھے ان اعتراضوں کا کچھ جواب نہ دے کر فرمانے لگے کہ آگے پڑھو۔ مولوی نے کہا کہ جب تک کہ میں یہ مسئلہ نہیں پوچھوں گا آگے نہیں پڑھوں گا کیونکہ مصنف کے کلام میں سباق و سیاق کے لحاظ سے اختلاف ہے آپ نے فرمایا کہ یہ علم باطنی ہے اس میں ظاہری علم کو دخل دینا مناسب نہیں آگے پڑھو خلیفہ صاحب اور دیگر صاحبان نے فرمایا آگے پڑھو۔ ہم تمہیں مناسب جگہ پر سمجھا دیں گے مگر چونکہ مولوی کی غرض محض امتحان تھی ان کے حکم کی تعمیل نہ کی اور اپنے اعتراضوں سے باز نہ رہا مولانا صاحب دم بھر چپ رہ کر اپنی نورانی پیشانی کو پکڑے رہے پھر استغراق کی حالت سے باہر آئے تو فرمایا کہ پوچھ جو کچھ پوچھنا ہے اب ہم بھی ملاں ہیں اور ایک سوال کے بدلے سو سو مدلل جواب دئے کہ مولوی چپ ہو رہا اور اعتراض کی گنجائش نہ رہی جب قبلہ عالم صاحب کو علم ہو تو مولوی کو قرار واقعی تنبیہ کی مولوی تائب اور نادم ہوا اور ان کے وسیلہ سے معافی مانگی اس نقل سے میرا مطلب یہ ہے کہ قاضی صاحب اور دیگر صاحبان نے بھی جناب مولانا صاحب سے بھی استفادہ کیا۔

نقل ہے: ایک دفعہ جناب قاضی صاحب کوٹ مٹھن سے اپنے پیر دستگیر کی زیارت کے

لئے مہار شریف روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ دہلی روانہ ہو گئے ہیں یہ سنتے ہی ان کے پیچھے چل دیے اور زادِ راہ جو کچھ تھا راستے میں ہی ختم ہو گیا دہلی میں پہنچے تو کچھ بھی نہ تھا کہ حضور مولانا صاحب کی خدمت میں نذر دے سکیں تانبے کا ایک آفتابہ آپ کے پاس تھا اسے دکاندار کے پاس گروی رکھ کر شیرینی حاصل کی اور مولانا صاحب کی خدمت میں نذر گذاری یہ کیفیت سن کر جناب قبلہ عالم صاحب نے آپ کو دو اشرفیاں عطا کیں کہ ان کو بھی حضور کی خدمت میں دے دو۔ کچھ دنوں کے بعد جناب قبلہ عالم صاحب رخصت ہوئے۔ تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ تمہارا یہ دوست قاضی صاحب ابھی ابھی آیا ہے۔ ان کو چند روز ہمارے پاس چھوڑ جاؤ۔ عرض کی بہت اچھا قاضی صاحب نے خلوت میں عرض کی کہ حضور جو کچھ مجھے شیخ کے غائبانہ عطا کرنا چاہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ ان کی موجودگی میں عطا فرمائیں جناب مولانا صاحب نے ان کے حسن عقیدت کی تعریف کی چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا مولوی گل محمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب نے جس دم کے مجاہدے کو درج کمال تک پہنچا ہوا تھا ایک دن فرماتے تھے کہ حبس کا شغل خزانے پر سانپ کی طرح ہے خزانہ وہی پاتا ہے جو اس کے کاٹنے سے نہیں ڈرتا اور فرماتے تھے۔ کہ حبس کا شغل افیون کی طرح ہے جو جان میں گھل جاتا ہے۔ کہ طبیعت اس کو پھر چھوڑنا نہیں چاہتی۔ اور گلے سے چمٹ جاتی ہے چنانچہ ہم بڈھے ہو گئے ہیں۔ ناتواں ہو گئے ہیں مگر اس کو نہیں چھوڑتے قاضی نور محمد نے کوٹ مٹھن کے شہر اور مضافات کا اجارہ لیا ہوا تھا اتفاقاً ان کو اس اجارہ میں خسارہ ہوا۔ اور سرکاری آدمی نے اس کی وصولی کا تقاضا کیا قاضی نور محمد ناداری سے بھاگ گیا اور روپوش ہو گیا ناظم ڈیرہ غازیخان کو اس نے ان کی بجائے ان کے بھائی کو طلب کر کے

ڈیرہ غازیخاں کے قلعے میں بند کر دیا قاضی صاحب نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا تسلی کرو ہم تمہیں کسی حکمت کی وجہ سے یہاں لائے ہیں۔ اپنے نیچے والے مصلے کے ٹکڑے گنو۔ اتنے ہی ماہ تم یہاں رہو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نو ماہ اس مجاہدے میں رہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ نو ماہ میں نہ پاتا اور یہ مجاہدہ نہ کرتا تو اس شغل کے نتیجے سے محروم رہتا جب مجاہدے کی مدت ختم ہوئی اور قید سے خلاص ہوئے تو اپنے شیخ کی خدمت میں پہنچے حضور نے ایک دن پوچھا کہ ایک عمل جو خلاصی جلس کے لئے دیا گیا تھا وہ کیوں نہیں کیا عرض کی کہ اپنی خلاصی کے لئے یہ عمل کرنا مجھے روانہ تھا حیا دامنگیر تھی حضرت قبلہ عالم خوش ہوئے اور تحسین کی۔

نقل ہے: کہ حضرت قبلہ عالم صاحب نے ان کو خرقہ خلافت عطا کیا اور وہ نعمت عطا کی جو مشائخ کبار جناب نبوی سے ایک دوسرے کو دیتے چلے آئے اور جو سینہ بہ سینہ ایک سے دوسرے بزرگ کو ملتی ہے کچھ عرصہ گذرنے کے بعد قاضی صاحب سے فرمایا کہ تم لوگوں کو اسم اللہ کی تلقین کیوں نہیں کرتے عرض کی کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو اسے کہوں حضور نے فرمایا سبحان اللہ کیا بات ہے جو تم کہتے ہو کس کو دوں؟ خدا کی مخلوق تو تجھے آسمان پر بھی نہیں چھوڑے گی القصہ جب حضرت قاضی صاحب اس مکالمے کے بعد حویلی سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگوں کا ایک انبوہ ستاروں کی طرح اس ماہ ہدایت کے گرد جمع ہے۔ اور بیعت کی خواہش کرتا ہے جناب قاضی صاحب نے حسب فرمان سب کو بیعت کیا۔

فائدہ: آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور درس بھی دیتے تھے شرح ہدایہ حکمت شیخ الاسلام میر ہاشم شرح عقائد معہ حواشی مطول معہ حواشی تلویح، توضیح، تصریح، نور محمد

مدقق بر مقدمات اربعہ۔ مولوی مقدمات اربعہ،فقہ میں شرح وقایہ معہ حواشی ، ہدایہ،شرح مواقف معہ مولوی علوم معقول میں سے زواہد ثلاثہ حدیث شریف میں سے مشکوۃ شریف۔ احیاء العلوم صحیح بخاری تصوف میں لوائح۔ شرح قصیدہ قاضیہ ضمیر یہ اور سواء السبیل وتسنیم۔نصوص الحکم طالب علموں اور مریدوں کو پڑھاتے تھے طالب علموں کو رغبت دیتے تھے جن کی رغبت زیادہ دیکھتے تھے۔ان پر کمال مہربانی کرتے تھے۔

نقل ہے: میاں خدا بخش صاحب آں جناب کے نواسہ فرماتے ہیں کہ میں طالب علمی میں بہت محنت کیا کرتا تھا اور کافی مطالعہ کر کے آپ کی خدمت میں مطول کا سبق پڑھتا تھا آپ کی ذات اگرچہ بحر مواج اور نقلی وعقلی علوم کی طبع تھی لیکن چونکہ آپ کی توجہ ذات حقیقی کی طرف زیادہ مائل تھی ظاہری علوم پر چنداں متوجہ نہ ہوتے تھے ایک دفعہ سبق پڑھتے ہوئے کسی مسئلہ میں میرے اور ان کے درمیان بحث چھڑ گئی جب آپ نے کتاب کو غور سے دیکھا تو مسئلہ میری تشریح کے مطابق پایا اعتراف کر کے اسی طرح پڑھانا شروع کیا اس سے بندہ کے دل میں گھمنڈ پیدا ہو گیا سبق سے فارغ ہونے کے بعد حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا سبحان اللہ علم ظاہری اور باطنی میں کتنا فرق ہے ظاہری علم جتنا حد کمال کو پہنچے اُتنا فخر وغرور بڑھتا جاتا ہے۔ باطنی علم جوں جوں کامل ہوتا جاتا ہے مرید میں ادب و نیاز پیدا ہو جاتی ہے میں نے سمجھا یہ اشارہ میری طرف ہے دل میں نادم ہوا اور توبہ کی۔

نقل ہے: ایک بار ایک شخص نے عرض کی کہ قرآن مجید حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں کیا فرق ہے کیونکہ تینوں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہیں آپ نے فرمایا کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام

مستغرق اور مجموع ہوتے تھے جو کچھ صادر ہوتا تھا کلام اللہ تھا اور جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا رجوع جمع اور فرق میں مساوی ہوتا جو کچھ صادر ہوتا تھا حدیث قدسی تھا اور جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کسی کی طرف توجہ ہوتی تھی اس وقت جو کلام صادر ہوتی تھی۔ اس کو حدیث نبوی کہتے ہیں۔

نقل ہے: ایک دفعہ آپ کی مجلس میں رقص کے متعلق ذکر ہو رہا تھا حضور نے فرمایا کہ مقتدی کا حال غش اور غفلت ہے اور متوسط کا حال کثافت ہے اور منتہی کا حال اگرچہ جید ہے۔ لیکن بشریت کی وجہ سے لطیف ہے اور رقص کی حرکت میں اس کے حال سے کچھ نہ کچھ گھٹ جاتا ہے جیسا کہ حضرت کلیم اللہ جہان آبادی نے عرشہ کاملہ میں اس کی تشریح کی ہے۔

نقل ہے: کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بیعت کرتا ہے قیامت کے دن اس کے اعمال شیخ کے پلے میں رکھتے ہیں پھر فرمایا الحمد للہ کہ ہم اس سے چھوٹے ہوئے ہیں یہ سنکر لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہزاروں غلام آپ کے مرید ہیں آپ اپنے تئیں کیونکر ان سے فارغ البال ہو سکتے ہیں دفع وہم کیلئے فورا فرمایا کہ ہمارا سلسلہ قطعی صحیح ہے۔ کہ دست بدست حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے پس ہمارے اعمال اپنے پیر کے پلہ میں اور ہمارے پیر کے اعمال اپنے پیر کے پلہ میں آخر جناب نبوی کے دامن فیض نامن میں ڈالینگے۔

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتیباں چہ باگ از موج بحران را کہ باشد نوح کشتیباں

یہی تشریح کتاب فوائد الفواد اور سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کی زبان فیض ترجمان سے مرقوم ہے کہ جو شخص کسی شیخ سے مل جاتا ہے جو کچھ وہ

کرتا پھرتا ہے فردائے قیامت اس کے اعمال اس کے پیر کے پلے ہونگے کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ باتیں سچی ہیں لیکن مرید کی ارادت اور شیخ کا کمال شرط ہے اگر یہ دونوں شرطیں موجود ہوں تو گہنہ گار مرید کی مغفرت شیخ کامل کی معرفت ہو جائے گی۔

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی نہ ہو۔ تو پھر کوئی فائدہ نہیں چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

گر قبول حق رسد آں مرد راست دست اور درکار ہادست خداست

بزرگوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص شیخ کامل کی بیعت کے بغیر ہوگا قیامت کے دن اس کا ہاتھ دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا لیکن اگر کامل شیخ اپنے کسی مرید یا وارث کا لائق اور قابل کار دیکھ کر خلیفہ بنا دیوے تو بھی اس کی بیعت جائز ہے کیونکہ شیخ کامل کا ضمیر مستقبل کے لئے ایک آئینہ ہوتا ہے اور ازل سے ابد تک ایک ذرہ بھی اسے مخفی نہیں ہوتا زمانہ مستقبل میں اس کے کامل ہونے کا راز کھل جائے گا کیونکہ حکیم کا کوئی بھید حکمت سے خالی نہیں ہوتا چنانچہ شیخ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں خلافت کو سات قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ اصالتاً ایک بزرگ الٰہی سے ایک شخص کو خلیفہ بنا دے اس کو خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول کہنا جائز ہے۔ ۲۔ اجازتاً ایک بزرگ ایک مرید یا وارث کو قابل کا دیکھ کر اپنی رضا اور رغبت سے خلیفہ بنا دے یہی رسم تمام مشائخ کبار سے چلی آتی ہے۔ ۳۔ یہ کہ ایک بزرگ اپنے مرید یا وارث یا کسی بیگانہ شخص کو اپنی حین حیات میں یا وفات کے بعد باطن میں حکم دے۔ اور خلیفہ بنائے یہ بھی جائز ہے کیونکہ صوفیا کرام کے نزدیک امر باطن جائز ہے اور امر باطن کی اطاعت واجب ۴۔ اجمالا یہ

کہ کوئی بزرگ اس دنیا سے نقل کر جائے اور کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرے اس کی قوم کسی مرد یا وارث کو اہل سمجھ کر خلیفہ بنا دے یہ رسم بھی عام ہے اور یا یہ کہ بزرگ فوت ہو جاوے مرید یا اس کا وارث خود بخود اپنے تیئں خلیفہ بنا دے بزرگوں کے نزدیک یہ طرز جائز نہیں اور نامنظور ہے ۵۔ حکماً یہ کہ ایک بزرگ فوت ہو جاوے اس کے بعد اس کے وارث دنگہ فساد شروع کر دیں بادشاہ وقت کو حق ہے کہ جس کو اس کام کے لائق سمجھے خلیفہ بنا دے خلافت کا یہ طرز بھی جائز ہے جیسا کہ آیت کریمہ

اَطِیْعُوْ اللّٰهَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُولِي الاَمْرِ مِنْكُمْ

سے عیاں ہے۔ ۶۔ تکلیفاً یہ کہ ایک مرید اپنے پیر کی خدمت میں سفارش کرا کر خلافت حاصل کرے یہ طریقہ بھی جائز ہے۔ ۷۔ اویسا یہ کہ ایک شخص کسی بزرگ کی روح سے جس کا وصال ہو چکا ہو تربیت حاصل کرے اور خلیفہ بن جاوے اس قسم کی خلافت کو اگلے بزرگوں نے جائز کہا ہے جس کو اویسا کہتے ہیں لیکن زمانہ حال کے بزرگ جائز نہیں سمجھتے جب تک کہ کسی جیتے جاگتے بزرگ سے خلافت حاصل نہ کرے سلسلہ جاری نہیں ہوتا۔

فائدہ: قاضی صاحب کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن کسی کی درخواست کے بغیر امر نہیں کرتے تھے بجز ایام عرس کے حضرت مولانا صاحب وحضرت قبلہ عالم صاحب کے آپ کی مجلس عالی میں جب سماع ہوتا تو شور محشر برپا ہو جاتا۔ سماع کی جملہ شرائط اور آداب کو ملحوظ رکھا جاتا آپ کو عموماً شیخ اسیری کی غزلیات پر وجد آیا کرتا اور شیخ کی غزلیات کی تعریف فرمایا کرتے تھے وہ یہ کہ تمام شاعر غزلوں میں ایک ہی طرح کے شعر کہتے ہیں لیکن شیخ اسیری کے ایک ایک شعر میں جدت اور گوناگونی ہوتی ہے مولانا جامی علیہ الرحمۃ مولانا احمد جام شیخ مغربی حافظ گل حسنؒ مولوی احمد علیؒ اور مثنوی شریف کے چند اشعار پر

آپ کو ذوق اور وجد آتا تھا۔

فائدہ: لکھا ہے کہ آپ پانچ مہینے کسی ایک بیماری میں مبتلا رہے آٹھویں صفر بدھ کے روز یہ بیماری شروع ہوئی ۔ اور آٹھویں ماہ رجب دوشنبہ کے دن آپ کا وصال ہوا زمانہ کے بڑے بڑے حکیموں ور طبیبوں نے تشخیص مرض کی کوشش کی۔ سب کا خیال تھا کہ ضیق النفس کی بیماری ہے آپ فرماتے تھے کہ مجھے اپنے شیخ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا تھا کہ جب تم آخری عمر کو پہنچو گے تو ایک عظم الشان نشان تم پر ظاہر ہوگا اور اس کی علامت بھی بتلا دی تھی جواب تک وارد نہیں ہوئی مجھے انتظار باقی ہے۔ اس کی تفصیل نہ فرمائی۔ یہ کلام سن کر بعض دوست خوش ہوتے تھے کہ آپ کی عمر ابھی تک باقی ہے اور بعض کوئی اور مغی سمجھتے تھے آخر چار ماہ کی علالت کے بعد اشراق کے وقت جب حالت استغراق سے متنبہ ہوئے تو فرمایا کہ آج خوب ہوا۔ کہ سفر کی کوفت جھیل کر ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے جو لوگ حاضر تھے یہ بات سن کر حیران رہ گئے کہنے لگے کہ آپ تو یہاں تشریف رکھتے تھے۔ سفر کیسا اور منزل کے کیا معنے مولوی گل محمد لکھتے ہیں کہ میں بھی اس مجمع میں حاضر تھا یہ لفظ سنتے ہی رونے پیٹنے لگا۔ آپ پھر مستغرق ہو گئے اور جب حالت صحو میں آئے تو بعضے دوستوں نے آپ سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب تھا آپ نے فرمایا کہ خیر یہ تو کوئی خیال تھا الغرض پھر ایک عجیب صورت نمودار ہوئی کہ آپ کا سایہ مبارک گم ہو گیا اس لئے آپ ایک تنگ و تاریک مکان میں رہنے لگے حجرے کے دروازے بند رہ جاتے اور سوراخ کہیں بھی نہ ہونے دیتے جب تک ایک پہر رات نہ آتا باہر نہ آتے صبح صادق سے پہلے اندر چلے جاتے اور زبان سے فرماتے کہ سورج کی گرمی ہمیں پسند نہیں آتی اگر کوئی شخص عرض کرتا کہ رات کو کون سا سورج ہے تو فرماتے ایک پہر رات تک

سورج کا اثر رہ جاتا ہے مولوی گل محمد صاحب تکملہ اور سیر الاولیا میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ متابعت نبوی کی کمال کی وجہ سے آنحضرت کا سایہ گم ہوگیا ہے میں چپ رہا کہ جب آپ کو اندھیرے میں اس طرح بیٹھا دیکھا۔ ساتھ ان کی زبان سے حضرت قبلہ عالم کی پیش گوئی سنی تو مجھے اپنے خواب کا یقین ہوا پھر میں نے اپنے دوستوں سے ذکر کیا یاروں نے تفتیش حال کی تو واقعی حضرت کا سایہ نہیں تھا۔ اور مکان کے اندھیرے سے اس راز کو چھپاتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خلوت میں عرض کیا قبلہ کیا اولیاء اللہ کا سایہ بھی گم ہو جاتا ہے جواب میں فرمایا ہاں جب کمال متابعت نبی حاصل ہو جائے تو بعضے اولیاء کا سایہ گم ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کا سایہ بھی آخری عمر میں گم ہو گیا لیکن اس کی راز داری ضروری ہے۔

پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ آپ کا سایہ گم ہو گیا ہے آپ یہ بات سن کر خاموش ہو رہے پھر گستاخ ہو کر عرض کی کہ آپ اندھیرے میں اس لئے چھپے رہتے ہیں فرمایا یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ میرے قبلہ گاہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ان دنوں حاضر رہتا تھا یہ معاملہ دیکھا تھا لیکن بعض لوگ اپنے عقل کی قصور کی وجہ سے سمجھ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ میں احادیث نقل کرتا ہوں جن سے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔

مَامِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَلَهٗ نَظِيْرٌ ، مِنْ اَوْلِيَآءِ اُمَّتِيْ. یعنی جتنے بھی نبی ہیں ہر ایک کی نظیر میری اُمت کے اولیاء میں سے کوئی نہ کوئی ہوتا ہے۔

۲۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ میری اُمت کے علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں یہاں علماء سے مراد اولیا کبار ہیں مثلاً کوئی ولایت موسوی کا وارث ہوتا ہے تو کوئی ولایت عیسوی کا اسی کے مطابق اس سے کرامت صادر ہوتی ہے اور ان میں سے جو ولایت

محمدی کے وارث ہوتے ہیں ان سے محمدی معجزے صادر ہوتے ہیں۔ کیونکہ آنجناب سرور کائنات تمام انبیاء کے جامع تھے پس ہر ایک ولی اپنی استعداد کے مطابق حضور کی امداد سے ایک ایک نبی کا درجہ حاصل کرتا ہے اور ان سے وہی کرامتیں ظہور میں آتی ہیں جو اسی نبی سے ظاہر ہوتی تھیں شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں۔ کُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَ اَنَ علیٰ قَدَمِ النَّبِیِّ بَدَرَ الکَمَالِ یعنے ہر ایک ولی کسی نہ کسی پیغمبر کا متبع ہوتا ہے اور میرا قدم محمد مصطفےٰ کے قدم پر ہے تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہے نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ دل میں سوچتے تھے کہ خدا معلوم مجھے کون سے نبی ﷺ سے ولایت حاصل ہوئی ہے اور یہ عقدہ حل نہیں ہوتا تھا ایک مرید کو جناب مصلح الدین خلجی کے پاس بھیجا جو اس وقت کے شیخ الاسلام تھے اور ہدایت کی کہ شیخ الاسلام جو کچھ پوچھیں اور فرمائیں وہ سنو مگر اس پر کوئی بھی اعتراض اور حجت نہ کرو اور واپس آؤ۔ وہ مرید آپ کی خدمت میں پہنچا تو شیخ الاسلام نے پوچھا کہ اے فقیر تم کہاں سے آئے ہو۔ عرض کی بغداد سے فرمایا وہاں ایک یہود رہتا ہے۔

اسے خیریت ہے۔ فقیر نے پوچھا کونسا یہود شیخ نے فرمایا نجم الدین کبری مرید چپ ہو رہا لیکن ملول ہو کر واپس آیا جب اپنے شیخ کی خدمت میں پہنچا اور حال بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر بجا لاتے حاضرین نے عرض کی اس میں خوشی کی کونسی بات ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے ایک شک رہتا تھا جو اس جواب سے بالکل دور ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی کی کی نعمت کا وارث ہوں۔ شیخ سراج الدین شیخ کمال الدین علامہ کے فرزند ارجمند اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ جب طالب مرتبہ ولایت میں ترقی کرتا ہے کمالات نبوت پر پہنچ جاتا ہے اور اس سے اتنے ہی

کمالات حاصل کر سکتا ہے۔ جتنی کہ اس کی استعداد ہوتی ہے ایک کامل ولی کو جب کسی نبی کی ولایت حاصل ہوتی ہے تو اس کی استعداد بھی اس نبی کی استعداد کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ مثلا ایک ولی کی ولایت موسیٰ سے مناست ہے تو اس کی استعداد موسوی استعداد سے تبدیل ہو جائے گی۔ اور دوسرے کو ولایت عیسوی سے مناسبت ہے تو اس کی استعداد استعداد عیسوی سے بدل جائے گی اور حضور سے اسی استعداد کے مطابق فیض پاتا ہے پس ممکن ہے کہ جناب قاضی صاحب کو بھی ولایت محمدی نصیب ہوئی ہو۔ اس لئے یہ کرامت ان سے صادر ہوئی ہو۔

نقل ہے: ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کی محفل میں حضرت قاضی صاحب کے متعلق ذکر ہوا جوان دنوں پاک پتن شریف تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ پیغمبر کے بعد نبوت کا حکم جائز ہوتا ہے تو جناب قاضی صاحب کے حق میں ہوتا (لیکن یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کا کوئی فعل اور قول آنحضرت کے قول اور فعل کے خلاف نہیں ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ ممکن نہ تھا کہ حضور کا فرمان حدیث صحیح کے خلاف صادر ہوتا من المترجم)

نقل ہے: ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ احمد پور تشریف لائے تشریف آوری کی وجہ یہ تھی کہ حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کے وصال کے بعد نواب صاحب نے ان کی اولاد پر جاگیریں ضبط کر دی تھی آپ کی تشریف آوری کا یہ اثر ہوا کہ خانصاحب زیارت کے لئے آیا اور ان کے فرمودہ کے مطابق جاگیرات واپس کر دیں وہ قاضی صاحب کے حق میں کسی قدر کدورت رکھتا تھا کہنے لگا کہ ان کے لئے دعا فرماؤ کہ ان کے لنگر میں برکت ہو۔ اس کی یہ بات حضور کو سخت ناگوار ہوئی اور یہ شعر پڑھا۔

جہاں پر سماع است مستی وشور و لیکن چہ بیند در آئینہ کور

نقل ہے: جناب قاضی صاحب کی اخیر عمر کا واقعہ ہے کہ کوٹ مٹھن میں کفار کے مظالم سے بھاگڑ مچ گئی آپ نے اپنے مسکن قدیم کوٹ مٹھن کو خیر باد کہہ کر خان صاحب کے موضع شدانی میں سکونت اختیار کی جب آپ کے وصال کا وقت قریب ہوا محمد صادق والئے بہاولپور جو آپ کے با اخلاص مریدوں میں سے تھا چاہتا تھا کہ آپ کا مزار اسی موضع میں ہو لیکن ان کے فرزند عالی جاہ میاں احمد علیؒ کی خواہش تھی کہ جنازہ کوٹ مٹھن میں لے جایا جائے ۔ اس اختلاف میں نواب صاحب نے حکم دیا کہ تمام گھاٹ بند کر دیئے جائیں تا کہ ان کے ورثا یہاں دفن کرنے پر مجبور ہو جاویں۔ اس سے قاضی صاحب بے حد پریشان ہوئے دیکھا۔ کہ ملاح کسی نچلے موقع سے کشتی کھیلتے ہوئے آرہا ہے اس نے آکر کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ جناب قاضی صاحب نے پاؤں سے مجھے ٹھوکر لگائی۔ اور فرمایا کہ بیدار ہو کیونکہ ہم دریا کے پار جانا چاہتے ہیں مجھے اگر سرکاری طور پر ممانعت تھی تا ہم سرکار حقیقی کے حکم سے میں کشتی لے کر حاضر ہوا پس حضور کے جنازہ مبارک کو اس کشتی پر سوار کیا گیا اور کوٹ مٹھن شریف لایا گیا مولوی گل محمد صاحب نے تاریخ وصال میں یہ شعر لکھے۔

دل زداغ درد پر سوز و لہب جاں بلب شد چوں سخن گوید بہ لب

رفت از دار فنا سوئے بقاء رہبر دیں ہدائے عالی نسب

مظہر نور محمد فخر دین شاہ محمد عاقل محبوب رب

آہ واویلا و صد افسوس و درد کز جہان نور جہاں شد محتجب

خم تہی گشت و نماندہ صاف دُرد دُرد باقی بہر مست و مضطرب

چونکہ تاریخ مہ و سال وصال از دل پر سوز خود کردم طلب
سرز جیب بے خودی آور د گفت روز ہشتم بود از ماہ رجب

ذکر اولا دامجاد آنحضرت

آپ کے ایک بیٹے تھے احمد علیؒ صاحب جو حضرت قبلہ عالم صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے تمام علوم عقلی و نقلی اصول و فروع تفسیر و حدیث فقہ و تصوف کے بہت بڑے عالم تھے صاحب خلق تھے علم جفر میں بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔

نقل ہے: جن دنوں آپ علم جفر اپنے استاد سے سیکھ رہے تھے انہوں نے ہدایت کی تھی کہ جس تختی پر سے نقش دھوئے جائیں احتیاط کریں کہ پانی کا ایک قطرہ بھی کسی عضو پر نہ پڑے ایک دن تختی دھو رہے تھے پانی کی ایک چھینٹ اڑی اور آپ کی کلائی پر پڑی فورا اس کا اثر تمام جسم پر ہو گیا اور تمام جسم پر سیاہی ہی سیاہی پھیل گئی جب استاد کو علم ہوا تو بڑی کوشش سے اس بلا سے نجات دلائی یعنی سیاہی کا اثر جاتا رہا۔

نقل ہے: ایک بار قاضی صاحب نے حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میرے بیٹے اور رشتہ داروں میں سے کون منزل کو پہنچے گا فرمایا کہ صرف آپ کا بیٹا قاضی صاحب مطمئن ہوئے اور ان وصال کے بعد مولانا احمد علیؒ مسند خلافت پر بیٹھ گئے اور بہت تھوڑے عرصہ میں روحانی ترقی حاصل کی چنانچہ باپ کے وصال کے بعد ایک سال ایک ماہ ایک دن زندہ رہ کر راہی ملک بقا ہوئے آپ کے دو بیٹے تھے۔ میاں خدا بخش صاحب جو علم حوصلہ حیا میں اپنی نظیر آپ تھے۔ اور اپنے جدِ امجد کے نقش پا پر چل کر نعمت عظمے سے حصہ حاصل کیا۔

نقل ہے: قاضی عاقل محمد صاحب فرماتے تھے کہ ہمارے بزرگوں میں سے مولوی محمود نام ایک صاحب نسبت بزرگ تھے ان کے پاس ایک اہل کمال شخص آ کر حلقہ درس میں شامل ہوا۔ جو پاؤں سے لنگڑا تھا مولوی محمود کا ایک بیٹا باہر کہیں کھیل رہا تھا اور کھیلتے کھیلتے فقیر کی لنگڑی ٹانگ کو زور سے کھینچنے لگا فقیر نے جھڑک کر کہا کہ تم فقیروں کے ساتھ ٹھٹھ کرتے ہو۔ دیکھو میں ابھی تم کو لنگڑا کر دیتا ہوں مولوی محمود نے یہ بات سنی تو دوڑ کر کہنے لگے کہ تمہیں شاگرد بنانے کا اچھا فائدہ ہوا کہ میرے بیٹے کو لنگڑا بناتے ہو۔ اس نے معذرت کی اور کہا کہ یہ بات بطور تادیب کے کہی ہے ورنہ حق تو یہ ہے کہ آپ کے اولاد میں نسلا بعد نسلا ایک نہ ایک آدمی صاحب کمال ضرور ہوگا اپنے پوتے میاں خدا بخش کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بچہ اس بزرگ کی دعا صاحب کمال ہوگا اور یقین ہے کہ ان کے بعد یکے بعد دیگرے ہماری اولاد سے صاحب کمال پیدا ہوتے رہیں گے۔

نقل ہے: میرے والد ماجد نے اپنے قبلہ گاہ کی زبانی میاں خدا بخش صاحب کی ولادت کا ایک عجیب قصہ بیان کیا وہ یہ کہ میاں احمد علی کی شادی قاضی نور محمد صاحب کی بیٹی مسماۃ جیون خاتون سے ہوئی بی بی صاحبہ نہایت نیک بخت اور جناب قبلہ عالم صاحب کی راسخ الاعتقاد مریدہ تھیں صبح کی نماز کے بعد مصلے پر دن چڑھے تک قبلہ رو بیٹھتیں اور مراقبے میں حضور سے فائدہ روحانی حاصل کرتیں جناب قبلہ عالم صاحب ان کو اپنی بیٹی سمجھتے اور بیٹوں کے برابر عزیز رکھتے تھے چنانچہ جب ان کی شادی ہوئی تو جہیز کا تمام سامان از قسم زیورات وغیرہ حضور نے عطا فرمایا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ میاں احمد علی صاحب سے ان کی نہ بن آئی۔ اور بی بی صاحبہ اپنے والد ماجد کے گھر آ کر رہنے

سہنے لگیں حضرت قبلہ عالم صاحب کی عادت تھی کہ جتنے دن کوٹ مٹھن میں رہتے ایک خاص وقت جناب قاضی صاحب کی دیوڑھی میں تشریف لے جاتے اور مستورات جمال جہاں آراء سے نور حاصل کرتیں ایک بار خود بخود ڈیوڑھی میں تشریف لے گئے اور صالحہ روزگار کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ہمیں احمد علی سے تو کوئی غرض نہیں البتہ ایک بچہ سے غرض ہے جو تیرے بطن سے پیدا ہوگا میرے ساتھ چل اور احمد علی کے گھر میں بیٹھو۔ چنانچہ بی بی صاحبہ نے تعمیل کی۔

نقل ہے: جب بی بی صاحبہ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ چاند آسمان سے اُترا اور میری گود میں بیٹھ گیا اور تمام گھر میں روشنی پھیل گئی اپنے چچا کی خدمت میں یہ قصہ بیان کیا تو آپ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک بیٹا عنایت رے گا جو ہدایت کی مجلس کا چراغ اور ولایت کے خاندان کی شمع ہوگا ہمارا تمام خاندان اسے روشن ہوگا۔ اور لوگ اس کے نور سے ہدایت پائیں گے جونہی آپ پیدا ہوئے نور ہدایت نور سعادت آثار سعادت آپ کی پیشانی سے ٹپکتے تھے۔

فی المھدِ یَنطِقُ عَنْ سَعَادَتِ جَدّہٖ اَثَرُ النجابَۃِ سَاطِعٌ الُبرھَانِہٖ

مولوی گل محمد صاحب لکھتے کہ جناب قاضی صاحب نے اپنے وصال کے وقت اس نور دیدہ کو بلایا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور دیر تک متوجہ رہے حق تعالے جانتا ہے کہ کتنی عالیشانعمتیں ان کے سینے میں رکھی گئیں ان کا لنگر عام اور فیض تام تھا درس تدریس کا شغل فرماتے تھے فقہ حدیث اور تفسیر اور تصوف میں اکمل تھے اگر ان کا مکارم اخلاق کے متعلق مفصل حالات لکھے جاویں تو ایک اور کتاب تیار ہو جاوے ۱۲ ماہ ذالحج شب جمعہ بوقت عشا ۱۲۶۹ھ میں ان وصال ہوا آپ کے دو بیٹے تھے۔ اول میاں غلام فخر الدین

صاحب اور دوسرے میاں غلام فرید صاحب ۔ میاں غلام فخر الدین صاحب فارغ التحصیل تھے۔ اپنے باپ کے بعد سجادہ نشین ہوئے عموما خدا کے ساتھ شاغل رہتے شاعر بھی تھے ان کے سخن اہل دل کے ذوق شوق کا موجب ہیں۔ میاں غلام فرید صاحب بھی چھوٹے ہیں لیکن اس عمر میں ہی تمام عقلی اور نقلی علوم حاصل کر لئے اور اپنے والد صاحب کی طرح سخاوت اور حب میں مشہور ہیں۔

فرزند دوم: میاں احمد علی صاحب ان کا نام میاں تاج محمود ہے تحصیل علوم سے فارغ ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے تمام دنیا سے قطع تعلق کر کے پاس انفاس کا شغل اختیار کیا وجہ معاش کو خدا پر چھوڑ دیا اور اہل دنیا سے منہ موڑ لیا ان کے مرید عشق اور جذبہ سے بھرے ہوئے ہیں ان سے پانچ بیٹے ہیں محمد شریف گل محمد میاں شیر محمد میاں خیر محمد میاں غوث بخش ان سب کی بہت اولاد ہے جن کو خدا اسلامت رکھے۔

فائدہ: حضرت قاضی صاحب کے اور خلیفے بھی ہیں لیکن امیں بڑے خلیفے مولوی سلطان محمود ساکن بستی بیلہ ہیں مولوی گل محمد نے ان کی تعریف میں ایک مثنوی لکھی ہے۔

شریعت را امامے پیشوائے ہشاہراے طریقت رہنمائے
بدریائے حقیقت آں نہنگے بشت جاہدو فینا پلنگے
بہ برج معرفت شمس ھدای در درج لقائے ہم بقائے

چراغ خواجگان نور معبود شنہشا ہے جہان سلطان محمود یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قاضی صاحب سے خلافت حاصل کی ۔ باقی اس کی طفیلی ہیں علم تصوف کے ماہر تھے سماع کو بہت پسند کرتے تھے اور عجیب طریق سے رقص کرتے تھے جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

من چہ گویم وصف آں محبوب حق در فقراز جملگی بردہ سبق

اتوار کے دن زوال آفتاب کے وقت ربیع الاول کی تیسری تاریخ ۱۲۳۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

خلیفہ دوم: قاضی صاحب کے دوسرے خلیفے مولوی عبداللہ صاحب احمد پوری ہیں اتنا مجاہدہ کیا کہ کسی نے کم کیا ہوگا۔ دنیا سے الگ تھلگ رہے اور سیر و سیاحت میں وقت گذارا۔ حرمین شریفین کی زیارت کی۔ اور چند بار خواجہ بزرگ کی زیارت کے لئے اجمیر اور دوسرے بزرگوں کی زیارت کے لئے دہلی گئے۔ مدت تک ناگور رہے کتاب تسنیم پر جو جناب شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کی تصنیف ہے۔ شرح لکھی۔

خلیفہ سوم: محمد اعظم جو ولولہ عشق میں بے نظیر ہیں علم ظاہری صرف شرح عقائد تک پڑھا تھا کہ عشق حقیقی کا غلبہ ہوا علم ظاہری کو چھوڑ دیا اور علم باطنی کی طرف توجہ کی۔ اپنے شیخ کی صحبت اختیار کی وجد میں عجیب روحانی خبریں دیتے تھے سفر و حضر میں شیخ کے ہمراہ رہتے ان کا وصال ۲۲ ماہ ذی الحج ۱۲۴۰ھ میں ہوا۔

خلیفہ چہارم: چوتھے خلیفہ میاں شرف الدین صاحب ہیں شروع شروع میں کسی اور بزرگ سے فیض حاصل کیا لیکن ان کے وصال کے بعد انہی کے ایماء سے جناب قاضی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور خرقہ خلافت حاصل کیا بہت سے لوگ ان کے مرید ہیں سلوک میں ان کا طریقہ عجیب وغریب ہے مکاشفہ کی بہت سی باتیں شہرہ آفاق ہیں ان کے علاوہ حضرت قاضی صاحب کے اور بہت سے غلام ہیں مثلاً حافظ گل محمد ساکن موضع مٹھان جو شاعری میں مشہور ہیں ان کے شعر شیخ اسیری کے ہم پلہ تھے جن پر جناب قاضی صاحب کو وجد آیا کرتا تھا۔ نیز شیخ احمد یار چشتی میاں محمد شریف و حاجی نصرت وغیرہ۔

چمن چوتھا شہنشاہ زمان سلطان متوکلاں حضرت خواجہ محمد سلیمان کے بیان میں

آپ کے والد کا نام زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خان بن خان محمد خاں تھا آپ قوم کے افغان قبیلہ جعفر رمدانی سے ہیں اصل میں رحیم دانی تھا اور رحیم دادا آپ کے بزرگوں میں سے تھے۔ جن کے نام سے یہ قبیلہ مشہور ہوا آپ کا وطن کوہ درگ موضع گڑگوجی ہے جو تونسہ شریف سے مغربی جانب تیس کوس کے ہ پر ہے آپ وہیں پیدا ہوئے ان کے بھائی کا نام یوسف تھا جو بہت ہی خوبصورت اور خوب سیرت انسان تھے آغاز جوانی ہی میں دنیا سے دھارے۔ آپ کی چار بہنیں تھیں۔ مائی حلیمہ منکوحہ میاں اسمعیل جعفر جن سے ایک بیٹا محمد نذر پیدا ہوا۔ دوسری مائی حوا جو الیاس نامی جعفر سے بیاہی گئیں ان کے بیٹے کا نام میاں محمد گوگڑا تھا۔ تیسری مائی فاطمہ منکوحہ میاں محمد جعفر ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد عمرؒ تھا چوتھی مائی بائی جو میاں ابراہیم جعفر سے بیاہی گئیں ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک میاں نور محمد دوسرے میاں عبدالرحمٰن میاں عبدالرحمٰن آپ کے داماد بھی تھے ان سب کی اولاد کثیر تعداد میں قصبہ تونسہ میں بستی ہے۔

نقل ہے: آپ مادر زاد ولی تھے مولوی نجم الدین صاحب (جو حضرت کے خاص مرید اور جناب سلطان التارکین حمید الدین ناگوری کی اولاد سے تھے) پیر بخش درویش سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا صاحبہ چند عورتوں کے ہمراہ ایک چشمہ سے پانی بھر کر لا رہی تھیں راستہ میں ایک ہندوستانی لباس کا فقیر کھڑا دیکھا جونہی انہوں نے بی بی صاحبہ کو دیکھا کہنے سبحان اللہ

عورت کے شکم میں ایک ایسا در گرانمایہ ہے۔ جو دونوں جہانوں کا بادشاہ اور وقت سلیمان ہوگا یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گیا اور بعضوں نے لکھا کہ ایک فقیر وہاں رہتا تھا جب آپ کی والدہ صاحبہ پانی لانے کے لئے چشمہ پر جاتیں تو وہ دیکھتے ہی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا کسی نے اس سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ کہا میں اُسی قطب زمانہ کے لئے کھڑا ہوتا ہوں جو اس برج حمل میں جلوہ گر ہے جب آپ پیدا ہوئے تو والد کا سایہ ہما پایہ سر سے اُٹھ گیا اور آپ در یتیم رہ گئے والدہ نے ان کو پرورش دی جن کو ان کی تربیت کا بحد کمال اہتمام رہتا تھا ابھی چار سال کے تھے کہ ملا یوسف قوم جعفر کے پاس قرآن شریف حفظ کرانا شروع کیا پندرہ سپارے ان کے پاس پڑھے پھر ان کی تعلیم و تربیت ایک صاحب کمال شخص کے سپرد کی جو حاجی صاحب کے نام سے موسوم تھے قوم کے جعفر اور درگ کے باشندے تھے حاجی صاحب نے مویشی چرانے کی خدمت بھی ان کے سپرد کر رکھی تھی سبق حاصل کر کے دن بھر مویشی چراتے تھے آخر اسی طرح کلام اللہ شریف ختم کیا اور ایک دو کتابیں اور بھی پڑھ لیں پھر آپ وہاں سے کوچ کر کے تونسہ شریف تشریف لے آئے اور میاں حسن علی کے حلقہ درس میں داخل ہوئے جو مسجد سفید عرف بگی مسیت کے نام سے مشہور تھا میاں غلام رسول ما کو مولوی محمد افضل سے بیان کرتے ہیں کہ میں آپ میاں حسن علی کے مکتب میں شیخ عطار اکٹھی پڑھتے تھے وہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی حالت مجذوبوں کی طرح تھی دیر دیر تک کسی ایک چیز کو دیکھتے رہتے تھے خود فرماتے ہیں کہ جب میں میاں حسن علیؒ کے مکتب میں پڑھتا تھا تو مجھے دنیا کا کوئی ہوش نہ تھا چنانچہ ایک شخص کچھ میرے استاد کے پاس لایا اور کہا کہ اسے امانت رکھو۔ اُستاد نے مجھے کہا کہ تم اس کو دیوار کے کسی طاق میں رکھ دو اور جب وہ مانگے گا

وہاں سے اُٹھا لینا چنانچہ میں اور ایک اور لڑکا ان روپوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور کھیل تمام کر کے وہاں رکھ دیا کرتے تھے ایک دن مجھے ایک خوشنما سانپ نظر آیا میں نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور کھیلتا رہا بعد میں چھوڑ دیا خدا کی قدرت اس نے مجھے نہ کاٹا۔

نقل ہے: مولوی شاہسوار صاحب نقل فرماتے تھے کہ جب آپ تونسہ شریف میں پڑھتے تھے تو ایک دن ایک گویا آیا اور اس نے گانا شروع کیا حضور فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بارہ تیرہ سال کا لڑکا تھا اور احکام شرعی سے چنداں واقف نہ تھا تماشہ دیکھنے کے لئے چلا گیا اور وہاں ہی مجھے نیند آ گئی عالم خواب میں میں نے ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جس نے اکر مجھے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا تم خلاف شرع تماشے میں کیوں شامل ہوئے جب میں جاگا تو درد کے آثار میرے رخسار پر موجود تھے مدت مدید کے بعد جب میں حضرت قبلہ عالم صاحب کی زیارت مشرف ہوا تو میں نے پہنچانا۔ یہ وہ شخص ہی جنھوں نے خواب میں مجھے طمانچہ مارا تھا۔

نقل ہے: میاں غلام رسول ما کو لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ آپ نے بستی لہنگہ میں ولی محمد ارائیں سے بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان دونوں ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہا کہ میری صرف ایک بیٹی ہے جو ہاتھ پاؤں سے لنگڑی ہے کوئی دوا دو جس سے آرام ہو جائے۔ آپ نے فرمایا جا اس مسجد میں جھاڑو دیا کرو اور روزانہ چراغ جلایا کرو۔ عورت نے اس کی تعمیل کی خدا کی قدرت لڑکی بالکل شفایاب ہوگئی۔

نقل ہے: حضرت قبلہ عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضرت مولانا صاحب سے ارشاد ہوا تھا کہ پہاڑ کے دامن میں ایک شہباز بلند پرواز ہے جس طرح بھی ہو اسے تلاش کر کے اپنے دام میں لاؤ۔ اس کی تعمیل میں آپ نے اپنے دو مشہور خلیفوں خواجہ نور محمد حاجی

پوری اور حافظ محمد جمال صاحب ملتانی سے تاکید کی تھی کہ ہر سال علاقہ سنگھڑ کی طرف جایا کرو اور ن علامات کا شخص جونہی ملے۔ اسے لے آؤ۔ یہ دونوں صاحبان سال بسال وہاں جاتے خلق خدا کو فیض دیتے اور اصل مقصد کو پیش نظر رکھتے تھے لیکن کاش کہ یہ شہباز بلند پرواز ان کے ہاتھ نہ لگا۔

فائدہ: جب آپ نے بستی لہنگہ میں نظم ختم کر لی۔ تو عربی علوم کی تحصیل کا شوق ان کے دل میں پیدا ہوا۔ ان دنوں قاضی احمد علی صاحب خلف قاضی محمد عاقل صاحب سکنہ کوٹ مٹھن کے درس کی شہرت تھی آپ سنگھڑ کو چھوڑ کر وہاں گئے اور عربی پڑھنا شروع کی۔ دینی علوم قطبی تک پڑھے۔

نقل ہے: جن دنوں آپ کوٹ مٹھن میں پڑھتے تھے خاص و عام سے حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کی تعریفیں اور ذکر اذکار سنا کرتے تھے اور یہ بھی سنا کرتے تھے کہ وہ صاحب مجلس سماع میں شامل ہوتے ہیں اس لئے آپ کا حضرت قبلہ عالم صاحب پر اعتقاد نہیں جمتا تھا۔ اتفاقا ان دنوں حضرت قبلہ عالم صاحب قصبہ اُچ کو تشریف لے گئے۔ اور خواجہ صاحب بھی ان کے ساتھ سماع کے معاملہ میں بحث کرنے کے لئے چلے گئے ایک شخص راستہ میں ملا پوچھا کہاں جاتے کہا اُچ زیارت کے لئے۔ اس شخص کے پاس کچھ کھجوریں تھیں جو حضرت قبلہ عالم صاحب کی نذر کے لئے لے جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے چھین لیں اور کھا گئے اور کہنے لگے۔ وہ تو فقیر ہیں ان کو کھجوروں کی کیا ضرورت ہے۔ آخر قصبہ اُچ میں پہنچے۔ دیکھا کہ بہت سے آدمی خانقاہ شریف کے گرد جمع ہیں میاں محمد مقبول ایک شخص تھے دراز قد۔ سفید ریش۔ اور قبلہ عالم صاحب کے غلام تھے ان کو دیکھ کر خیال کیا کہ شاید پیر یہی ہیں لیکن جب قبلہ عالمؒ صاحب خود مکان سے باہر

تشریف لائے اور لوگ پاؤں لینے لگے۔ تو یقین ہوا کہ دراصل قبلہ عالم صاحب یہی ہیں حیاء دامن گیر تھی کہ ایسے بڑے بزرگ کے ساتھ بھری مجلس میں بحث مباحثہ کرے اس لئے اس ارادے سے باز آئے یہ خیال دل میں تھا۔ کہ حضرت قبلہ عالم صاحب نے از راہ کرم آپ کا ہاتھ پکڑا اور خانقاہ شریف کے اندر لے گئے کہاں کی بحث اور کہاں کا مجادلہ وہاں تو ہوش ہی پراں ہو گئے۔

نگاہش دشمناں رادوست کردہ اثر ہائے دررگ و درپوست کردہ

پھر حضرت قبلہ عالم صاحب نے ان کو بیعت سے مشرف کیا۔ وظیفہ کی تلقین کی اور تھوڑی مصری عطا کی باہر آکر سنگریزوں کے سو ٹکڑے آپ نے مہیا کئے اپنے دامن سے باندھے اور ورد پڑھنا شروع کیا یہ دیکھ کر قبلہ عالم صاحب مسکرادیئے۔ اور فرمایا ہماری کھجوریں تم نے اس فقیر سے کیوں چھین لی تھیں۔ عرض کی بھوک لگی ہوئی تھی فرمایا خیر وہ کھجوریں نہ تھی بلکہ عشق کے انگارے تھے جو تمہارے بدن میں سرایت کر گئے۔

نقل ہے: کہ شرف بیعت کے بعد محبت کا جذبہ اس قدر بڑھا کہ سبق پڑھنا چھوڑ دیا لیل و نہار مستانہ وار رہنے لگے اور عاشقانہ غزلیں گانا شروع کیں ایک بار ان کے وارثوں نے ان کو گھر میں بند کر دیا اور اردگرد خار بندی کر دی تا کہ بھاگ نہ جائیں لیکن جب اس مطلع انوار کا شوق دیدار آپ پر غالب آیا تو آپ نے فرار ہو جاتے آخر اس جگہ سے کودے۔ پیراہن پارہ پارہ ہو گیا پاؤں زخمی ہو گئے لیکن پروانہ وار اس شمع جہاں افروز کی طرف دوڑے چار دنوں میں ایک لمبا سفر طے کر کے اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں پہنچے۔

نقل ہے: ایک دفعہ آپ مہار شریف جا رہے تھے راستے میں قبرستان آیا اچانک آپ

کا پاؤں ایک کھوپری پر جاپڑا یہ ندا سنی ہے۔

دور دار ازمن قدم اے بے خبر گرچہ خاکم بوئے عشق آیدزسر

نقل ہے: ایک دفعہ آپ مہار شریف کو جا رہے تھے جب تھل ریگستان میں پہنچے۔ تو پیاس لگی پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے جاں بلب ہو گئے۔ اچانک مینڈک کی آواز دور سے سنی۔ وہاں گئے تو پانی نہ تھا اور مینڈک گھاس کے اوپر بیٹھا ٹرا رہا تھا اپنے ساتھی سے کہا اس کو کھودو شاید نیچے پانی نکل آئے ساتھی نے ایسا ہی کیا تو دیکھا نیچے صاف پانی کا ایک چشمہ ہے پانی پیا اور برتن پر کر کے روانہ ہوئے۔

نقل ہے: ایک بار حضرت قبلہ عالم صاحب نے آپ سے فرمایا ہمارے باقی دوست تو حضرت مولانا صاحب کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں تم بھی جاؤ۔ اور زیارت کر کے واپس آؤ۔ چنانچہ آپ ان کے حکم کے مطابق دہلی روانہ ہوئے۔ جب قصبہ ہانسی میں پہنچے تو سنا کہ جناب مولانا صاحب کا وصال ہو گیا ہے غم والم نے دل پر ستم ڈھایا۔ سوچا کہ اگرچہ آپ فوت ہو گئے ہیں تاہم مجھے اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق آستان بوسی کر لینی چاہیے روانہ ہوئے اور مزار پیر انوار پر پہنچے جو زیر تعمیر تھی اتفاقاً جناب مولانا صاحب کا ایک دانت غسل کے وقت شہید ہو گیا تھا اور روشنی میں ایک خادم کے ہاتھ لگا ضرورت تھی کہ سویرے مزار کو کھول کر دانت کو ساتھ ہی دفن کیا جائے اس لئے بہت سے لوگ جمع ہو گئے آپ بھی انہی میں سے تھے ایک خادم نے آپ کو آواز دی کہ جلدی آؤ۔ اور حضور کی زیارت سے مشرف ہو جاؤ۔ آپ جب زیارت سے مشرف ہوئے تو بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے اور کہتے ہیں کہ اٹھارہ دن یہی حالت رہی صبح شام جام وصال نوش فرماتے اور مدہوش ہوتے اس عرصہ میں آپ کی کوئی نماز بھی قضا نہ ہوئی جب حالت

سکر سے صحو میں آئے تو اپنے ساتھ میاں غلام حیدر سے پوچھا کہ کیا میری نماز تو قضا نہیں ہوئی اس نے عرض کی کہ آپ بدستور نماز ادا کرتے رہے فرمایا ان کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے پھر پڑھیں۔

نقل ہے: میرے والد صاحب بسمل شاہ تکیہ نشیں ماڑی شوق شاہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھے حضرت قبلہ عالم صاحب کی قدم بوسی کا موقع میسر ہوا حضور اپنی خاص نشستگاہ میں تشریف فرما تھے نواب صاحب محمد غازی الدین خان مولوی اس اللہ اور حضرت قاری صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے حضور زبان فیض ترجمان سے فرمانے لگے کہ سبحان اللہ بارگاہ حقیقی سے سخاوت کی ایک دیگ حضور ﷺ کو عطا ہوئی حضور ﷺ نے استعداد کے مطابق ہر ایک صاحب پر تقسیم کردی لیکن وہ ویسی کی ویسی بھری رہی جو وہاں سے خلفائے راشدین کو ملی انہوں نے بھی ہر ایک کی حیثیت کے مطابق سب کو حصہ دیا لیکن وہ بدستور بھری کی بھری رہی یہاں تک کہ دست بدست ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ کو پہنچی اور آخر میں جناب مولانا صاحب کو ملی وہاں بھی ایک ایک کو تقسیم ہوئی لیکن وہ بدستور پر رہی جو اس فقیر کو عطا کی گئی۔ ہم نے بھی ہر ایک کو اس کا نصیبہ دیا۔ اور چاہتا تھا کہ خواجہ نور محمد صاحب حاجی پوری کو بخش دوں۔ لیکن خدا کا ارادہ کشی اور کد لانے کا تھا۔ اسی اثناء میں نواب صاحب نے عرض کی کہ وہ شخص کون ہے۔ فرمایا کچھ مدت کے بعد معلوم ہوگا لیکن چونکہ نواب صاحب پیر بھائی تھے اور ان کے کرم پر ناز کرتے تھے عرض کی کہ ضرور مجھے اس شخص کی زیارت سے مشرف کریں۔ جس کے نصیبہ میں یہ دیگ جانی ہے۔ آپ نے ایک خادم کو بھیجا کہ میاں خدا بخش مہار کی مسجد میں ایک روہیلہ فقیر بیٹھا ہے۔ اس کو بلا کر لے آؤ۔ جب حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ صاحب تشریف لے آئے

تو آپ نے نواصاحب کوان کی زیارت کرائی اور جناب خواجہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میاں تم پہاڑی لوگ دیوانہ سے ہوتے ہو۔ ہماری جو کتاب تمہارے ہاں امانت ہے اسے پورے طور سے محفوظ رکھنا یہ فرما کر رخصت دی اس لئے ہمارے پیرومرشد مولانا خدابخش صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آنجناب کو صاحب سنگھڑ کی بجائی صاحب لنگر کیوں نہ کہو۔

نقل ہے: جب حضرت عالمؒ صاحب نے آپ کو وہ نعمت عطا فرمائی جو جناب رسالتمآب ﷺ سے سینہ بہ بسینہ چلی آتی تھی۔ اور خلافت سے مشرف کیا تو جناب حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ صاحب نے عرض کی کہ میں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اس کی برداشت کا حوصلہ کہاں سے لاؤ نگا اور کیونکر ہوگا حضور نے فرمایا کہ خدا اور اس کے رسول پاک کا یہی حکم ہے تمہیں چاہیے۔ کہ اس وظیفہ سے انکار مت کرو۔ عرض کی کہ تابعداری میں مجھے عذر نہیں۔ لیکن میں فکرمند ہوں کہ جو حضور کے غلام میرے ہاتھ پر مشرف ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا ازراہ عنایت فرمایا کہ تسلی کرو کہ خیرو خوبی سے نبھیگی پھر بیعت کرنا شروع کی۔

نقل ہے: مولوی نورالدین قوم ڈھڈی ساکن موضع حسن کا جو آپ کے مجاز تھے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن آپ کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ جناب محمد بارن خلیفہ اعظم نے عرض کی کہ کسی بھی ولی اللہ نے بیعت کو اتنا عام نہیں فرمایا جتنا کہ حضور فرمارہے ہیں کہ نیک و بد کسی سے بھی انکار نہیں صالح اور طالع میں تمیز نہیں جو آتا ہے۔ بیعت کئے جاتے ہیں اس کا باعث کیا ہے حضور پہلے تو ذرا چپ رہے پھر فرمایا۔ اگرچہ اس راز کا کھولنا مناسب نہ تھا تا ہم تمہارے سوال کا

جواب دینا ضروری ہے۔ کہ اگر چہ حضرت قبلہ عالم نے مجھے خرقہ خلافت اور وافر نعمت سے بہرہ ور فرمایا اور بیعت کی اجازت بھی بخشی تھی تا ہم میں کسی کو مرید نہیں کرتا تھا ایک دن ایک ہاتف نے آواز دی کہ اے فلاں خلق کو مرید کرو اور اپنا فیض عام کرو۔ میں نے عرض کی کہ میں اس معاملہ کی لیاقت نہیں رکھتا پھر ارشاد ہوا کہ مرید کو کہ میں تمہارے مریدوں کو بخش دوں گا تب میں نے بیعت کرنا شروع کی۔

نقل ہے: ایک دن آپ کے اہل پردہ نے حضور میں عرض کی کہ مشائخ کرام میں سے کسی نے بھی بیعت کو اتنا عام نہیں کیا جتنا کہ آپ نے کیا ہے اتنے ہزارلوگوں کے ثواب وعذاب سے آپ کیوں کر مطلع ہوتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ ایک مرید عذاب میں ہے۔اور آپ اسے چھڑا سکیں حضور نے فرمایا کہ تمہارے بدن پر کتنے ہزار بال ہیں اگر میں سے ایک کو اکھیڑ لیا جاوے۔تو کیا تجھے ازار پہنچے گا۔ یا نہیں عرض کی کہ ضرور پہنچے گا۔فرمایا جیسا کہ ایک بال اکھڑ جانے سے بدن متنبہ ہو جاتا ہے میں بھی ہر ایک مرید کے ثواب وعذاب سے اسی طرح مطلع رہتا ہوں میرے بے شمار مرید جہاں ہیں بالوں کی طرح میرے جزو بدن ہیں جیسا کہ ہر ایک آدمی اپنے جزو بدن سے غافل نہیں ہوسکتا میں بھی اپنے مریدوں کے حالات سے کبھی غافل نہیں ہوسکتا۔

نقل ہے: میرے والد صاحب اپنے قبلہ گاہ سے نیز میاں غلام رسول لانگری سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے دن قریب آئے تو ایک دن اپنے فرزند ارجمند حضرت نور احمد شہیدؒ سے فرمایا کہ میرا روہیلہ فقیر (یعنی محمد سلیمان) کو تلاش

کر کے لے آؤ۔ شہید صاحب نے عرض کی کہ سائیں! میں بیس روپے قاصدوں کو دیتا ہوں۔ لیکن چونکہ ان کے مکان سے کسی کو بھی واقفیت نہیں ہے جانے سے انکار کرتے ہیں اور جانا نہیں چاہتے آپ نے فرمایا ٹھہریئے! خود بخود آجائے گا ان دنوں حضرت خواجہ صاحب اپنے وطن موضع گڑگوجی میں تھے کہ ہاتف نے آواز دی۔ قافلہ تیار ہے جلدی کرو آپ نے جونہی یہ آواز سنی فورا روانہ ہوئے اور طویل مسافت کو صرف تین دن کے قلیل عرصہ میں طے کر کے دریائے گھارا کے کنارے پر پہنچے اتفاقا وہاں کشتی موجود نہ تھی۔ حیران و پریشان ہوئے اور آہ سرد بھرنے لگے ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا کہ ایک شخص ایک چھوٹی سی کشتی تیار کر کے لے آیا۔ اور کہا کہ اگر تمہارا ارادہ پار جانے کا ہے تو یہ کشتی حاضر ہے۔

الغرض آپ کو دوسرے کنارے پر پہنچا دیا اور فورا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا آپ دوڑتے دوڑے مہار شریف پہنچے پاؤں اور پنڈلیوں سے خون جاری تھا اور شدید بخار چڑھا ہوا تھا ابھی قبلہ عالم کے وصال سے پانچ دن باقی تھے لیکن ضعف حد کمال کو پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ میرے جد امجد حضرت نور احمد صاحب انہیں اُٹھاتے اور اپنے جسم سے تکیہ لگا کر بٹھلاتے اس حالت میں آپ وہاں پہنچے اور قدم بوسی حاصل کی کسی سے کچھ بھی بول چال نہ کی اور فورا پلنگ کے پائنتی کی طرف جا کر فرش پر بیٹھ گئے جناب قبلہ عالمؒ کی کمال مہربانی سے متوجہ ہوئے اٹھا کر قریب بٹھلایا۔ اور ان کی آنکھ سے آنکھ ملا دی کبھی آپ کا چہرہ مبارک سرخ اور کبھی زرد ہو جاتا تھا الغرض صبح سے شام تک اسی حالت میں اپنے حضور میں بٹھلائے رکھا یہاں تک کہ میاں غلام رسول لانگری کھانا کھلانے کے لئے آیا تو حضور نے اسے جھڑک کر واپس کیا زوال آفتاب کے وقت تک مکمل طور پر اس

نعمت سے بہرہ ور کیا جو آپ چاہتے تھے پھر ان کو باہر جانے کا حکم دیا بعدہ باقیوں سے ملاقات کی بزرگوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سالک شاہد حقیقی کو دو حالتوں میں مشاہدہ کرتا ہے حالت جمال و حالت جلال جب حالت جمالی میں دیکھتا ہے۔ تو اسے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ وہ مسکراتا ہے اور چہرہ پر سرخی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اور جب جلال رنگ میں مشاہدہ کرتا ہے تو جدائی کے خوف سے اس کا رنگ فک ہو جاتا ہے اور چہرہ پر زردی کے آثار پھیل جاتے ہیں انہی دو حالتوں کی وجہ سے رنگ بدلتا رہتا ہے۔

فائدہ: حضور خواجہ صاحبؒ بیعت سے مشرف ہونے کے بعد صرف چھ سال اور چند ماہ اپنے پیر روشن ضمیر کی صحبت میں رہے اور استفادہ حاصل کیا اس میں سے بھی کچھ مدت وطن اور باقی حضوری کا موقع ملتا تھا تمام ترفیض اور کمال اسی عرصہ میں حاصل کیا حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد شروع شروع میں چھ ماہ اور کبھی نو نو ماہ اپنے پیر کے مزار پر معتکف رہے اور فیض حاصل کرتے تھے اس کے بعد سال میں صرف عرس شریف کے موقع پر تشریف لاتے اور تمام دنیا کو دیدار فیض آثار سے منور فرماتے پنجاہ سال کی عمر تک یہ وظیفہ کبھی بھی قضاء نہ ہوا۔

نقل ہے: حضرت قبلہ عالم صاحب اپنے خاص دوستوں سے فرمایا کرتے تھے۔

نہ گویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن سہ ماہ مے خورونہ ماہ پارسا میباش

اس لئے جناب خواجہ صاحب بھی اپنے پیر باضمیر کے فرمان کے مطابق پورے نو ماہ اپنے وطن میں عبادات وریاضات میں مشغول رہتے اور خلق خدا کو فیضان سے بہرہ ور فرماتے تھے لیکن تین ماہ مہار شریف کے قیام اور اس کے سفر میں بسر فرماتے تھے چنانچہ ۱۵ ذیقعدہ سے روانہ ہو کر اخیر ذیقعدہ میں مہار شریف پہنچتے اور کامل دو مہینے مزار شریف پر

بیٹھ کر اپنے شیخ کے مزار پر انوار سے فیوض حاصل کرتے تھے صفر کا چاند دیکھتے ہی رخصت ہوتے اور ۱۵ ۱۶ صفر کے قریب تونسہ شریف واپس ہوئے یعنی ایک ماہ تقریبا آمدورفت میں خرچ ہو جاتا تھا اور باقی دو ماہ صرف زیارت کے لئے خاص ہوتے علی ہذالقیاس بچاس سال تک یہی وطیرہ رہا پھر جب مزاج میں ضعف پیدا ہو گیا تو اپنے حضرت کی روحانی اجازت سے اپنے مکان میں بیٹھ گئے اور عرس شریف بھی وہیں کر دیتے تھے۔

نقل ہے: حضور کے خادم خاص میاں محمد اکرم صاحب نے ایک دن آپ کی خدمت میں عرض کی کہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اپنے پیر کے مزار سے بھی فیض حاصل ہوتا ہے کہاں تک صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ معاملہ کوئی مجھ سے پوچھے کہ میں نے کتنے فیض اپنے شیخ کے مزار سے حاصل کئے ہیں؟

اور فرماتے تھے کہ میں اپنے پیر کی ظاہری صحبت میں صرف پانچ چھ سال رہا لیکن اتنا فیض نہیں پایا جتنا کہ ان کے وصال کے بعد نو ماہ ان کے مزار پر بیٹھ کر۔

نقل ہے: آپ کو اپنے پیر روشن ضمیر نے فرمایا تھا کہ اپنی سکونت آئینی علاقہ میں اختیار کرنا اس لئے آنجناب موضع گڑ گوجی سے ہجرت فرما کر تونسہ شریف ضلعی ڈیرہ غازیخان میں تشریف فرما ہوئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ زائرین کو پہاڑ تک جانے میں تکلیف ہوتی تھی اسلئے ہجرت فرمائی حضور کی روزافزوں ترقی کو ان کے ہم قوم حسرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور فقراء کے ساتھ دنگا فساد کیا کرتے تھے یہ امر بھی آپ کی ہجرت کا موجب ہوا بہر حال کوئی وجہ ہو آپ سے یہ فعل طریقہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق سرزد ہوا۔

نقل ہے: آنجناب کا لنگر عام اور فیض تام تھا ایک دن میاں خدا بخش لانگری نے عرض کی کہ قبلہ اس مہینہ سات سو روپیہ صرف دوائی کا خرچ ہوا ہے جو فقراء میں تقسیم ہوئی۔ آپ نے جھڑک کر فرمایا کہ اے خیرہ چشم! تم فقیروں کے نقصان کے لئے چغلی کھاتے ہو اگر اتنے ہزار روپیہ بھی خرچ ہو جاتا تو بھی کچھ مضائقہ نہ تھا علاوہ آنے جانیوالے مسافرین و زائرین کے تقریبا چار سو علماء وصلحاء شبانہ روز مقیم تھے جن کو کھانا لنگر شریف سے ملتا تھا فقراء کے لئے لنگر ان کے علاوہ تھا۔ زائرین کی اوسط دو دو تین تین سو فی کس روزانہ ہو جاتی تھی یہ تمام کے تمام اخراجات محض خداوند تعالے کے توکل پر تھے حضور نہایت مستغنی طبع اور کریم النفس تھے نقدی اور جنس جو کچھ نظر آتا فوراً غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دیتے تھے گھوڑا گھوڑی یا میوہ جات اگر نذر کے طور پر آتے تو عموماً حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کی اولاد پر تقسیم فرمادیتے تھے۔ ایک بار مبلغ بارہ ہزار روپیہ نقد حافظ صاحب نور احمد خاں نے جو حضرت کا خاص غلام تھا بطور نذر بھیجا اور چند ہزار روپیہ بہاول خاں والئے ریاست بہاولپور نے حضور نے سات ہزار روپیہ تو مہار شریف بھیج دیا کہ وہاں حضرت شیخ کی اولاد میں تقسیم کیا جاوے۔ اور باقی اسی وقت غریبوں فقروں عالموں اور طالب علموں میں بانٹ دی۔ جب تمام روپیہ تقسیم ہوگیا تو فرمایا الحمد للہ یہ چیز میرے لئے ایک مصیبت تھی جس سے کہ مجھے چھٹکارا نصیب ہوا۔

نقل ہے: میرے قبلہ گاہ فرماتے تھے کہ ایک بار میں حضرت حافظ محمد جمال صاحب ملتانی کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آنحضرت تونسہ شریف سے تشریف لائے جونہی ان کے آنے کی خبر جناب حافظ صاحب کو پہنچی۔ اُٹھے اور حویلی کے دروازہ تک استقبال کیا جب آپ نظر آئے تو فرمایا سبحان اللہ ایک درجہ جو ہمارے ایک پیر بھائی کو عطا ہوا ہے

ہم میں سے کسی کو نہیں ملا ایک شخص نے کہا کہ حضرت وہ کونسا درجہ؟ آپ نے فرمایا درجہ توکل۔

نقل ہے: ایک بار خلیفہ نور محمد صاحب حاجی پوری کہیں جارہے تھے کہ راستہ میں آپ مل گئے خلیفہ صاحب گھوڑی سے اترے اور حضور کو اس پر سوار کیا اور خود پاپیادہ آگے چلنے لگے۔ تمام راستہ اس طور سے کاٹا کہ آدھی مسافت حضور سوار اور خلیفہ صاحب پیدل ہوتے تھے اور دوسری آدھی اس کے خلاف خلیفہ صاحب کے مصاحبین کو یہ بات ناگوار گزری۔ آپس میں مشورہ کیا کہ کسی طرح ان کو خلیفہ صاحب سے جدا کیا جائے خلیفہ صاحب نے نور معرفت سے ان نیت کو دریافت کرلیا اور فرمایا کہ یہ خواص میں سے ہیں ایک زمانہ آئے گا کہ ایک دنیا ان کے دروازہ پر سجدہ ریز ہوگی۔ خبردار کوئی امر غیر مناسب مت کرنا یہ آپ کی ابتداء تھی انتہا یہ تھی کہ جو کسی کی آنکھ سے بھی اوجھل نہیں۔

نقل ہے: ایک دفعہ قوالوں نے حضرت قبلہ عالم صاحب کے عرس پر شیخ محمد جمال چشتی کی یہ غزل گانا شروع کی۔ (شیخ محمد جمال چشتی حضرت قبلہ عالم صاحب کے غلام اور مجاز تھے)

غزل

مرحبا ترک مست رعنائی دل زمامے بری بہ نیمائی

درجہاں نیست کس بتو مانند بنیظری بحسن و زیبائی

محو مطلق شود ہمہ عالم چوں نقاب از جمال بکشائی

آپ پر وجد کی حالت طاری ہوئی یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں کانوں ناک، منہ اور سینہ

سے خون جاری ہو گیا اور آپ کا وجود مبارک بے حس وحرکت سے رہ گیا حاضرین حیران رہے نواب غازی الدینخان نے جن کو علم طب میں بھی دخل تھا نبض دیکھی تو کہا یہ جاں بحق ہو گئے ہیں فورا تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جاوے حافظ محمد جمال صاحب ملتانی آپ کو مجلس سے اُٹھوا کر حجرہ میں لے آئے اور آمد و رفت بند کرا دی۔ خواجہ نور احمد صاحب نے فرمایا کہ تم پنکھا ہلاؤ۔ اور میں گلاب پاشی کروں ظہر تک یہی حالت رہی جب موذن نے آذان دی تو آپ کے پاؤں کی ایک انگلی ہلی تھوڑے وقت کے بعد صحیح سالم اُٹھے۔ وضو کیا۔ اور نماز میں مشغول ہوئے جب نواب صاحب نے دیکھا تو کہا ایسے بیمار کا معالج بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اس کا علاج قانون حکمت میں نہیں ہے۔ ایک دفعہ خلیفہ صاحب کے عرس کی مجلس میں بھی آپ پر یہی حالت طاری ہو گئی تھی۔ شعر یہ تھے

شعر ہندی

ہیرے ہیرے مینوں آکھو نہ کوئی نہ میں ہر سلیٹی

نہ میں منگ کھیڑ یاندی آنہانہ میں چوچک بیٹی

ذات صفات اُتے دل رہیا چاکے دے نال چکیٹی

فائدہ: شاہ محمد اکرم چشتی صابری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ صوفی کے عروج کے وقت جب اسے حال آتا ہے تو وہ بے حس وحرکت ہو جاتا ہے اور یہ حال بہت مغتنم ہے لیکن ابتداء میں ہوتا ہے۔

فائدہ: کشف و کرامات خوراق عادات کے اظہار سے آپ ہر چند محترز رہتے تھے تاہم آپ سے اتنی کراماتیں ظاہر ہوئیں کہ اگر تمام عمر لکھتے رہیں تو ان کا ایک حصہ بھی پورا نہ کر سکیں۔

نقل ہے: میاں عبدالشکور مرحوم جو آپ کے غلام اور مجاز تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں شیخ احمد جام کی شاعری کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا اس کی یہ غزل بہت اچھی ہے۔

مے توحید چوں در جام کردند بمستان الست اعلام کردند

آپ نے تمام حاشیہ نشینوں سے فرمایا کہ کوئی ہے کہ اس غزل کو پورا تلاش کر کے لے آئے سب نے تلاش کی کوشش کی۔ مگر نہ دیوان ملا اور نہ غزل حضور نے مجھے فرمایا کہ عبدالشکور قوم کا پٹھان ہے یہ غزل وہی تلاش کر کے لائے۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں غزل کہاں سے لاؤں گا جب سوچا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لے آئے وہ تمام غزل پڑھی اور مجھے یاد کرائی جب میں صبح کو اُٹھا۔ تو مجھے پوری غزل یاد تھی کاغذ پر لکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ پٹھان یہ غزل ضرور تلاش کر لائے گا۔

نقل ہے: میاں عبدالشکور صاحب لکھتے ہیں کہ شروع شروع میں ایک دفعہ کا زکر ہے کہ حضور قضائے حاجت کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے میں اور محمد علی شاہ جو آپ کے خلیفہ تھے نیز اور ہندوستانی مرید یک جا شمالی بنگلے میں ٹھیرے ہوئے تھے عصر کا وقت تھا اسد خاں علاقہ سنگھڑ کا سردار سواروں کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ زیارت کے لئے آیا سواروں کو چھوڑ دیا اور خود تن تنہا حضور کے بنگلہ میں چلا گیا اور آپ کے ساتھ باتیں کرنا شروع کیں اثنائے گفتگو میں آنحضرت کی آواز بنگلہ سے باہر سنائی دینے لگی میں حیران ہوا۔ شاہ صاحب سے عرض کی کہ حضور تو جنگل کو تشریف لے گئے ہیں بنگلہ میں آپ کی آواز کیونکر آرہی ہے۔ اس کا کیا سبب ہوگا شاہ صاحب نے کہا کہ اہل اللہ ہماری تمہاری

طرح ایک ہی جسم میں مقید نہیں ہوتے ان کے بہت سے جسم ہوتے ہیں ممکن ہے کہ ایک جسم کے ساتھ صحرا میں تشریف لے گئے ہوں اور دوسرے جسم کے ساتھ ان سے باتیں کر رہے ہوں۔

نقل ہے: بارہا ایسا ہوا کہ سخت خشک سالی ہوگئی لوگوں نے بارش کے لئے کہا تو آپ نے کرامت چھپانے کے لئے فرمایا کہ بارش باراں میرے امکان میں نہیں ہے۔ میاں محمد کھوکھر کے ذمہ ہے۔ اُس کے پاس جاؤ۔ میاں محمد کھوکھر اسرار ورموز کے واقف تھے کہہ دیا کرتے تھے کہ اگر آپ کی مرضی ہے تو میں دعاء کرتا ہوں۔ بارش ان شاء اللہ ہو جائے گی۔ جب وہ شخص دعاء کے لئے ہاتھ اُٹھاتا فوراً اسی دن مینہ برسنے لگتا ہے۔

نقل ہے: علاقہ سوتری میں ایک شخص آپ کا غلام تھا جسے ہر سال سانپ کاٹ جایا کرتا تھا حضور کی خدمت میں آیا اور دعاء طلب کی آپ نے فرمایا کہ گوگا چوہان سانپوں کا بادشاہ ہے اس کا مزار قصبہ پھاوڑہ میں ہے جاؤ اور میری طرف سے پیغام دو کہ سلیمان کہتا ہے کہ اپنے سانپوں کو منع کرو ورنہ جیسا کہ اس سے پہلے چوہان کو پٹھانوں نے دہلی سے نکال دیا تھا میں بھی تمہیں اس جگہ سے نکال دوں گا جب یہ پیغام اس شخص نے پہنچایا اس کے بعد سانپ نے اسے کبھی نہیں کاٹا لکھا ہے کہ گوگا قوم چوہان کے بزرگ تھے صاحب کمال معرفت ہر ملک کے سانپوں کے سلطان تھے قصبہ پھاوڑہ میں ان کی خانقاہ ہے۔

نقل ہے: ایک دفعہ آپ مہار شریف سے تونسہ شریف کو آ رہے تھے جب دریا سندھ کے کنارے پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ پتن بند ہے اور سرکار نے تمام کشتیاں ضبط کی ہوئی ہیں تھوڑا سا تامل فرمایا اور کہا کبھی کبھی دریا پایاب بھی ہو جایا کرتے ہیں اور کشتی کی حاجت نہیں ہوتی جاؤ دیکھو ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ ایک شخص کو امتحان کے لئے بھیجا گیا جس

نے تمام دریا کو عبور کیا اور واپس آیا تو گھٹنوں سے اوپر کہیں بھی نہیں ہے حضور سنکر خوش ہوئے اور تمام فقیروں کو دریا پیدل عبور کرنے کا حکم دیا تعجب یہ تھا کہ چھوٹے بڑے ہر ایک آدمی بلکہ اونٹ گھوڑے ہر ایک کو پانی گھٹنوں تک لگتا تھا اس طرح دریا عبور کیا گیا اور لوگوں نے سمجھا کہ شاید فی الواقع دریا پایاب ہو گیا ہے پیدل عبور کرنے لگے بعض ڈوب گئے اور بعض واپس ہوئے۔

بیت

آب نیل است و بہ قبطی خوں نمود　　قوم موسے را نہ خوں بود آپ بود

مولوی غلام حیدر حضور کے قدیم خادم اس واقع میں موجود تھے لکھتے ہیں۔

قطعہ

بہ ہیں کرامت حضرت چوں معجزہ موسے　　کہ اوزنیل گزر کرد وایں ز دریا سندھ

عجب مدار بایں امر سالکان خدا　　کہ مے رسد بیک لحظہ زدوم بہ ہند

نقل ہے: چچا غلام نبی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خوبصورت آفتابہ حضور کی خدمت میں بھیجا تھا کچھ مدت کے بعد دیکھا کہ وہی آفتابہ ایک ہندوستانی آدمی کے پاس ہے جو قصبہ ولڑھ سے آرہا تھا ولڑھ مہار شریف سے چوبیس ۲۴ کوس جنوب کی طرف ہے جس کو سردار کھر بھی کہتے ہیں۔

میں نے دیکھا اور شناخت کیا تو پوچھا کہ اے فقیر تم یہ آفتابہ کہاں سے لائے ہو۔ اس نے کہا کہ میں ونڑھ سے آرہا تھا راستہ بھول گیا حیران اور سرگرداں ہوا اور ادھر اُدھر راستہ ڈھونڈنے لگا مجھے سخت پیاس لگ گئی قریب تھا کہ جان بدن سے نکل جاوے اچانک ایک بزرگ میرے پاس آیا ٹھنڈے پانی کا یہی آفتابہ ہم کو دیا اور فرمایا کہ پانی

پیو اور اُٹھو میں نے پانی پیا اور جان میں جان آئی اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور راستہ پر آ کر کھڑا کر دیا اور خود میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا حتی کہ میں یہاں تک پہونچا یہی وہ آفتابہ ہے۔

نقل ہے: لاہور کا ایک شخص آپ کے مریدوں میں سے تھا جو کہ آندھا ہو گیا تھا ہر چند علاج کیا مگر آرام نہ ہوا حضور کی خدمت میں آیا زاروزار رویا اور دعاء مانگی جب رات کو سویا تو دیکھا کہ حضور نے ایک آیت پڑھ کر میری آنکھوں پر دم کی ہے جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس کی بصارت صحیح سالم ہے وہ آیت یہ تھی **فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید.**

نقل ہے: ایک دفعہ بارش نہ ہوئی سخت خشک سالی ہو گئی تو کے لوگ فریاد لے کر آئے اور دعا طلب کی اس وقت ان کے ساتھ ایک بڈھی عورت بھی تھی۔ حضور نے ازراہ ظرافت فرمایا کہ یہ بڈھی بارش نہیں ہونے دیتی اسے طمانچہ مارو حکم کی تعلیم کی گئی چنانچہ اسی دن بارش ہوئی اور ملک آباد ہو گیا۔

نقل ہے: ایک بار پاک پٹن شریف میں حضور ایک شخص کو شرح لمعات کا سبق دے رہے تھے جب اس بیت پر پہنچے۔

بیت

غیرت اش غیر در جہاں نگذاشت　　　لاجرم عین جملہ اشیا انست!

مولوی محمد رمضان شاہ وہاں بیٹھے تھے بیت کو مکرر پڑھنے کی التماس کی ازراہ عنایت حضور نے وہ شعر پھر پڑھا سنتے ہی اس پر وجد کی حالت طاری ہو گئی بے ہوش ہو گیا اور جب

ہوش آیا تو حضور کے احسان بے پایان اعترف کیا اور بار بار لوگوں میں کہتا تھا کہ خواجہ نے مجھ پر عجیب کرم فرمایا یہی مصنف کہتا ہے کہ یہ بات میں نے مولوی دیدار بخش پاکپتنی سے سنی تھی۔

نقل ہے: امیاں نجم الدین لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک ہندو فقیر نانکی مذہب آپ کی خدمت میں آیا۔ اور پوچھا کہ خدا قسمت سے ملتا ہے یا محنت سے آپ نے فرمایا قسمت سے پوچھا کیونکر فرمایا جیسا کہ ایک شخص محنت مزدوری کر کے خزانہ جمع کرتا ہے وہ مرجاتا ہے نہیں کھاتا اور دوسرے تقسیم کر کے کھا جاتے ہیں اور فرمایا خدا کا ملنا بخشائش الٰہی سے ہے نہ کہ کسب سے لیکن خدا کی عنایت بھی اسی پر ہوتی ہے جو اس کام پر محنت کرتا ہے۔

بیت

بہ جستجو نیاید کسے مراد دلی　　　کسے مراد بہاید کہ جستجو بہ کند!

ہندو نے پوچھا کہ فقیری کا رتبہ بڑا ہے یا شریعت کا فرمایا شریعت کا کیونکہ دیکھا گیا کہ اہل شرع نے فقراء کو سولی پر لٹکایا لیکن کوئی فقیر اہل شرع کے ساتھ ایسا نہ کر سکا۔

بیت

شریعت را مقدم دار اکنوں　　　طریقت از شریعت نیست بیروں

نقل ہے: احمد قوال کہتے ہیں کہ میں ایک دن نواب شیر خاں کی طرف سے عرض و معروض کرنے کے لئے آیا بنگلے کے قریب پہنچا تو یہ غزل سنی۔

غزل

جاں بجاناں دادم و جاناں خود رایافتم　　　در زدم از بہر او در خانہ خودرا یافتم

جب میں اندر گیا تو آواز بند ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ حضور یہ کون تھا حضرت نے فرمایا کہ کالو نام ایک جن تھا جو تمہارا پیر بھائی ہے بچارہ عرصہ سے گانے سنانے کی خواہش ظاہر کرتا تھا اور میں ٹال دیتا تھا آج اس کے التماس کو قبول کیا اور گانا سننا پسند کیا اگر تم چاہو تو ابھی دکھا دیتا ہوں میں نے کہا قبلہ میں ڈرتا ہوں مجھے معاف فرما دیں۔

نقل ہے: ایک دفعہ حضور مہار شریف تشریف لے جا رہے تھے موضع بکھڑہ میں ایک موقع آیا جہاں تازہ سبزہ بچھا ہوا تھا وہاں ایک شخص سفید ریش سے ملاقات ہوئی جس کا لباس پھول کی طرح خوش رنگ تھا اس نے السلام علیکم کہا حضور نے سلام کا جواب دیا مگر ذرا سی توجہ کے ساتھ وہ کہنے لگا آپ پر سو آفرین ہے کہ اس چھوٹی سی عمر میں اتنا بلند رتبہ حاصل کر لیا ہے حضور زیادہ متوجہ ہوئے کچھ دیر کے بعد شیخ جمال الدین چشتی کی طرف دیکھا اور اشارہ فرمایا سنا ہے کہ ایسی سبزہ زار وادیوں میں خضر علیہ السلام رہتے ہیں سب کو معلوم ہو گیا یہ وہی تھے۔

نقل ہے: میاں محمد جو مینہ وساڈرا کے نام سے مشہور تھے کہتے ہیں ایک دفعہ پاک پتن حضور کے ہمراہ تھا کمسن تھا اور حضور کی خدمت میں گزاری میں رہتا تھا۔ پانچویں محرم کو جب لوگوں کی سخت بھیڑ بھاڑ ہوئی تو اس نے عرض کی کہ حضرت اس طرف کیوں دیکھتے ہین فرمایا کہ اس صاحب مکان کا رتبہ اور جلال دیکھئے کہ لوگ خضر کی تلاش میں مجاہدہ کرتے اور آوارہ پریشان رہتے ہیں لیکن خضر بیچارہ یہاں ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہے اندر آنا بجائے خود لوگ اسے دھکے دے کر باہر پھینک رہے ہیں۔

فائدہ: آپکے ظاہری اور باطنی کمالات کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی آپ کی محبت اور جذبہ کی آگ ہر شیخ و شاب کے دل میں بھڑک تھی۔ لوگ دنیاوی تعلقات کی

زنجیریں توڑ توڑ کر خدمت میں آتے اور فیض پاتے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ خود دور زمان اس قطب مدار کے گرد چکر کھا رہا ہے۔ غالبًا یہ شعرا نہی کی شان میں ہے۔

فطوبا بالباب کبیت العتیق حوالیہ من کل فج عمیق!

جوق در جوق رہ گروہا گروہ لوگ مختلف طور وطریقہ سے اس شمع جہاں کے رخسار پر پروانہ وار فدا ہوتے اور اپنی قسمت کے مطابق حصہ لے جاتے تھے آپ کا کلام ہر ایک کے لئے اشارہ بشارۃ ہوتا تھا اگر کسی شخص کو کوئی مشکل پیش آتی اور اسے دل میں لے کر محفل میں بیٹھ جاتا آپ نورِ باطن سے سمجھ لیتے اور عام گفتگو میں ایسا جامع جواب دیتے کہ سائل مطمئن ہو جاتا۔

نقل ہے: آخیر عمر میں دامن پہاڑ میں غیب سے ایک ندا آئی کہ بارہ ربیع الاول کو جو شخص حضور کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ قطعی بہشتی ہوگا اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے یہ مژدہ سنکر ہزار ہا لوگ اپنے گھروں سے نکلے اور قلیل عرصہ میں طویل مسافت طے کر کے پہنچے۔ اور آکر زیارت کی۔ لوگوں نے ایک عورت کو دیکھا کہ ہاتھ آٹے سے بھرے ہوئے زیارت کے شوق میں حیران وسرگرداں ہے لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ میں آٹا گوندرہی تھی جونہی یہ آواز سنی پاپیادہ دوڑی تین منزلوں کو ایک دن میں طے کر کے یہاں پہنچی کاتب الحروف بھی ان دنوں وہاں تھا اتنے میں بیشمار لوگ وہاں آئے کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی بلکہ زیارت بھی مشکل سے ہوتی تھی ان دن میں نے دیکھا کہ ایک لحظہ بھی آپ بیعت سے فارغ نہ ہوئے آخر بنگلہ کے دروازہ بند کر کے وظائف ادا کئے۔

فائدہ: آپ کی بیعت اتنی عام تھی خراسان اور ہندوستان کے اکثر لوگ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام دنیا سرفراز ہوئی مشائخ کرام میں سے کسی کا بھی سلسلہ بیعت اتنا وسیع نہ ہوا

۔ فقیر کو اگر چہ ان کی صحبت کا بہت کم موقع ملا تاہم ان کے فیض کا اتنا مرہون احسان ہے کہ اگر مفصل لکھوں تو ایک دفتر تیار ہو جاوے بعض واقعات لکھنا ضروری سمجھتا ہوں پہلی دفعہ جب میں حضور میں مشرف ہوا تو کتاب الطالبین کا درس حاصل کیا ایک ایک موقع پر ادب دقیق کے نکتے سمجھائے دوسری دفعہ حاضر ہو کر کتاب فقرات پڑھی۔ شروع میں جب میں گیا تو میرے ہاتھ میں کتاب دیکھی فرمایا کون سی کتاب ہے عرض کی فقرات شریف اور حضور سے پڑھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ کا چہرہ کھل گیا مسکرا دیئے اور تین بار فرمایا عشقے دے عشقے ہندی زبان کا ایک لفظ ہے جو شاباش اور خوشی کے موقعہ پر بولا جاتا ہے اور میرے سر پر ہاتھ رکھا میں اور میاں روشن دین فقیر نے اکٹھا سبق شروع کیا حضور کا دستور تھا کہ جو شخص حضور کی خدمت میں کتاب پڑھتا تھا تو صرف عبارت کا ترجمہ سناتا رہتا اور حضور سنتے رہتے تھے کوئی خاص تقریر نہیں کرتے تھے جب میری باری آتی تو میں بھی پڑھتا لیکن حضور اکثر مقامات پر مختصر قل و دل تقریر کر دیتے تھے تیسری بار میں اپنے والد کے فرمان سے حاضر ہوا صبح ایک پہر چڑھنے کا وقت تھا آپ وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے عرض کی میرا ایک چھوٹا سا بھائی ہے کمال الدین نام وہ اور میری اہل پردہ حضور کی بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن آ نہیں سکتے میں ایک سفید کپڑا اور صندل گھول کر لایا ہوں کہ از راہ مہربانی اپنی انگلی مبارک صندل سے تر کر کے اس کپڑے پر رکھ دیں یا کوئی اور طریقہ جو مناسب سمجھیں عمل میں لاویں جس سے کہ وہ حضور کی غائبانہ بیعت سے مشرف ہو سکیں اتفاقاً اس وقت میاں خدا بخش لانگری موجود تھے اور حضور پہنانے کے لئے نیا پیراہن لائے تھے جب اسے زیب تن فرمایا تو پہلا پیرہن مجھے عطا فرمایا اور فرمایا آپ یہ پیرہن لے جائیں اور جو بھی شخص میری بیعت کرنا چاہے اس کے ہاتھ اس چولے پر رکھ کر تلقین کر دیں ایک وظیفہ بھی فرمایا اور اس طرح بیعت کی عام اجازت بخشی صندل اور میرا کپڑا واپس دے کر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں ہے جو میرے اپنے پیرہن سے بیعت کرے گا میں قبول کروں گا جب میں گھر پر آیا تو ارشاد عالی پر عمل کیا۔

فائدہ:ایک بار مجھے خیر پور شریف جانے کا اتفاق ہوا میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں میں نے قدمبوسی کی حضور نے مزاج پرسی کی فرمایا اٹھو کہیں ٹھیروں میں نے تعمیل کی جب اور لوگ اس مکان سے نکل گئے تو حضور نے ءمیرا دامن پکڑا اور اپنے پاس بٹھلا کر ایک کتاب میرے ہاتھ میں دی جب میں خواب سے بیدار ہوا تو خوشی کی ایک کیفیت میرے دل پر طاری تھی لیکن اس کی تعبیر معلوم نہیں ہوسکتی تھی الغرض وہاں سے چلا آیا اور عرس شریف میں داخل ہوا پھر قاضی محمد عیسےٰ کے عرس پر خانپور پہنچا جہاں لوگوں نے میری دعوت کی ہوئی تھی یہاں سے میں نے اپنے گھر جانے کا مصمم ارادہ کیا تھا رات کو سویا تو پھر خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں میں تمہیں اپنے پاس بلاتا ہوں اور تم واپس جاتے ہو یہ ایک تازیانہ تھا جو میرے تو سن ہمت پر لگا میں نے گھر جانے کا ارادہ بدل دیا۔ اور تونسہ شریف روانہ ہوا ماہ صفر سے چن دن باقی تھے کہ وہاں پہنچا اور زیارت سے مشرف ہوا۔ ایسی مہربانی فرمائی کہ تمام تکان رفع ہوگئی وہاں میں چندے ٹھہر گیا۔ اور واپسی کا ارادہ ترک کر کے اقامت اختیار کی اس سفر میں مجھ پر اتنی بے شمار عنایتیں فرمائیں جو حد بیان سے باہر ہیں یہاں تک کہ میں آپ کے خصائل اور شمائل پر فریفتہ ہوگیا ہر دن کی صحبت سے فاہ اٹھاتا۔ اور اپنے وجود کی ناچیز مٹی کو اکسیر بناتا رہا آپ کی صحبت کے اثر سے میرے دل کے آئینہ کو غفلت کے رنگ سے دھویا گیا دل کی وحشت انس اور محبت کے رنگ سے رنگی گئی صرف اسی وقت محفل سے جدا ہوتا جب کہ آپ گھر جاتے یا حجرہ میں خلوت اختیار فرماتے ایک دن عصر کے وقت میں نے اپنے پیر دستگیر مولانا صاحب کی مشہور تصنیف نسخہ توفیقیہ کو ہاتھ میں لیا اور عرض کی کہ ازراہ عنایت مجھے یہ بھی پڑھا دیں آپ نے پوچھا یہ کون سی کتاب ہے میں نے نام بتلایا فرمایا خوب ہے ایک صفحہ کے قریب سبق پڑھا یہ بدھ کا دن تھا دوسرے دن مجھ پر سکر اور جذب کی ایک حالت طاری ہوگئی میرا رنگ زرد ہوگیا۔ کھانا پینا چھوٹ گیا نیند کم ہوگئی دس دن یہی حال رہا دل میں عشق اور محبت کا سرور بھر گیا نہ چاہتا تھا کہ قضائے

حاجت کے لئے باہر نکلیں مگر میری روحانی قوت بحال تھی اور ورد وظائف بھی قضا نہ ہونے پائے تھے لوگوں نے سمجھا کہ میں بیمار ہوں جا کر حضور میں عرض کی۔ فرمایا خدا اسے شفا دے گا خیریت ہے لوگ کہنے لگے کہ قبلہ آپ اسے دیکھیں کہ وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے ازراہ عنایت اس کا علاج کرائیں۔ آپ نے طبیب کو اشارہ کیا کہ اگر ضرورت ہو تو علاج کرو نواب بہاول خاں صاحب کی طرف سے ایک طبیب فقراء کی خدمت پر مامور تھا۔ میرا بھی علاج کرنے لگا لیکن میں کوئی دوائی نہ پیتا تھا۔ اور نہ ہضم ہوتی تھی لوگوں نے یہ کیفیت حضور میں عرض کی اور کہا کہ خدا کے لئے اسے دوائی پینے کی ہدایت کریں حضور نے محمد اکرم خادم خاص کو بھیجا۔ اور کہلا بھیجا کہ دوا سے نفرت نہ کرو کیونکہ دوائی کرنا سنت ہے دس دن تک یہی حال رہا پھر کچھ کیفیت بحال ہوئی لیکن بدن میں ضعف باقی تھا میں حضور کی زیارت کے لئے گیا تو میرا حال پوچھا میں نے عرض کی کہ اب خیریت ہے اور حضور کی توجہ درکار ہے فرمایا میاں صاحب! دوا کرنا سنت ہے لیکن اس امید سے ناامید ہو جانا فرض ہے کیونکہ شفا منجانب اللہ ہے دواء سے نہیں پھر میں نے کتاب کھولی اور پڑھنے لگا تو دیکھا کہ آپ کی توجہ سے مجھے اس کتاب کے پڑھنے کوئی مشکل پیش نہیں آتی خود بخود پڑھتا گیا اور ہر ایک مقام کو سمجھتا گیا اس وقت میں نے سمجھا کہ خیر پور والے خواب کی یہی تعبیر ہے کہ حق تعالے نے مجھے آپ کی صحبت کے فیض سے مستفیض فرمایا ہے۔

بیت

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ان دنوں میری عجیب حالت تھی میرے مزاج میں اضطراب اور پریشانی رہتی تھی یہاں تک کہ دیوار کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر آہ وزاری کیا کرتا تھا اور رات کو عبادت کے سجدے زمین نیاز پر بچھاتا تھا کسی پہلو سوتا تھا مگر چین نہیں آتا تھا بستر سے بے قراری سے اُٹھتا اور زمین پر لیٹ جاتا موسم سخت سردی کا تھا نیچے جگہ ناہموار تھی تاہم زمین پر

سونا مجھے بھاتا تھا تمام رات آنکھوں سے آنسو بہاتا اور عاشقانہ اشعار گاتا رہتا تھا۔ ایک رات عالم رویاء میں مجھے حضور رسالت مآب صلعم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور بعینہ وہی شبیہ دکھائی گئی جو کہ حلیہ مبارک حضور پاک کا ہے خواب میں دیکھا کہ میں زمین پر پڑا ہوں۔ سر اُتر کی طرف اور پاؤں دکن کی طرف کیئے ہوئے بچوں کی طرح زمین پر رگڑتا ہوں حضور اتنے میں تشریف لائے اور میرے مقابل کھڑے ہو گئے فرمایا کہ اے فلانے تو کیوں خوش ہے عرض کی آپ کی مہربانی کی بدولت پھر حضور اور زیادہ متوجہ ہوئے یہاں تک کہ میری نیند کھل گئی میں دیکھا کہ میرے دل کو کچھ تسکین حاصل ہو گئی ہے جیسا کہ مجھے گوہر مقصود ملنے والا ہے لیکن ابھی بے قراری کے شعلے میرے دل میں بھڑک رہے تھے اور میرے جسم وجان کو جھلسائے جاتے تھے دوسری رات پھر میں نے خواب دیکھا کہ حضور قبلہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک خوشنما مسہری پر جلوہ افروز ہیں دو آدمی ان کی خدمت میں فرش پر بیٹھے ہیں یہ مسکین بے تسکین مسہری کے قریب کھڑا ہے جب حضور کی نظر مجھ پر پڑی مجھے اس عاجزانہ اور مجذوبانہ حالت میں دیکھ کر ایک غلام کو حکم دیا کہ کلاہ اور پیرہن لا کر فلانے کو پہنا دو خادم نے تعمیل کی۔ میں نے خدمت کی زمین چومی اور نیند سے بیدار ہو گیا تاہم دل بیتاب مضطر تھا اشراق تک یہی حالت طاری رہی اشراق کے وقت میاں عبدالحکیم فقیر میرے پاس آیا جو میرا قدیمی محرم راز اور دمساز تھا۔ ایک پیرہن اور کلاہ اس کے ہاتھ میں تھی مجھے دی کہ حضور نے عطا فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اسے پہن لو دونوں چیزیں میں نے اس کے ہاتھ سے لے لیں سر اور آنکھوں پر رکھیں چند بوسے دیئے۔ مگر کسی کو بھی زیب تن نہ کیا۔ میاں غلام رسول کی معرفت حضور عالیہ میں عرض کی کہ حضور نے جو یہ چیزیں بخشی ہیں ان کو کیا کروں فرمایا پہنو میں نے عرض کی کہ بے ادبی ہوتی ہے فرمایا ایک دفعہ پہن لو پھر تمہاری مرضی میں نے حکم کی تعمیل کی اور زمین خدمت کو بوسے دیئے۔

الحمد للہ

فائدہ: ایک دوسرے موقعہ پر حضور نے خواب میں مجھے ایک وظیفہ تلقین کیا۔ لیکن اس کے پڑھنے کی ترتیب بیان نہ فرمائی جب میں حضور کی خدمت میں پہنچا اور ترتیب پوچھی تو انہوں نے از راہ عنایت اس کی ترتیب بالتفصیل سمجھادی۔ یہ وظیفہ اتنا موثر ثابت ہوا کہ بیان سے باہر ہے الغرض حضور کی عادت تھی کہ جو کچھ خواب میں فرماتے اس کا نتیجہ فوراً ظہور میں آتا اس کا تجربہ مجھے کئی بار ہوا ہے اور اب تک پیر باکمال کی مہربانی میرے شامل حال ہے یہاں تک کہ جو کچھ ظاہراً طور پر فرماتے ہیں اس کا نتیجہ ضرور نکلتا ہے کبھی دیر سے کبھی جلدی۔

نقل ہے: حضور کے منشی میاں محمد واصل صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ امیر دوست محمد والئی خراسان پر انگریزوں نے چڑھائی کی شاہ شجاع بھی انگریزوں کے ساتھ شامل تھا امیر نے عاجزانہ ایک عریضہ حضور کی خدمت میں بھیجا اور دعاء طلب کی جب یہ عریضہ حضور میں پہنچا تو آپ نے دعا فرمائی اور منشی سے کہا کہ جواباً یہ شعر لکھ دو اور کہو کہ تسلی کریں۔

ہر آنکہ استعانت زدرویش برد اگر برفریدوں زداد بیش برد

منشی نے ویسا ہی لکھ دیا قاصد خط لے کر واپس ہوا کچھ مدت کے بعد سنا گیا کہ انگریز فتح یاب ہوئے اور امیر دوست محمد کو گرفتار کر کے ہندوستان میں لے آئے لوگ حیران ہوئے کہ معاملہ کیوں الٹ گیا ہے پھر دوست محمد خاں کے بیٹے نے کمر ہمت باندھی اور لڑائی شروع کی انجام یہ ہوا کہ انگریزوں نے شکست کھائی اور دوست محمد خاں اپنے وطن مین واپس آیا بلکہ انگریزوں نے اسے کئی لاکھ روپیہ بھی دینا منظور کیا یہ معاملہ آپ کی دعائے برکت سے ظاہر ہوا میرا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کچھ فرماتے تھے اس کا انجام بعینہ مطابق فرمان نکلتا تھا مگر بعض امورات کا نتیجہ جلدی اور بعض کا دیر سے ظہور میں آتا تھا۔

وصال: جب وصال کا وقت قریب آیا تو دو تین دن پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شعر

آہن کہ بہ پارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

منشی محمد واصل نے عرض کی کہ لوہا تو پارس کے ساتھ لگنے سے سونا بن جاتا ہے لیکن ہم عرصہ سے آپ کے پاس ہیں پھر بھی لوہا رہ گئے ہیں۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل چوں خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

حضور نے فرمایا اس آشنائی سے مراد ہماری تمہاری آشنائی نہیں ہے۔ وہ آشنائی فقراء سے متعلق ہے آٹھ پہر کے بعد بے خودی اور سکرات کے آثار ظاہر ہوئے عشاء کی نماز کے بعد بے قراری بڑھ گئی کروٹیں بدلتے تھے اور کبھی اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ میاں اللہ بخش صاحب کے سینہ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ ۷ ماہ صفر بروز پنجشنبہ بوقت صبح ۱۲۶۷ھ میں طائر روح قفس عنصری پرواز کر کے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا اس دن کی مصیبت کا کیا بیان کروں کہ ماتم کا غبار آسمان پر پہنچا مصیبت کا اندھیرا روئے زمین پر چھا گیا شور محشر بپا تھا آپ کے وصال کی تاریخ مولوی محمد حسین صاحب نے لکھی۔

مثنوی

خواجہ ما آں امام العارفین شہ سلیمان رحمۃ للعلمین

ہفتم ماہ صفر صبح خمیس جابجاناں دادا آں نفس نفیس

روح ہائے اولیاء گرد آمدند بہر سال نقل او آہے زدند

زاں میاں با صد فسوس و حسرتا گفت مولائے رومی ہائے ہا

اے دریغا اے دریغا اے دریغ آفتاب مکرمت شد زیر میغ

لفظ زیر میغ سے سن وفات نکلتا ہے آپ کی عمر تقریباً ایک سو سال تھی آپ کا روضہ مبارک

وہیں ہے جہاں ان کا بنگلہ تھا اور بے شمار مخلوق کا زیارت گاہ ہے۔

فائدہ: آپ کے تین فرزندار جمند تھے ا۔ صاحبزادہ میاں گل محمد صاحب ۲۔ دوسرے صاحبزادہ میاں درویش محمد صاحب ۳۔ تیسرے صاحب زادہ میاں عبداللہ صاحب۔ میاں عبداللہ صاحب سن طفولیت میں فوت ہو گئے میاں درویش محمد صاحب بھی چودہ سال کی عمر میں دار بقاء کو سدھارے جو عجیب کریم النفس اور خوش بیان انسان تھے خدا نے ان کی زبان میں عجیب تاثیر بخشی تھی جو کچھ منہ سے نکلتا پورا ہو کر رہتا آخیر ماہ شوال ۱۲۳۰ھ میں آپ کا وصال ہوا صاحبزادہ میاں گل محمد صاحب اپنے بھائی درویش محمد صاحب کے بعد تیس برس زندہ رہے جو علم اور حیا و سخا میں اپنی نظیر آپ تھے ان کے صوری اور معنوی کمالات کا بیان کرنا کوہ قاف کو سوزن سے چھیدنا۔ یا سخاوت کو ترازو سے ماپنا ہے۔ خلق محمدی اور لطف احمدی میں مشہور تھے سچ مچ اسم با مسمی یعنے ایسے پھول تھے جس کی خوشبو سے مشام جان تازہ ہوتا تھا اپنے والد ماجد کے قدم بہ قدم چل کر عظیم الشان مرتبے حاصل کئے۔ کہ دمہ پر آپ کی شفقت تھی اور ہر مسکین و غمگین کے لئے مایہ تسکین تھے ان کا کرم عام فیض تام مشہور عوام تھا سماع سے بڑی رغبت تھی گیارہویں ماہ رمضان ۱۲۶۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

ازمترجمہ: (قدوۃ السالکین حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفر ان کے جملہ حالات میں جو یہاں مرقوم ہوئے مصنف علیہ الرحمۃ نے بہت اختصار سے کام لیا ہے اس لئے اکثر روائیتیں ادھوری اور نامکمل ہیں اور روایتیں جتنی کہ ادھوری ہیں وہ حضور کے کمالات معراج ظاہری نہیں کرتیں ہیں اس کے لئے ملفوظات کے اصل نسخے منتخب شریف

مناقب المحبوبین راحت العاشقین مناقب سلیمان وغیرہ جامع ملفوظ دیکھنے چاہییں جن کا نچوڑ مترجم نے ایک مبسوط رسالہ بنام سیرت سلیمان اردو زبان میں شائع کرایا ہے۔ اس کا ملاحظہ حضور کی پاک اور مقدس زندگی کا آئینہ ہے۔

حالات حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ فرزند اکبر خواجہ گل محمد صاحب

آپ کی ولادت باسعادت کے واقعہ عجیب ہے ایک دفعہ حضور اپنے شیخ کی خدمت میں مہار شریف آئے ہوئے تھے اور خانقاہ شریف پر تشریف فرما تھے کہ ایک مطربہ چوڑھی نام آپکی خدمت میں آئی اور مبارک باد دی آپ نے فرمایا کون سی مبارک؟ عرض کی آپ کے دوہتے پیدا ہونے کی مبارکباد دیتی ہوں فرمایا اے نالائق دوسروں کی اولاد کی مبارک بھی کوئی مبارک میں نے یہ سمجھا کہ میرے بیٹے کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے عموی خواج محمود صاحب وہاں موجود تھے فرمایا میاں صاحب اٹھو! خواجہ قبلہ عالمؒ صاحب کی خدمت میں عرض کرو کہ تعجب ہے اپنے دروازہ فیض آوازہ پر مجھے غیروں کی اولاد کی مبارک دلواتے ہو چچا صاحب اُٹھے اور ویسا ہی جا کر حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں عرض کی دوسرے سال جب حسب معمول عرس شریف پر تشریف لائے تو وہیں آپ کو حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی گئی نہایت خوش ہوئے اور شکریہ بجالائے۔

نقل ہے: کہتے ہیں کہ بچپن میں کسی لا علاج مرض میں مبتلا ہو گئے تھے ان کے والد ماجد یہ حال دیکھ کر پریشان رہتے تھے جمال شاہ نامی ایک مجذوب استخارہ میں بے نظیر تھا

انہیں بلا کر فرمایا کہ آج رات استخارہ کرو اور مجھے بیٹے کا انجام سناؤ۔ جمال شاہ نے کچھ پڑھا اور سو گئے نیند میں دیکھا کہ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ تونسہ شریف تشریف لائے اور خواجہ صاحب خواجہ اللہ بخش صاحب ؒ کو سجادہ پر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے دستار بندی کی جب وہ فقیر خواب سے بیدار ہوا تو یہ خوشخبری ان کے والد کو سنائی اور کہا تمہارے بیٹے کو خیریت ہے ان کی عمر دراز ہو گی اور صاحب سجادہ بنے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت میاں گل محمد صاحب اپنے قبلہ گاہ کی زندگی میں فوت ہو گئے اور حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ اپنے دادے کے سجادہ نشین قرار دئے گئے۔ جواب تک فقراء اور غرباء کی پرورش میں مشغول ہیں جب حضرت اعلیٰؒ کے وصال کے وقت قریب آیا اور آپ نے انہیں تکیہ لگا کر بٹھایا ہوا تھا تو خدام نے عرض کی کہ قبلہ اپنی عنایات بے غایات اپنے پوتے خواجہ اللہ بخش صاحب پر مبذول فرمائیں حضور نے بڑی مہربانی سے توجہ دی اور فرمایا و نفخت فیه من روحی۔ نیز یہ شعر پڑھا۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

یہ فرمایا اور جاں بحق ہوئے اتفاقاً جناب مولانا کے صاحبزادے میاں غلام نظام الدین صاحب وہاں موجود تھے انہوں نے آپ کو سجادہ پر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے دستار بندی کی اب تک ہزار ہا انسان آپ کے دامن فیض مامن میں آچکے ہیں سینکڑوں مرید اور طالب فیض پا چکے ہیں پنجاب ہندوستان اور خراسان کی بہت سی مخلوق آپ کے دامن سے وابستہ اور مورد عنایات ہے آپ کے تین بیٹے ہیں۔ ا۔ میاں موسےٰ صاحب اور درس کلام اللہ شریف سے فارغ ہو کر تحصیل علم میں مشغول ۲۔ میاں احمد جو ابھی تک کلام اللہ شریف یاد کر رہے ہیں۔ ۳۔ خواجہ محمد محمود صاحب جو ابھی تک چھوٹے ہیں۔

حضرت خواجہ خیر محمد صاحبؒ کے حالات

آپ حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ جو سخاوت میں بے نظیر ہیں۔

مثنوی

الٰہی عمر فرزندان نامیش مفصل دار از اخلاق گرمیش
جہاں آئینہ مقصود شان باد وزاں نور قدم مشہور شاں ہاد

حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ صاحب کی ایک لڑکی بی بی آمنہ صاحب ہیں جو صوم وصلوۃ کی پابند اور ہمیشہ ورد و ظائف میں مشغول رہتی ہیں ان کی شادی ابراہیم جعفر کے بیٹے عبدالرحمٰن سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک میاں قادر بخش دوسرے خیر بخش۔

خلفائے حضرت خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

خلیفہ محمد باراں صاحب

جن کا ابر کرم ہمیشہ بارندہ رہتا تھا ان کے کمالات کے حالات اتنے ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو ایک اور جلد تیار ہو پہاڑی علاقوں کی سینکڑوں مخلوق نے آپ نے فیض حاصل کیا آٹھ سال ربیع الاول ۱۲۵۲ھ میں فوت ہوئے ان کا مزار کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہے۔

خلیفہ مولوی علی محمد صاحب

جو منتخب روزگار عالم اور فاضل تھے مدت تک علوم نقلی و عقلی کا درس دیتے رہے جب آپ کے کمالات روحانی شہرت ان کے کانوں میں پہنچی تو تونسہ شریف میں پہنچ کر زیارت

سے مشرف ہوئے شروع شروع میں آنحضرت پر آپ کا اعتقاد نہیں جمتا تھا جب حضور کی خدمت میں پہنچے تو حضور نے خود بخود یہ شعر پڑھا۔

بیت

صوفی میا کہ مشرب رندان است مہیا زیں جا شراب خواری رنداں است مہیا

چونکہ مولانا صاحب پختہ ارادہ سے آئے تھے عرض کی۔

من برائے دیں فروشی سوئے تو آمدم تا دیں دہم بر روئے تو

نام و نا موسم نماندہ حبہ چونکہ پا اندا ختم در کوئے تو!

بعدہ بیعت سے مشرف ہوئے مرتبہ اعلیٰ اور مقصد علیا پر پہنچے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور مریدوں کی تربیت کرنے لگے لاتعداد لوگ ان کے حلقہ مریدی میں آئے ۔نہایت عمدہ شاعرانہ مذاق رکھتے تھے ان کے بہت سے شعر حضور کے پسند خاطر تھے ایک دفعہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شعر و شاعری کی باتیں چھڑ گئیں کسی نے کہا کہ واقف کے شعر بہت عمدہ ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

حدیث حسن یوسف را کجا دانندا خوانش زلیخا را پرس ازوے کہ صد شرح دبیاں دارد

ان کی وفات رمضان شریف ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔ ان کا مزار شریف مکھڈ شریف میں ہے۔

خلیفہ محمد علیشاہ صاحب خیر آبادی

جب آپ کے کمالات کی شہرت سنی تو آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کی ان کے کرامات اور خوارق عادات بہت زیادہ ہیں جو تمام ہندوستان میں مشہور ہیں سفر و حضر میں خواجہ حافظ صاحب کا دیوان آپ کے پاس رہتا تھا موقع بہ موقع خواجہ حافظ صاحب کے شعر کہتے اور انہیں کے تفاول سے لوگوں کو کام کی اجازت دیتے تھے

سوالات کے جواب عموماً خواجہ حافظ صاحبؒ کے بیتوں سے دیتے تھے میاں محمد سوکڑی کہتے کہ میں ایک بار اجمیر شریف کے سفر میں ان کے ساتھ تھا اجمیر شریف سے بیس کوس کے فاصلہ پر جب ہم قصبہ میرنہ میں پہنچے تو ایک جامع مسجد میں ٹھہرے۔شام کے وقت ایک برہمن نے ناقوس بجایا جونہی شاہ صاحب نے سنا ان پر وجد کی حالت طاری ہوگئی وہاں کے قاضی اللہ بخش نے یہ حال دیکھا جب یہ حالت فرو ہوئی پوچھا کہ تم عجیب فقیر ہو کہ کفار کے سنکھ پر وجد کرتے ہو فورا حافظ صاحب کا یہ شعر پڑھا۔

گاہ ازدم مسیحا گاہ ازدہانِ ناقوس صاحبدلاں شنا سند آواز آشنارا

قاضی تو چپ رہا لیکن اور بہت سے امیر و فقیر ان کی بیعت سے مشرف ہوئے۔آٹھ ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۶ھ میں فوت ہوئے ان کا مزار شریف خیر آباد علاقہ لکھنو میں ہے۔

خلیفہ میاں احمد جی

بچپن میں آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے نقلی و عقلی علوم حاصل کر کے عبادات وریاضات میں مشغول ہو گئے آخر خرقہ خلافت پایا علم تصوف کے بحر مواج تھے۔

مثنوی

بحر مواج بود علم یقین عمقش کس نیافتہ کہ چنیں
تا کہ چنیں من عاجز چساں بیان سازم کہ بہ تشریح ووصف اوبازم

جو لوگ اعلیٰ حضرت سے تصوف کی کتابیں پڑھتے تھے مولوی صاحب کی خدمت میں جا کر اعادہ کرتے اور مستفید ہوتے تھے بندہ نے بھی کتاب فقرات ان سے پھر پڑھی تھی ۔آپ ۱۷ ماہ شوال ۱۲۷۲ھ میں فوت ہوئے حضور کے اور بھی بہت سے خلیفہ ہیں جن کے نام نامی اور حالات احاطہ تحری میں نہیں آسکتے۔

بیت

تا یکے جملہ را نویسم نام کہ برون انداز حسد ارقام!

گلبن

جناب قاری عزیز اللہ صاحبؒ کے حالات میں

آپ کا اصلی وطن لاہور تھا آپ کے پردادا حافظ محمد نام ایک مشہور کاتب تھے جن کے ہاتھ کا ایک ایک لفظ لوگ خوشی کے ساتھ ایک ایک روپیہ میں لے لیتے تھے یہ آپ کا گذارہ تھا اگر کوئی سائل آپ کی خدمت میں آتا تو کاغذ پر ایک لفظ لکھ کر دے دیتے تھے لوگ خوشی کے ساتھ ایک روپیہ ادا کر کے وہ کاغذ لے لیتے تھے اور اردگر ہدیہ کے طور پر لے جاتے تھے آپ کے پرنانا صاحب حافظ صیدا نامی قاری بہت بزرگ آدمی تھے ان کے کرامات اور خوارق عادات دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ قاری عزیز اللہ صاحب جب علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو ان پر فقر کا جذبہ غالب آیا لاہور سے روانہ ہوئے۔ اور موضع لالیکا میں ابراہیم جتے صاحب کے مکان پر اقامت پذیر ہوئے جو ایک صاحب معرفت بزرگ تھے قاری صاحب مجذوبوں کی طرح شہر کے اردگرد پھرا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاک پتن شریف جاتے ہوئے یہاں آکر شب باش ہوئے وہاں کے لوگوں نے عرض کی کہ کئی دنوں سے یہاں ایک فقیر مجذوب آیا ہوا ہے۔ فلاں ڈیرہ پر رہتا ہے اور کسی سے بول چال نہیں کرتا حضور نے فرمایا جاؤ۔ اور اسے ہمارا سلام پہنچاؤ لوگ گئے اور حضرت قبلہ عالمؒ کے سلام دئے فوراً دوڑے اور حضور کی خدمت میں پہنچے قدموں میں گر گئے حضور بھی اس کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہوئے معانقہ کیا۔ اور ایسے خوش خوش ملے جیسے کہ ایک دوست مدت سے بچھڑے ہوئے دوست سے ملتا ہے قاری صاحب حالت سکر سے صحو میں آئے۔ بیعت سے مشرف ہوئے حضور کے ہمرکاب مہار شریف میں چلے گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کی۔ آپ اپنے شیخ کے فرمان کے مطابق مدت دراز تک کڑی کڑی عبادتوں اور ریاضتوں میں مشغول ہوئے۔ آخر اس نعمت عظمے سے بہرہ یاب ہوئے۔ جو مشائخ ایک دوسرے کو دیتے ہیں حضور نے ان کو کلام اللہ کی تدریس کے کام پر مامور فرمایا آپ نے اخیر عمر تک اس کو سرانجام دیا تقریباً پچاس ساٹھ درویش ہمیشہ آپ کی خدمت میں درس

لیتے تھے اور رات دن یہی شغل رہتا تھا حضور کا دستور تھا کہ ہر روز عصر کی نماز کے بعد قاری صاحب کی مسجد میں تشریف لے جاتے اور مغرب پڑھ کر اپنے مکان پر تشریف لاتے قاری صاحب بھی جمعہ کے دن تدریس سے فارغ ہوتے تھے اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں آتے اس دن نقدی اور جنس جو کچھ حضور کے پاس نذر کے طور پر آتی قاری صاحب کو عطا کرتے بے شمار لوگ آپ کے فیض سے بہرہ یاب ہوئے۔ تمام عمر کنوارے رہے اور کبھی شادی کا ارادہ نہ کیا اپنے پیر کی کمال متابعت کی وجہ سے ان کی صورت اخیر عمر میں بعینہ شیخ کی صورت کے مشابہ ہوگئی تھی۔

بیت

از مس کے در کنار ہے گیروش نگار بگرفت رنگ یارو رہا کردرنگ طین

جب آپ کے وصال کی گھڑی قریب آئی تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

صورت از بے صورتی آمد بیروں باز شد کان الیہ راجعون

پانچویں ذیقعد ۱۲۸۰ھ میں میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کے روضہ شریف کے مشرق کی طرف مدفون ہیں۔

نوٹ: سکر فقراء وہ حالت کہ جب آپ عشق الٰہی میں مستغرق ہوتے ہیں دنیا و مافیہا کا کوئی پتہ نہیں ہوتا صحو فقرا کی وہ حالت کہ آپ اہل دنیا سے ملتے جلتے اور بات چیت کرتے ہیں۔

گلبن

حضرت صبغۃ اللہ زیک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں

علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد لاہور سے تشریف لائے۔ اور حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تمام عمر مجرد رہے اور کبھی شادی کا رادہ نہ کیا۔ عبادت الٰہی میں

کمر بستہ رہ کر اپنے شیخ نیز اپنے بھائی سے فیض پایا۔ اور اپنے بھائی کے وصال کے بعد ان کی جگہ سجادہ پر بیٹھے ہمیشہ مخلوق کی تلقین اور تدریس آپ کے شغل تھا کسی غیر مشروع اور مختلف فیہ معاملہ میں دخل نہ دیتے تھے امر معروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہتے تھے کھتی باڑی کر کے اپنا اور اپنے شاگردوں کا پیٹ پالتے تھے ان کے کرامات اور خوارق عادات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو ایک اور جلد بن جائے حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کے روضہ شریف کے قریب اپنے بھائی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

نقل ہے: مشہور ہے کہ آپ کے دفن کے وقت زمین کو زلزلہ آیا۔ یہاں تک کہ بے شمار کنوئیں گر گئے۔ اور پہاڑ زمین پر آپڑے ایک خوفناک آواز نکلی جس سے لوگ ڈر گئے یکم ماہ شعبان ۱۲۰۰ھ میں آپ فوت ہوئے۔

گلبن

جناب حافظ غلام حسن صاحب بھٹی کے حالات میں

آپ کا اصل وطن بستی کھائی علاقہ ملتان تھا طالب علمی میں آپ کی دوستی ایک مجذوب میاں صالح محمد نام سے ہوگئی تھی دونوں میں بڑا رابطہ اتحاد تھا بعض وجوہات کی بناء پر وطن سے ہجرت کر کے موضع کھلانیاں میں جو کوٹ قلم کے قریب ہے آکر سکونت اختیار کی۔ اور مولوی صالح محمد جی سے علوم عقلی و نقلی کی تحصیل کرتے رہے جب رخصت ہوئے تو اس مجذوب نے آپ کو ایک کلاہ اور تسبیح بخشی اور کہا ہماری یہ دو چیزیں محفوظ رکھنا جہاں ٹھیرو گے ہم وہاں پہنچ جائیں گے چنانچہ کئی مرتبہ آکر وہ ان سے ملاقاتی ہوئے تحصیل علوم کے بعد آپ کو فقر کا شوق پیدا ہوا۔ پیر کامل کی تلاش میں لگ گئے ان دنوں

حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی شہرت کمالات چہار دانگ عالم میں پھیل چکی تھی لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ امراء اور اہل دول بھی آپ کی خدمت میں آتے ۔ اور حضور ان پر توجہ فرماتے ہیں تو ان پر عقیدہ نہ ٹھہرا۔ ان دنوں میاں محکم دین صاحب سیر جو ایک بزرگ تھے اور مجرد رہتے تھے اور کسی سے میل جول نہیں کرتے تھے۔ان کی خدمت میں آئے۔ اور بیعت کی خواہش کی میاں صاحب نے نور ولایت سے جانا کہ ان کا نصیبہ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کے فیض صحبت میں ہے اس لئے اس کی خواہش کے باوجود بیعت کرنے میں ٹال مٹول کرتے رہے۔

نقل ہے: ایک دفعہ میاں محکم دین صاحب جناب بابا صاحبؒ کے عرس پر پاکپتن شریف تشریف لے گئے حافظ صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہاں پہنچ کر بہشتی دروازہ کے آگے مصلے بچھا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں شہنشاہ زماں حضرت قبلہ عالمؒ وعلمیاں کی تشریف آوری کی خبر دربار پر پہنچی لوگوں میں شور مچ گیا اور ادھر ادھر ٹوٹ پڑے ایک بڑی مخلوق اس ماہ منیر کے ارد گرد حلقہ زن ہوگئی۔ آستان بوسی کے بعد یہ بھیڑ اور بڑھ گئی میاں صاحب نے جب لوگوں کا ہجوم دیکھا تو مصلی اور کوزہ وہاں سے اٹھایا اور دروازہ سے ذرا دور بچھا کر یہ مصرعہ پڑھا۔

ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

جب ہجوم وہاں تک بھی پہنچا تو مصلے اُٹھا کر دور جا بیٹھے اور وہی شعر پڑھا یہاں تک کہ آستان کے ایک کونہ میں جا کر مقیم ہوئے حافظ صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو ان کا تھوڑا سا یقین بڑھ گیا لیکن بیعت کی خواہش ظاہر نہ کی پھر ایک دفعہ میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ مکان نہایت متبرک ہے مجھے یہاں ہی بیعت فرمالیں فرمایا

کہ عرس شریف کے بعد جو کچھ تمہارا نصیب ہوگا مل جائے گا۔ جب عرس شریف ختم ہوا تو میاں صاحب نے حافظ صاحب کو دیوار شمالی کے پاس بیٹھ کر وظیفہ بتلایا کہ پڑھو اور سو جاؤ۔ اور خواب میں جو کچھ دیکھو مجھے آ کر کہو۔ آپ نے عمل کیا دیکھا۔ کہ ایک مکان ہے بہشت کی طرح اس میں ایک شاہانہ دربار جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لگا ہوا ہے دائیں طرف ایک وزیر حضرت گنجشکر علیہ الرحمۃ بیٹھے ہیں اور بائیں طرف دوسرے وزیر حضرت قبلہ عالم صاحب جلوہ افروز ہیں آپس میں باتیں ہو رہی ہیں دیکھا کہ میاں محکم زین صاحب دربانوں کی طرح حویلی کے دروازہ پر کھڑے ہیں صبح جب نیند سے بیدار ہوئے تو تمام ماجرا حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بیان کیا۔ خواب میں جب حضرت قبلہ عالمؒ صاحب کا اتنا قرب دیکھا تو عقیدت اور بڑھ گئی لیکن پھر بھی طبیعت بیعت پر مائل نہ ہوئی میاں صاحب نے فرمایا کہ دوسری رات بھی یہی استخارہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے عمل کیا رات کو خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب نے ہاتھ پکڑ کر ان کو آنحضرت سرور کائنات صلعم کے سپرد کیا۔ اور حضور نے جناب گنج شکر صاحبؒ کے حوالہ کیا انہوں نے ان کا ہاتھ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کے ہاتھ میں دیا صبح کو اٹھے تو عشق محبت کی آگ دل میں بھڑک رہی تھی فورا آئے اور جناب قبلہ عالم صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے اللہ تعالے کا شکر بجا لایا اور عمر بھر مجاہدہ اور ریاضات میں گذار دی تمام عمر مجرد رہے اور شادی کا ارادہ نہ کیا بہت عرصہ گذر جانے کے بعد حضرت قبلہ عالم صاحب نے خرقہ ارادت بخشا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کا کام سرانجام نہ ہوا کیونکہ اس کے بعد فورا حضور کا انتقال ہو گیا۔ حافظ صاحبؒ پر بے حد رنج والم طاری ہوا۔ اور چالیس دن تک کھانا پینا سونا بھلا دیا اپنے شیخ کی مزار پر بیٹھ کر

معتکف رہے۔ جب فارغ ہوئے تو وطن کو واپسی کا ارادہ کیا تمام پیر زادوں اور پیر بھائیوں سے رخصت طلب کی لیکن جب قاری صاحب کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ وہی نور ان کی پیشانی پر جلوہ گر ہے۔ جو جناب قبلہ عالم صاحب کی پیشانی پر تھا مفتون اور فریفتہ ہو گئے عشق اور بے قراری بڑھ گئی جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور قاری صاحب کی صحبت اختیار کی۔

نقل ہے: ایک دن آپ قاری صاحب کے پاؤں داب رہے تھے اچانک ان کا ہاتھ پنڈلی پر پڑا دیکھا تو وہی نشان (ابھری ہوئی رگ) قاری صاحب کی پنڈلی پر موجود ہے جو جناب قبلہ عالم صاحب کی پنڈلی پر تھا اس طرح جب قاری صاحب اور حضرت قبلہ عالم صاحب کے درمیان پوری مشابہت دیکھی تو اعتقاد اور بڑھ گیا اور زیادہ زیادہ آداب تعظیم بجالانے میں کوشش کی۔

نقل ہے: ایک بار قاری صاحب مہار شریف کے قریب ایک بستی منو حمید و نام میں تشریف فرما تھے اور حافظ صاحب بھی ہمراہ تھے جب واپس ہوئے تو راستہ میں فقیروں کو حکم دیا کہ اس جنگل سے لکڑیاں چنتے آؤ حافظ صاحب نے بھی بڑی لکڑی اٹھائی اور سر پر رکھ کر حاضر ہوئے مگر قاری صاحب نے فرمایا میں نے یہ حکم فقیروں کو دیا تھا تم نے یہ تکلیف کیوں کی عرض کی کہ خدا کے لئے بندہ کو بھی فقیروں کے گروہ میں شمار کریں۔ یہ عاجزانہ کلام سنکر بحر بخشائش جوش میں آیا۔ پوری توجہ فرمائی اور اسرار نہانی سے آگاہ کیا۔

نقل ہے اگرچہ حافظ صاحب نے پہلے جناب قبلہ عالم صاحبؒ سے پھر جناب قاریصاحب سے خرقہ خلافت اور نعمت باطنی حاصل کر لی تھی لیکن پھر بھی لوگوں کو مرید نہیں کرتے تھے لیکن آخر کار جناب حافظ صاحب محمد جمال اللہ صاحب ملتانی کے حکم

سے مسند خلافت پر بیٹھے اور طالبان حق کو راستہ بتانے لگے آخر عمر میں آپ کے کمال کی شہرت ادھر ادھر پھیل گئی لوگ جوق در جوق آکر فیض یاب ہوئے ان کی کرامات اور خوارق عادات کے قصے بہت سے ہیں جو احاطہ بیان سے باہر ہیں۔ عشق اور محبت میں آپ کا درجہ نہایت بلند تھا۔ ہر چند بھائیوں نے کوشش کی کہ اپنے وطن کو واپس آئیں لیکن منظور نہ فرمایا۔ نہایت سخی اور صاحب تاثیر تھے۔

نقل ہے: ایک بار عبدالرحمٰن قوال نے آپ کی خدمت میں ظرافت کے طور پر کہا جب کہ عرس شریف کا ذکر چھڑا ہوا تھا کہ آپ کو عرس سے کیا تعلق عمر گذری ہے کہ کسی بھی عرس میں ایک چادر کے سوا کچھ بھی نہیں دیا بھڑک کر بولے کہ امسال تو یہ بھی تجھے نہیں ملے گی۔ عرس کا موقع آیا۔ عبدالرحمٰن نے قوالی کی ہر چند کوشش کرتا رہا مگر کسی پر بھی وجد کی حالت طاری نہ ہوئی اور نہ کچھ وصول ہوا۔ بے چارہ اپنے کئے سے پشیماں ہوا اور حافظ صاحب سے معافی مانگی چنانچہ آپ راضی ہوئے چوتھی ماہ ذوالحج کو عرس شریف کے بعد جب کہ لوگ رخصت ہو رہے تھے۔ عبدالرحمٰن نے قوالی شروع کر دی۔

خدا کی قدرت سے بڑے بڑے صوفیوں پر وجد کی ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی تھی حافظ صاحب بھی متاثر ہوئے اور چادر ان کو بخشی لوگوں نے بے شمار نقدی اور عمدہ عمدہ کپڑے اس کو دئے۔

فائدہ: آپ کو اپنے مریدوں کے حال پر بے حد شفقت تھی اور ہر حال میں ان کی حفاظت کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایک رات صبح کے وقت میں عالم مثال میں اپنے مریدوں کی دریافت حال کرنے لگا تو دیکھا کہ صرف ایک شخص حافظ خیر محمد خدا کے شاغل ہے باقی سب کے سب غافل ہیں۔

نقل ہے: مولوی غلام رسول بہاول پوری کہتے ہیں کہ حافظ صاحب کی عادت تھی کہ اپنا کھانا لنگر شریف سے منگواتے تھے لیکن اپنے تمام مہمانوں، غلاموں، فقیروں اور مسکینوں کے کھانے کا انتظام اپنے ایک مرید میاں غلام فرید قوم پھمر کے گھر میں کرتے تھے اور یہ کھانے پکانے کا تمام کام کاج میاں غلام کی ایک لونڈی رجی نام سرانجام دیتی تھی حافظ صاحب اس پر بڑی شفقت فرماتے تھے میاں نظام نام ایک درویش اور مجذوب حضرت اعلے (قبلہ عالمؒ) کے آستانہ پر رہتا تھا ایک روٹی اس کے لئے جناب حافظ صاحب نے اپنے لنگر شریف سے مقرر کی ہوئی تھی اور بلاناغہ اس کے پاس بھیج دیئے تھے۔ اس مجذوب کی بے شمار کرامات اور خوارق عادات علاقہ میں مشہور ہیں۔ مثلا مہار شریف میں اچھا برا کوئی بھی واقعہ ظہور میں آتا۔ میاں نظام چند دن پہلے پکار دیتے تھے پانچوں وقت کی نماز نہا کر پڑھتا تھا روٹی۔ پیسے جو کچھ لوگ دیتے تھے مسجد کے محراب میں ڈال دیتا تھا۔ مسجد کا دروازہ نہیں تھا کسی کتے، بلی کو یہ توفیق نہ تھی کہ اس کے ٹکڑوں کو منہ لگائے اگر بدقسمتی سے کوئی بلی اسے کھالیتی تو تڑپ کر مر جاتی تھی اتفاقا ایک دن میاں غلام فرید کے گھر سے اس کی روٹی پک کر آئی خدام نے غلطی سے فقیر تک نہ پہچائی۔ اور برتن سمیت مسجد میں پڑی رہی دوسرے دن برتنوں کے ساتھ روٹی کا وہ قرص واپس چلا گیا رجی لونڈی نے خیال کیا کہ شاید ایک روٹی بچ رہی ہے جو واپس چلا گیا رجی لونڈی نے خیال کیا کہ شاید ایک روٹی بچ رہی ہے جو واپس ہوئی ہے بدقسمتی سے اس کا ایک لقمہ توڑا اور کھالیا، کھاتے ہی پیٹ میں ایسا درد اٹھا۔ کہ مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگی ہائے ہائے کی نعرے لگاتی تھی۔ مصنف فرماتے ہیں کہ میں بھی ان دنوں مہار شریف میں پڑھتا تھا شام کا وقت تھا میاں نظام میرے پاس آیا اور روٹی لانے کا اشارہ کیا میں

نے کہا جب تک منہ سے نہ بولو گے میں نہیں جاؤ نگا۔ آخر روٹی اور حافظ دو لفظ نکالے میں حافظ صاحب کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے آپ نے نور معرفت سے جان لیا۔ دروازہ کھول دینے کا حکم دیا ازراہ کرم مجھے بلوایا اور پوچھا کہ کیوں آئے ہو میں نے عرض کی کہ میاں نظام کی روٹی لانے کے لئے فورا خادم کو بھیجا جو غلام فرید کے گھر سے روٹی لے آیا مگر اس کا ایک لقمہ ٹوٹا پڑا ہوا تھا اور رجی کی حالت بھی بیان کی۔ آپ سخت پریشان ہوئے اُٹھے مجھے اور اپنے بھانجے محمد اکرم کو روٹی دے کر فقیر کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ اسے روٹی بھی دینا اور رجی کے لئے بھی دعا مانگنا جب ہم نے روٹی پیش کی اور ٹوٹ ہوئی دیکھی تو ازحد رنجیدہ ہوا۔ اور قبول نہ کی۔ رجی کا درد اور بڑھ گیا جب حافظ صاحب کو اطلاع ہوئی تو وہ بے حد پریشان ہوئے حجرہ سے باہر نکلے جال کے درخت کے نیچے آکر کھڑے ہوئے اور منت وزاری کرنا شروع کی بڑی مشکل سے وہ راضی ہوا اور روٹی ہمارے ہاتھوں سے لے لی ہم نے رجی کے لئے دعا طلب کی اس وقت رجی کو قے جاری ہوئی لقمہ نکل پڑا اور پوری شفا ہوگئی میں نے یہ خبر حافظ صاحب کو پہنچائی تب جا کر ان کو تسلی ہوئی میں نے خلوت میں ان سے عرض کی کہ کیا آپ کو اتنی توفیق نہ تھی کہ خود بخود تدبیر یعنی دعاء کرتے اور مجذوب کی منت نہ اٹھاتے فرمایا کہ میرا مریض میرے علاج سے شفایاب ہو سکتا ہے مگر دوسرے کا مریض دوسروں کی دعاء سے ہی اچھا ہوتا ہے۔

نقل ہے: ایک دن ایک خوبصورت عورت جو جناب حافظ صاحب کے حلقہ ارادت میں تھی آئی۔ اور اپنا مطلب ظاہر کیا میاں نظام مجذوب کو مرتبہ فناء حاصل تھا اس لئے وہ ہر ایک چیز کو ذات الٰہی کے جلال اور جمال کا مظہر سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ ہر ایک چیز کو

بوسہ دیتے اور اپنے تئیں اس پر تصدق کرتے تھے جب اس حسن و جمال کے پیکر کو حافظ صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا دیکھا تو اسے مظہر جمال الٰہی سمجھ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ارد گرد گھومنے لگے حافظ صاحب کو اس کا یہ فعل ناگوار گذرا اور اسے سست کہا میاں نظام روٹھ گیا اور روتا پیٹتا حضرت قبلہ عالم صاحب کی خانقاہ کو چل دیا تا کہ وہاں جا کر فریاد کرے جب یہ خبر حافظ صاحب کو پہنچی تو فوراً گھوڑے پر زین رکھ کر روانہ ہوئے اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا اسے آستانہ میں جا ملے فقیر آستانہ میں جنوبی دروازہ سے داخل ہو رہا تھا اور آپ شمال دروازہ سے داخل ہوئے آستانہ شریف میں دونوں آپس میں مل گئے حافظ صاحب نے اس کے پاؤں پر ہاتھ رکھا معافی مانگی اور رضا مند ہو گیا یہاں تک کہ وہ فریاد دینے سے باز آیا کہتے ہیں کہ جب تک وہ گھوڑا جیتا رہا حافظ صاحب اس کی حد درجہ خدمت اور تعظیم کرتے تھے اور اس پر سوار نہیں ہوتے تھے فرماتے تھے کہ یہ گھوڑا میرا محسن ہے۔ اگر یہ مجھے وقت پر وہاں نہ پہنچاتا تو نہیں معلوم میرا کیا حال ہوتا نو ماہ ذی القعدہ ۱۲۴۰ھ میں آپ کا وصل ہوا ان کا مزار شریف روضہ شریف کے جنوبی طرف واقع ہے بظاہر ان کے دو خلیفے تھے۔ ا۔ حافظ غلام مرتضےٰ ان کے چھوٹے بھائی جو بہت عالم اور صالح شخص تھے اور مولانا مولوی خدا بخش صاحب ملتانی سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے تھے اخیر ماہ ذوالحجہ ۱۲۵۰ھ میں ان کا وصال ہوا دوسرے آپ کے بھانجے میاں محمد اکرم جو بڑے خلیق اور لوگوں پر شفیق تھے۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۲۶۷ھ میں آپ کا وصال ہوا ان کا مزار کروڑ میں ہے۔



گلبن!

میاں محمد فاضل صاحب نیکوکارہ کے حالات میں!

میاں صاحب کمالات صوری اور معنوی سے آراستہ اور علوم ظاہری و باطنی سے پیراستہ تھے جناب حضرت قبلہ عالم صاحب سے خلافت حاصل کی مرشد کامل کے حکم کے مطابق لوگوں کو علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دیتے تھے بہت بڑے عابد اور متقی شخص تھے قرآن شریف کے پانچ سپارے روزانہ نماز تہجد میں پڑھتے تھے اتفاقاً آپ ایک لمبی بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں اڑھائی سال گذر گئے ان دنوں آپ کا یہ ورد قضا ہو گیا جب شفاء پائی۔ تو نماز تہجد میں پانچ سپارے اور بڑھا دیئے بہت سے لوگ جو حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی خدمت میں آیا کرتے تھے آپ ان کو میاں صاحب کے پاس بھیج دیتے حضرت قبلہ عالم صاحبؒ آپ کو مستغنی روزگار فرمایا کرتے تھے ان کے بارے میں بے حد توجہ مبذول فرماتے تھے خاص و عام میں سے بہت سے لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا چند خواص کے نام یہ ہیں۔

میاں عبدالرحمٰن شہید سکنہ موضع رانیاں میاں محمد یونس صاحب سکنہ مموکا حافظ عبدالحکیم بجی دانہ سکنہ موضع محمد عظیم اور فاضل ولی جن کا مزار جمال پور اور نور پور کے درمیان ہے آپ پانچویں ماہ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ میں فوت ہوئے آستانہ مبارک میں مشرقی طرف مدفون ہیں ان کا ایک بیٹا احمد یار تھا جو کہ حضور کی بیعت سے مشرف ہوا حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کا مبارک نام رات دن اس کا وظیفہ تھا اس کے چھ بیٹے تھے بڑا میاں غلام حسین اپنے دادے کا منظور نظر اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوا۔



گلبن

حافظ غلام محمد کڑی والا کے حالات میں

یہ قوم ڈھوڈھی میں سے ہیں سرکنڈوں کی ایک بھر کڑی بنائی تھی اس پر بیٹھ جاتے اور خدا کی عبادت کیا کرتے اس لئے کڑی والہ کے نام سے مشہور تھے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچے اور بیعت سے مشرف ہوئے بڑی بڑی ریاضتیں اور محنتیں کیں آخر حضور نے خرقہ اجازت عطا فرمایا لیکن کسی کو مرید نہیں کرتے تھے آخر میں حافظ محمد جمال صاحب ملتانی کے ارشاد کے مطابق مرید کرنے اور خدا کی خلق کو ہدایت دینے لگے چنانچہ گروہ درگروہ لوگ ان کی خدمت میں آتے اور حسب استعداد فیض پاتے تھے۔

نقل ہے: روایت ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن بھڈیرہ رحمۃ اللہ علیہ کسی لا علاج مرض میں مبتلاء ہوئے ہر چند علاج کئے مگر آرام نہ ہوا ایک دن آپ اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے دیکھا کہ قریب المرگ ہے بحر بخشائش جوش میں آیا۔ اپنی زندگی کے چند سال ابھی باقی تھے ان کے ملک کئے خدا کی قدرت مولانا صاحب بستر مرگ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حافظ صاحب بیمار ہو گئے۔

چند دنوں کے بعد جاں بحق تسلیم کیا بارہ محرم ۱۲۴۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آستانہ شریف میں محمد فاضل صاحب نیکو کارہ کے پہلو میں دفن ہیں ان کے ایک بیٹے حافظ عبداللہ نام تھے جو اپنے والد کے قدم بہ قدم عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے دس سیپارہ قرآن مجید روزانہ تلاوت فرماتے تھے ان کے تین بیٹے ہیں۔ خدا انہیں ہدایت بخشے۔



گلبن

جناب حافظ محمد ناصر صاحب کے حلات میں!

آپ کا وطن موضع اعوان کار میں ہے کلام اللہ شریف حفظ کرنے کے بعد علوم ظاہری کی تکمیل اس علاقہ میں آکر کی میاں محمد فاضل نیکو کارہ کی خدمت میں علوم نقلی اور عقلی حاصل کئے لیکن بیعت حضرت قبلہ عالم صاحب سے کی ہمیشہ حجرہ میں معتکف بیٹھے رہتے تھے عرصہ دراز یعنی سات سال تک بجز قضائے حاجت اور ادائے فریضہ کبھی حجرہ سے باہر نہیں نکلے۔ آٹھویں پہر حضور قبلہ عالم صاحب خود بدولت ان کے حجرہ میں جاتے اور زیارت سے مشرف فرماتے اس لئے اور تمام خلفاء بھی خود ہی ان کے حجرہ میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن یہ کبھی کسی کے پاس نہ گئے۔ اور نہ کبھی کسی سے ملے۔

بیت

بجز من دو جہاں سرفرد نمے آرند دماغ کبر گدایان خوشہ چیناں بیں

نقل ہے: ایک بار حضرت قبلہ عالمؒ نے جناب مولانا صاحب کے عرس کی مجلس آراستہ کی حضور کے تمام خلیفے اور نواب غازی الدین خاں وغیرہ لوگ جمع ہوئے لیکن حافظ صاحب نے دستور کے مطابق حجرہ سے قدم باہر نہ نکالا میاں محمد الیاس سیال نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ تمام خلفاء مجلس سماع میں داخل ہوتے ہیں مگر حافظ صاحب نہیں آتے۔ ممکن ہے کہ ان کا خیال کچھ اور ہو آپ نے فرمایا کہ وہ خود سماع کو درست قرار دیتے ہیں لیکن سننا یا نہ سننا ان کے اختیار ہے کیونکہ وہ تجرید و تفرید کے طریقہ پر قائم ہیں وضو پورے آداب سے فرماتے تھے اور ہر ایک نماز اول

وقت میں ادا کرتے تھے۔

نقل ہے: حافظ صاحب اخیر عمر میں ایک لا علاج مرض میں مبتلا ہو گئے میرے جد امجد خواجہ نور احمد صاحب ان کو حجرہ سے اُٹھا کر اپنے مکان میں لے آئے۔ بڑے بڑے تجربہ کار حکیموں سے علاج کرایا مگر آرام نہ ہوا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رات بہادر نام قوال نے ایک ہندی کا دوہرہ گایا۔

دوہرہ

دتے دے دروازے پنجنا بجذاروں   تونپا تو پنا اُدد گیا من رنگیوں توں

جب آواز آپ کے کان میں پہنچی تو کہا یہ کون ہے۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔ قبلہ جدا امجد صاحب نے اسے بلایا اور حاضر کیا قوالوں نے وہی دوسرا گانا شروع کیا حافظ صاحب پر وجد کی حالت طاری ہوئی۔ اگرچہ بدن نہایت ضعیف اور نحیف ہو چکا تھا لیکن عشق حقیقی کے جذبہ نے ایسی قوت پیدا کر دی کہ چار پائی سے ایک ایک گز اوپر اُچھلتے تھے اور پھر وہاں آگر گرتے تھے اس طرح مشائخ کبار کی سنت بھی ان سے فوت نہ ہوئی۔ آخر اس مرض سے وفات پائی حضور کے آستانہ میں شمالی طرف مدفون ہیں۔

گلبن

مولوی محمد مسعود کے حالات میں

آپ بستی جھانگی میں رہتے تھے جو بہاول پور سے تین کوس مشرق کی طرف واقع ہے حضرت قبلہ عالم صاحب غریب نواز کی خدمت میں سلسلہ سہروردیہ میں بیعت کی۔ اور اسی ہی میں خلافت پائی سفر اور حضر میں کبھی ملتان کی طرف پاؤں کر کے نہ سوئے کیونکہ

وہاں شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی کا مزار ہے آپ کمالات روحانی کے مالک تھے تکملہ اور سیر العلم میں ان کی ایک کرامت درج ہے جو ان کے کمال کو ظاہر کرتی ہے لکھا ہے کہ ایک دن آپ مصلے پر قد دراز فرمارہے تھے ایک فقیر آپ کے پاؤں واب رہا تھا دیکھا تو ان کے آستین سے پانی گرنے لگا وہ یہ حال دیکھ کر حیران رہ گئے اور وجہ پوچھی مگر آپ نے اسے اور مخفی رکھنے کی کوشش کی فقیر نے بہت اصرار کیا تو ناچار فرمایا کہ ہمارے ایک دوست کی کشتی دریا میں غرق ہونے لگی میں نیا سے نکالنے اور کھینچنے کے لئے ہاتھ بڑھائے ۔اس لئے میرے آستین تر ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص جسے بچایا گیا تھا حاضر ہوا۔ شکریہ بجالایا اور اپنا ماجرا من وعن بیان کیا۔

نقل ہے: کوڑا خان ایک شخص قوم ہکڑا حضور کے خاص غلاموں میں سے تھا ایک دن حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ لیکن چونکہ سفر لمبا ہے روزانہ آنا جانا مشکل ہے۔ حضور نے ازراہ کرم فرمایا کہ مولوی مسعود سے وظیفہ پوچھو اور اسی پر عمل کرو اس نے ایسا ہی کیا تو اس کی مراد پوری ہو گئی غرض عجیب صاحب کمال انسان تھے ان کی وفات بتاریخ............سن بارہ سو............میں ہوئی۔

گلبن

مولوی محمد حسین صاحب چنڑ کے حالات میں

آپ قوم کے چنڑ علاقہ بہاولپور میں رہتے تھے اور حضور قبلہ عالم صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے سالہا سال آپ کی صحبت میں رہے۔ اور اجازت حاصل کی اپنے شیخ کے منظور نظر تھے جب حضور سفر سے واپس آتے تو ان کے مکان میں ایک ایک ماہ یا زیادہ

ٹھہر جاتے۔ان کے مکان کو اپنا مکان اور ان کی ذات کو اپنا محرم راز اور دمساز سمجھتے تھے اور کوئی بھی مخفی حال پوشیدہ نہ رکھتے تھے ان کی وفات.........میں ہوئی۔



گلبن

حافظ غلام نبی صاحت کے حالات میں

ان کا وطن لاہور ہے بچپن میں ہی بمقام پاک پتن حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے اور انہیں کے ہمراہ یہاں آئے تھے۔ آپ نے ان کو مولوی محمد حسین صاحب کے حوالے کیا وہاں علوم ظاہری کی تحصیل کرتے رہے اتنا طالب علمی میں فقر کا جذبہ ان پر غالب آیا علم کو چھوڑ دیا کالے رنگ کی ایک کتیا پالی اور ہر وقت اسے بغل میں رکھنے لگے۔ نماز کے وقت اس کو الگ کر کے غسل کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اس کا یہ معاملہ حضور قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے اسے بلایا اور جناب حافظ محمد جمال اللہ صاحب سے کہا۔ جب یہ شخص کتیاں کو الگ کرے تو اس کے بدلے وہاں بکری کا بچہ باندھ دو تعمیلا ایسا ہی کیا گیا حافظ جی نے اسی کو ہی بغل میں دابا چند دنوں کے بعد جب ان پر عشق الہی کا جذبہ غالب ہوا تو بزغالہ ہاتھ سے چلا گیا رات دن حضرت قبلہ عالم صاحب کے ارد گرد گھوما کرتے۔ کبھی سکر کبھی صحو میں رہتے۔ فنانی الشیخ کا رتبہ حاصل کیا چنانچہ خود ہی کہا کرتے تھے کہ شیخ کی صورت میں ظاہر ظہور دیکھا کرتا ہوں جو ہر وقت میرے ساتھ ہے جب میں ڈورتا ہوں تو انہیں بھی دوڑتا ہوا پاتا ہوں دن بہ دن وہ میرے قریب تر ہو رہے ہیں کچھ دنوں کے بعد فرمایا۔

اب وہ صورت میرے اندر جذب ہو گئی ہے۔ حافظ محمد سلطان پوری جن کے سامنے یہ روایت کی گئی نے اسکو ہدایت کی کہ اس تصور کو قائم رکھیں۔

نقل ہے: آپ جریدہ رہتے تھے ایک دن محمد اکبر خاں کاردار نواب بہاول خاں جو حضرت کے غلاموں میں سے تھا۔ ان سے ملا اور کہنے لگا کہ ہمارے ساتھ نواب صاحب کی خدمت میں چلو سرکار تمہارا وظیفہ مقرر کرا دینگے یہ کلام سنکر جوش میں آئے۔ رقص کرنے لگے۔ اور یہ مصرع بہ آواز بلند پڑھتے تھے۔

زندہ باد خان من زندہ باد خان من

لیکن جانے اور وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔

نقل ہے: میرے چچا خواج محمود صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرے بھائی میاں غلام نبی مہار شریف کی طرف مغرب سے آرہے تھے موسم بارش اور سیلاب کا تھا اس لئے ہم نے چولستان کا راستہ لیا۔ جب ہم موضع مستیاں میں پہنچے یہاں حافظ صاحبؒ کا مزار ہے رات پڑ گئی کوئی آدمی بھی ہمارا واقف نہ تھا جو کھانے پکانے کا انتظام کرتا اور نہ کوئی دکان وغیرہ تھی جہاں سے رسد لی جاتی اس لئے ہم مزار شریف پر چلے گئے اور کہا کہ ہم آپ کے مہمان ہیں اور ہمارے جانور بھی کچھ لحظہ کے بعد ایک خوبصورت شخص سفید لباس میں ظاہر ہوا جو ہمارے پاس آیا اور جانوروں کا گھاس لے آیا۔ مناسب چارپائیاں بھی مہیا کر دیں عشاء کے وقت نہایت لذیذ کھانے گوشت اور پلاؤ وغیرہ تیار کر کے لایا الغرض جتنی بھی ہماری ضروریات تھیں پوری کیں جب ہم روانہ ہونے لگے ۔تو پانچ پانچ روپے نقد اور ایک ایک تھان صوفی کا ہم دو بھائیوں کو دیا اور نظر سے غائب ہو گیا ہم ہر چند پوچھتے رہے کہ یہ کون ہے مگر پتہ نہ لگا ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ روح تھی جناب حافظ صاحب کی جو اس صورت میں متشکل ہو کر ہماری مہمانی کی۔



گلبن

میاں محمد صاحب کے حالات میں

حضور کا بتدائی زمانہ تھا کہ یہ شخص بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کر کے سورۃ کی بندگاہ کو بھیجے گئے تا کہ وہاں رہیں اور جہازی لوگوں کے کاروبار کی روحانی حفاظت کریں حاجی بختاور جو حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں کہتے تھے کہ میں اور حاجی نصرت ادائے حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور سورۃ میں پہنچے تو وہاں جہاز کو نہ پایا ناچار وہاں ایک صاحب کمال بزرگ کی شہرت ہمارے کانوں پر پہنچی ہمیں ان کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ہم نے دیکھا ایک سفید ریش رندانہ طبیعت کا انسان بیٹھا ہے لوگ اس کے اردگرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور وہ کسی سے میل جول نہیں کرتا جب مجھے دیکھا۔ تو اپنی طرف بلایا ہمارا نام ونشان پوچھا ہم نے جو کچھ تھا بیان کیا۔ پھر مجھے مصلے پر بٹھایا فرمایا کہ مجھے تمہاری طرف سے عشق کی بو آتی ہے شاید تم ہمارے پیر بھائی ہو میرے پیر کا نام پوچھا پھر ان کے پیر کا نام پوچھا اس پر زار زار رونے لگا فرمایا میں بھی انہیں کا غلام ہوں۔ لیکن تمہارے پیر کو نہیں پہچانتا پھر مراقبہ کیا مراقبہ سے فارغ ہو کر کہا ہاں تمہارے پیر ہمارے پیر بھائی ہیں اور ان کے بڑے خلیفے لیکن میرے چلے آنے کے بعد ان کو بیعت کی اجازت ملی میں نے ان کی روح سے باتیں کر لیں کیونکہ باقی تمام خلفاء میرے روشناس ہیں پھر حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی اولاد کا حال ایک ایک کر کے پوچھا ان کی وجہ معاش پوچھی میں نے کہا خدا کی عنایت ان پر شامل ہے اور وہ ہر لحاظ سے خوش ہیں فرمایا تم کس مطلب کے لئے آئے ہو۔ میں نے کہا حج کے لئے ہمیں کسی

جہاز پر سوار کرو۔ فرمایا تسلی کرو بخریت وہاں پہنچو گے اور پھر آؤ گے چنانچہ ان کی برکت دعاء سے ایسا ہی ہوا۔ نیز حاجی بختاور کا بیان ہے کہ جب حضرت نصیر الدین صاحب نبیرہ جناب مولانا صاحب حرمین شریف زیارت کے لئے وہاں آئے۔ تو ان کو بھی ملے اور معقول نذر دی۔

گلبن

حضرت عبدالرحمٰن صاحب کے حالات میں!

ان کا وطن گڑھی اختیار خاں ہے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت سے بیعت کی اور فیض پایا خلافت حاصل کی اور ارشاد و تلقین کے شغل میں مشغول رہے۔

گلبن

مولوی محمد عجیب کے حالات میں!

یہ بھی گڑھی اختیار خاں کے باشندے تھے۔ حضور کے مرید تھے اور جناب حافظ صاحب سے فیض پایا۔ حسن صورت اور سیرت میں مشہور تھے۔ عموما سبز لباس پہنتے تھے ذکر اذکار مین مشغول رہتے۔ اور لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

گلبن

میاں محمد شریف حضرت قاضی صاحب کے والدؒ

ان کا ذکر گزر چکا ہے۔

گلبن

مولوی محمد اکرم متوطن سمینہ کے حالات میں

آپ سمینہ ضلع ڈیرہ غازیخاں کے رہنے والے تھے اور حضرت قبلہ عالم صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے بستی ملانہ موضع کوٹ چھٹہ تحصیل ڈیرہ غازیخان میں آپکا ایک مرید تھا جس نے ظاہری علوم آپ سے پڑھے تھے اور بیعت سے بھی مشرف ہوا تھا آپ نے اس کو درس و تدریس کے کام پر لگایا اس نے کہا میری کوئی وجہ معاش نہیں ہے کتب کہاں سے لاؤں گا۔ اور درس کیوں کر دونگا یا علوم میں اگر کوئی عقیدہ علمی ہو تو کیونکر حل کروں گا فرمایا اللہ تعالیٰ اسباب پیدا کرے گا۔ اور تمہاری مشکلات کو حل فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب اس کو کوئی مشکل پیش آتی ۔تو مولوی صاحب اُسے عالم رویا میں حل کر دیتے۔ ان کے بیٹے مولوی محمد ظریف جو بڑے عالم اور شاعر ہو گزرے ہیں۔

سید دین محمد شاہ سید محمد صالح شاہ (جو حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے لیکن خرقہ خلافت جناب حافظ صاحب سے پایا) مولوی سلطان محمو کریچہ مولوی نور محمد پھل مخدوم سید نور بہار مخدوم سید محمود سیت پوری مخدوم عبدالوہاب شاہ مخدوم سید عبدالکریم مخدوم سید محب جہانیاں میاں غلام محمد لالیکا۔ شیخ محمد بخش چستی سکنہ تاج سرور شیخ نور الحق سکنہ شہر فرید مولوی احمد یار پھنڈی مولوی محمد اکرم راجن پوری میاں محمد ماہ ہندوستانی میاں محمد شاہ پیک حافظ غلام فرید سکنہ راوی حافظ محمد الیاس سیال شیخ محمد جمال چشتی سکنہ ماڑیاں (جن کے اشعار لوگوں میں مشہور ہیں) حافظ عظمت سکنہ نکیرہ (جو مرید

تو حضرت قبلہ عالم صاحب کے تھے اور خرقہ خلافت محمد فاضل نیکو کارہ سے پایا بڑے کامل تھے ان کا ایک بیٹا سلطان محمود تھا جو وہ بھی محمد فاضل صاحب نیکو کارہ کا مرید تھا ان کے ہاں ایک بیٹا ہے مولوی غلام رسول جن کے اوصاف دنیا میں مشہور ہیں ان کے شاگرد اور مرید لاتعداد ہیں۔ الغرض سینکڑوں اور خلفاء قبلہ عالم صاحبؒ کے تھے جن میں سے ہر ایک صاحب کمال تھا لیکن بندہ کو ان کے نام اور حالات کا علم نہیں۔

نقل ہے: حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ کو عجیب عجیب کمالات کا مالک بنایا ہے چنانچہ سلطان المشائخ جناب محبوب الٰہی کے غلام صرف خاص لوگ ہوتے تھے لیکن ہمارے حضرت کے غلام ہر خاص عام ہیں یہ بھی فرماتے تھے کہ اللہ اللہ ایک زمانہ تھا کہ مہار شریف کے کوچہ کوچہ میں غوث اور قطب اس طرح ملتے تھے جیسا کہ زمین سے ڈھیلے سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

گلزار چہارم

سراج الواصلین فخر العاشقین جناب مولانا محمد خدا بخش ملتانی ثم الخیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں

یہ بیان چند چمن پر مشتمل ہے۔

چمن اول

سات پشت سے آپ کے خاندان میں علم وفضل چلا آتا ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔

مولانا خدا بخش صاحبؒ ولد مولوی جان محمد صاحبؒ ولد مولوی عنایت اللہ صاحبؒ ولد

مولوی علاؤ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجمعین ۔ آپ قصبہ تلمبہ کے رہنے والے قوم ملہنا میں سے تھے عام مشہور یہ ہے کہ آپ ذات کے کمہار تھے مگر یہ غلط ہے وہ سندات جو آپ کے بزرگوں کو ملیں وہاں سے پایا جاتا ہے کہ آپ ملہنانس قوم سے تھے۔ آپ خود اپنے والد صاحب کی زبانی فرماتے تھے ۔ کہ ہم قوم ملہنانس سے ہیں ہمارے بزرگوں میں مولوی محمود صاحبؒ ولی کامل تھے علم و فضل یہاں تک پایا تھا کہ کلام اللہ شریف اور صحیح بخاری حفظ تھی ان کے کرامات اور خوارق عادات وہاں خاص و عام میں مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اگر کوئی شخص ان کے پاؤں کو بوسہ دیتا تو اس پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی تھی اور رقص کرنے لگتا تھا آپ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ملتان شہر محلہ کلالاں میں آ کر بیٹھے تب سے کلال مشہور ہو گئے انوار جمالیہ میں لکھا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار بہت بڑے عالم متقی اور پرہیز گا تھے............جب مشکوئے دولت کو اس نورانی ستارے منور کیا تو آپ نے ان کی تربیت پر زیادہ سے زیادہ توجہ صرف کی آپ کی فطرت عالی اور طبیعت بڑی نیک تھی ہر قسم کے علوم سے کافی حصہ لیا علوم معقول اور منقول فروع اور اصول میں یہاں تک کمال تھا کہ علماء اور فضلاء عصر میں سے شمار کئے جاتے تھے۔

نقل ہے: جب مولوی جان محمد صاحب فوت ہو گئے تو ان کی گذر اوقات مشکل سے ہوتی تھی لیکن اپنی خاندانی عزت اور توکل کی بناء پر کسی کے آگے بھی حاجت کا ہاتھ نہ پھیلایا اور دلی خواہش یہ تھی کہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہو کر حقیقی مطلب حاصل کرے کیونکہ ان کا یقین تھا کہ شیخ کامل کی امداد کے بغیر صفائی باطن اور کشود کار نا ممکن ہے آپ نے سنا کہ حضرت گنجشکر کی اولاد میں سے مولوی عبدالحکیم

صاحب چشتی گڑھی اختیار خاں میں ایک شخص رہتے ہیں جو بہت بڑے عالم اور قصیدہ بردہ کے عامل ہیں اس لئے حصول مطلب کے لئے ان کی خدمت میں روانہ ہوئے مگر جب شجاع آباد میں جو ملتان سے اٹھارہ کوس جنوب کی طرف ہے پہنچے تو وہاں کے لوگ آپ کی خدمت میں جمع ہو گئے اور التماس کی کہ چندے یہاں ٹھہر گئے سنا کہ مولوی عبدالحکیم کے شاگردوں میں سے ایک شخص یہاں رہتا ہے جو قصیدہ بردہ کے عمل میں مشہور ہے ایک دن اس کے پاس گئے اور اپنا مطلب بیان کیا اور قصید بردہ کے عمل کی اجازت مانگی اس نے خیال کیا کہ شاید آپ کا مطلب فراخ روزی حاصل کرنے کا ہے ایک بیت پڑھا دیا اور اس کے عمل کی ترتیب بتائی جب آپ نے اس کا وظیفہ کیا تو تنگدستی رخصت ہوگئی اور ایک دو روپیہ روزانہ فتوحات کے طور پر حاصل ہوجاتے تھے استاد کی خدمت میں پھر آئے۔ اور کہا کہ اس وظیفہ سے میری غرض صرف دنیاوی تسخیر نہ تھی بلکہ میں چاہتا ہوں کہ شیخ کامل کی زیارت نصیب ہو جس سے کہ میں فیضباطنی حاصل کر کے مدعائے اصلی پر پہنچوں استاد نے پھر وہی بیت ایک اور طریقہ پر بتلایا جب آپ نے نئی ترتیب سے وظیفہ شروع کیا تو خواب میں ان کو حضرت حافظ محمد جمال اللہ صاحب ملتانی کی زیارت نصیب ہوئی جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو روح پر ایک خوشی اور مسرت کا عالم طاری تھا یہ شعر پڑھا۔

یار درخانہ و من گرد جہاں مے گردم   آب درکوزہ و من تشنہ لباں میگردم

اسی دن ملتان روانہ ہوئے لیکن معلوم ہوا کہ جناب حافظ صاحب وہاں نہیں ہیں۔ اور مہار شریف تشریف لے گئے جب کہ ایک دوست کی اطلاع پر آپ واپس ہوئے تو بیعت سے مشرف ہوئے۔

یہ قصہ میں نے بہت سے بزرگوں سے سنا ہے لیکن میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اصل معاملہ یوں ہے کہ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ صاحب حضرت حافظ صاحب اور دیگر صلحاء حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ذکر آیا کہ ملتان حضرت بہاؤالدین زکریا کے قبضے میں ہے وہ نہیں چاہتے کہ وہاں کسی اور ولی کا عمل دخل ہو بلکہ وہ کسی کامل ولی کی اقامت کو بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سنکر جناب مولانا صاحب خاموش رہے اور مثبت منفی کچھ بھی جواب نہ دیا دوسرے دن جب انہی اصحاب کے ساتھ مجلس آراستہ ہوئی تو جناب مولانا صاحب نے حضرت قبلہ عالم صاحب کو مخاطب کیا اور کہا کہ میاں صاحب اس سے پہلے بے شک ملتان حضرت بہاؤالدین زکریا کے قبضے میں رہا مگر آج رات ملتان ہمیں بخشا گیا تم اپنے آشنا حافظ محمد جمال اللہ صاحبؒ کو حکم دو کہ بلا دریغ ملتا چلے جاویں اور خود حضرت غوث پاک کے مزار پر بیٹھ کر طالبان طریقت کو بیعت سے مشرف کریں چنانچہ آپ جب مہار شریف تشریف لائے تو حضرت حافظ صاحب کو ملتان بھیجا اور فرمایا کہ جو شخص بھی بیعت کرنا چاہے بلا تامل اس کو حضرت غوث کے حضور میں بیعت سے مشرف کرو حضرت حافظ صاحب ملتان آئے اور غوث صاحب کے دروازہ پر بیعت کا سلسلہ دراز کیا۔ امید فقیر نے مولانا صاحب کو اطلاع دی دہلی دروازہ پر آکر ملے اور حافظ صاحب نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر جناب غوث صاحب کی خدمت میں لائے بیعت سے مشرف کیا اور نعمت عطا کی۔ آپ سے بھی درجہ بلند حاصل کیا اور جناب قبلہ عالم صاحبؒ کے بھی مقرب ہوئے۔

نقل ہے: ایک دفعہ جناب حافظ صاحب نے مہار شریف کا ارادہ کیا اور جناب مولانا صاحب کو ساتھ لیا ابھی مہار شریف میں نہ پہنچے تھے کہ جناب قبلہ عالمؒ صاحب دوستوں

سے کہنے لگے کہ اب کے حافظ صاحب عجیب تحفہ لئے آرہے ہیں۔ سب نے سمجھا کہ شاید ملتان کی کوئی نبی ہوئی چیز ہوگی لیکن حضور نے فرمایا نہیں۔ یہ تحفہ مولانا صاحب کی ذات خاص ہے جسے حافظ صاحب میرے لئے لا رہے ہیں۔ الغرض جب مولانا صاحب پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے تو پہلی ہی صحبت میں منظور نظر ہو گئے اور حضرت قبلہ عالم صاحب نے فرمایا کہ یہ شخص مثنیٰ سلسلہ عالیہ ہے اور حافظ صاحب نے فرمایا کہ تم نے ایک بڑا شیر اپنے جال میں پھنسایا ہے بارہا حضرت قبلہ عالم صاحبؒ اپنی زبان فیض ترجمان سے مولانا صاحب کے اوصاف بیان فرماتے اور ان کی فطری قابلیت اور استعداد کا اظہار فرماتے تھے۔

نقل ہے: سنا ہے کہ جناب مولانا صاحب حضرت قبلہ عالم صاحب حافظ صاحب بھی بارہا فرماتے تھے کہ مولانا صاحب کو میرے ساتھ تو فقط بیعت کا تعلق ہے ان کو جو بلند مرتبے حاصل ہوتے ہیں خود حضرت قبلہ عالم صاحب سے ہوئے۔

نقل ہے: روایت ہے کہ جذب اور سکر آپ کے حال پر اتنا غالب ہوا کہ چلتے چلتے راستہ بھول جاتے تھے ایک دن جناب حافظ صاحب نے ان کی یہ کیفیت حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کو گوش گذار کی فرمایا ان کے اور تمام شغل معطل کرا دو اور صرف تدریس کے کام پر مامور کرو جو ہر خاص و عام کے لئے بہرہ تمام کا موجب ہے اس لئے مولانا صاحب اپنے بزرگوں کی ہدایت کے مطابق علوم ظاہری کی تدریس میں مشغول ہوئے تفسیر۔ حدیث، فقہ، عقائد، علم ہیت، صرف ونحو، منطق و معانی، بدیع و بیان وغیرہ جملہ علوم متعارفہ کی تعلیم دیتے تھے اور لوگوں کی فیض رسانی میں مشغول رہے اور آپ کے علمی کمالات کے چرچے خاص و عام میں پھیل گئے نفوان شباب سے لے کر اخیر بڑھاپے

تک لوگوں کو فائدہ پہنچانے اور لوگوں کے فیض دینے میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہمیشہ رضائے الہی کے طالب رہے ان لوگوں کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ کر ہے جنہوں نے آپ کے مدرسہ سے فارغ ہو کر دستار فضیلت باندھی عام طالب علموں کا تو شمار نہیں آپ جود و کرم اور فیض اتم کے ایک سمندر بے کنار تھے جن کے علوم کے سیلاب سے ہزاروں پیاسوں نے اپنی طلب اور شوق کی پیاس بجھائی ان کے دل کا ایک ایک قطرہ درنایاب اور ان کے سینہ سے ایک ایک علم بحر قلزم تھا ضعف بدنی کے باعث جب آپ میں درس و تدریس کی طاقت نہ رہی تو درد و وظائف سے جو وقت بچ رہتا اپنی مشہور تصنیف توفیقیہ کے لکھنے میں مصروف رہتے یہ وہ کتاب ہے جس میں کہ شریعت کے احکام طریقت کے آداب حقیقت اور معرفت کے اسرار بیان کئے ہیں اس رسالہ میں توحید کے ایسے دقیق مسئلے بیان کئے گئے ہیں کہ راز داران معرفت نے کم لکھے ہوں گے جو بھی صاحب مذاق آپ کے پاس آتا اسے اس کے مسودہ دکھاتے اور فرماتے کہ ان کی تصحیح کرو بعض کو تو در مقصود ہاتھ لگ جاتا اور بعض کا انکار اہل اللہ کے کمالات پر ٹوٹ جاتا۔ اور بعض بے چارے گمراہی اور ضلالت میں رہ کر محروم رہ جاتے یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا۔

اُخیر عمر میں جب لکھنے پڑھنے سے رہ گئے تو اذکار اور ہدایات سے لوگوں کو محظوظ کرتے رہے۔

عالم بہ خیال خوش والہ بہ جنوں کل حزب بما لدیھم فرحون

اس وقت پڑھتے جب کسی کلام سے خوش ہوتے الغرض آپ کی تعریف اور مدح سرائی احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

بیت

بناید شرح و صفش در عبارات کجا در قال آید و صف حالے

مثنوی

لیک بہر حق صحبت سالہا! باد گویم شمہ زاں سالہا
اگرچہ عاجز آمداز عقل ازبیاں! عاجزانہ جنبش باید دراں!
ان شی کلہ لا یدرکہ فاعلمو ان حکمہ لا ید رکٔ
واجب آید چونکہ آمد نام او شرح کردن رمزے از انعام او
مادح خورشید مداح خود است کہ دو چشم روشن ونا مریدست
ذم خورشید جہاں ذم خواست کہ دو چشم کو روتاریک بدست

توحید کا یہ حال تھا کہ دوسروں کے نفع کو اپنا نفع سمجھتے تھے یہاں تک کہ مدعی جب آپ کے کمال و جمال کا تماشہ دیکھتے تو دعوے سے باز رہ جاتے جیسا کہ آئینہ میں انسان اپنی صورت دیکھ پاتا ہے آپ کا وجود ہی کرامت تھا۔ لا اذکر منک الا الجمیل ولم ادمنک الا التفضیل۔ دنیا کی ایک چیز کو اپنا جزو سمجھتے تھے اس لئے اس کی ترقی میں کوشش کرتے دنیا کے شیشہ میں آپ کی نظر مشہود حقیقی کے سوا کچھ اور نہ دیکھتی تھی۔ اس لئے دنیا کا ایک ایک ذرہ آئینہ جمال تھا توفیقیہ میں لکھا ہے کہ جو چیز بھی دیکھے سمجھے کہ جلوہ ذات مقدس کا ہے اور یہ کتاب آپ کے حال کا مجموعہ ہے قال کا نہیں اگر کوئی شخص آپ سے غصے ہوتا ۔ باجودیکہ اس کا غصہ بیوجہ ہوتا تاہم اس کی تلافی اس طرح کرتے جس طرح ایک دوست نے دوست سے کرتا ہے آپ فرماتے تھے۔

رباعی

ہر کہ مارا رنجہ سازد راحتش بسیار باد ہر کہ مارا یار نبود ایزد اور ایار باد
ہر کسے خارے نہد درراہ ما از دشمنی ہر گلے کز شاخ عمرش بشگفد بے خارباء

بہت ہی مسکین نواز تھے فرماتے تھے ایک دن میرے استاد نے میری کتاب پر لکھ ڈالا کہ

ایں کتاب حق مسکین خدا بخش است یہ پڑھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ اللھم احینی مسکینا وامتی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ یعنے اے میرے پروردگار مجھے زندہ رکھ تو مسکینی میں اور موت دے تو مسکینی میں میرا حشر کر تو مسکینوں میں جو شخص حضور کی خدمت میں دوزانوں آ کر بیٹھتا۔ اسے کھل کر بیٹھنے کا حکم دیتے اس بارے میں ایک قصہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک بے پرواہ شخص کی خدمت میں گیا دوزانوں ہو کر بیٹھا رہا یہاں تک کہ میرے گھٹنوں میں درد پڑ گیا لیکن اس شخص نے اپنی زبان سے مجھے کھل کر بیٹھنے کا حکم نہ دیا تب سے میں اپنی تکلیف یاد کر کے کسی کو بھی اس تکلیف میں ڈالنا پسند نہیں کرتا چھوٹا بڑا ہندو مسلمان جو بھی آپ کے پاس آتا آپ کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کرتے تھے ایک دن ایک فاضل آپ کی خدمت میں کتاب پڑھ رہا تھا ایک ہندو آیا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اس کو بھی اٹھنا پڑا چونکہ اس کو حرجہ ہوا تھا کہنے لگا کہ حضرت کفار کی تعظیم تو شرعاً منع ہے فرمایا کیا کروں کہ تعظیم کے لئے اٹھنا میری عادت بن گئی ہے۔ اور یہ بیت پڑھا۔

ان النفس کالطفل ان تھملہ شب علی حب الرضاع وان نفطمہ ینفطم

آپ کی سادگی کمال کو پہنچ چکی تھی ایک پٹھان آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ حضرت میرا ارادہ کہیں دور سفر کو جانے کا ہے کسی فقیر کو فرما دیجئے گا کہ وہ میرے گھر کا ضروری کام کاج اور سودا سود کریگا۔ میری واپسی تک ہوتا رہے آپ نے منظور فرمایا وہ گھر میں ہدایت دے کر چلا گیا اس کے بعد آپ روزانہ اس کے دروازہ پر جاتے لونڈی سے کام کاج پوچھتے اور سرانجام دیتے رہے ان پردہ نشینوں کو تو خبر نہ تھی کہ یہ آپ ہیں یا کوئی فقیر وہ بھی بے دھڑک بتا دیتی تھی۔ ایک دن لکڑی بہ تھی تو آپ لکڑی کا ایک گٹھ سر

پر رکھے ہوئے اس کے در پر آئے اور آواز دی اتنے میں پٹھان بھی سفر سے واپس پہنچ گیا اور حضور کو اس حالت میں دیکھا تو بہت ہی شرمسار ہوا اور معذرت کرنے لگا حضور نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں میں بھی تو ایک فقیر آپ کے توکل کا یہ حال تھا کہ شروع شروع میں لنگر کا گذارہ مشکل سے ہوتا تھا ایک دفعہ آپ کے حرم محترم نے کپڑوں کے چند تھان آپ کے حوالے کئے کہ انہیں بیچ ڈالیں اس کی قیمت لے آئیں جو گھر کے کام آئے توکل کے اس مجسمہ نے وہ تھان فقراء میں تقسیم کر دیا اور جب گھر سے اس کی قیمت طلب کی گئی تو فرمایا کہ میں نے ایک سچے آدمی کو دیا ہے وہ قیمت پہنچا دے گا دو تین دن کے بعد ایک شخص سکنہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں نے آکر بہت سے روپے نذر کے طور پر دیئے ان میں سے مناسب رقم گھر میں دی اور باقی فقیروں میں تقسیم کر دی۔

نقل ہے: ایک دن نواب غازی الدین خاں نے حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں ایک کپڑا پیش کیا جس پر لکھا ہوا تھا۔

خدارا سوئے مشتاقاں نگاہے۔

اور اس کی غرض یہ تھی کہ میں نے اس پر ایک غزل لکھی ہے دعوت قبول فرمائیں اور آپ نے دعوت منظور کی ایک لنگی اپنی کمر پر باندھی اور وہ مصرعہ مولانا صاحب کے ہاتھ دیا اور پوچھا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ چلو گے۔ عرض کی اگر اجازت ہو تو چلوں گا۔ اور جوتی اُٹھانے کی سعادت حاصل کرونگا آپ انہیں مکان پر لے گئے صرف نواب صاحب مولانا صاحب اور حضور خود ہی تھے قوالوں نے وہی غزل پھر گانا شروع کی مجلس گرم ہوگئی اور حضور نے ان پر بے حد عنایات مبذول فرمائیں۔

نقل ہے: جب حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کا وصال ہوا اور جنازہ تیار ہو گیا تو صلحائے

زمانہ نے یہ رائے پیش کی کہ امامت وہی شخص کرے کہ جس سے کہ ساری عمر مستحب ترک نہ ہوا ہو کسی کو اپنے تیئں بھروسہ نہ تھا مولانا صاحب بھی اس عزت کے قابل ثابت ہوئے کہ امامت فرمائی۔

نقل ہے: جن دنوں قلعہ ملتان کفار کے محاصرہ میں تھا حضرت محمد جمال اللہ صاحبؒ کے بہت سے خادم وہاں محصور تھے شورش فرو ہوئی تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ملتان میں ایک قطب ہیں ان کے جیتے جی یہ قلعہ محفوظ ہے اور کبھی کسی دشمن سے فتح نہ ہو گا جب یہ بات جناب حافظ صاحبؒ کے کان میں پہنچی تو اگرچہ یہ بات خود ان ہی کے متعلق تھی تاہم فرمایا کہ ہاں سچ ہے حضرت مولانا صاحبؒ قطب زمانہ یہاں موجود ہیں۔

نقل ہے: جب حضرت حافظ صاحبؒ کا وصال ہونے لگا تو بہ آواز بلند عام طور پر کہا کہ ہم نے خزانوں کی چابیاں مولانا صاحبؒ کے حوالہ کر دی ہیں۔ میرے بعد جس کو حاجت ہو اس کے پاس جائے۔

نقل ہے: ایک دفعہ عبدالصمد والئے دائرہ دین پناہ حضرت حافظ محمد جمال اللہ صاحب کی خدمت میں آیا مولانا صاحبؒ کے کمال کا ذکر چل پڑا تو وہ کہنے لگا کہ بے شک مولانا صاحبؒ بڑے نیک بخت شخص ہیں۔ اس پر آپ رنجیدہ ہوئے اور کہا کہ یہ لفظ عام مسلمانوں کے حق میں بھی کہہ سکتے ہیں خدا کے ایسے برگزیدہ بندہ کے شایان شان نہیں ہے اس نے کہا میں کیا کہوں؟ فرمایا کہ مولانا صاحبؒ محبوب خدا ہیں ان کے شان میں جتنے تعریفی کلمے کہے جائیں کم ہیں نیز فرمایا کہ آج مولانا صاحبؒ کا یہ رتبہ ہے کہ اگر ان ہی کو ایک گھر میں محفوظ بند کر دیا جائے تو در و دیوار ان کے نکلنے سے مانع نہیں ہو سکتے مطلب یہ ہے کہ ان کا وجود بشریت سے روحانیت میں تبدیل ہو گیا ہے۔

نقل ہے: ایک دن اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھے تھے قوال نے غزل گانا شروع کی آپ پر وجد کی حالت طاری ہوئی تھوڑی ہی جنبش میں پیرہن سے باہر نکل آئے یہ بھی ان کی روحانیت کا ایک واقعہ ہے۔

نقل ہے: باوجود اس کے کہ آپ کو سماع کا بے حد شوق تھا لیکن فرمائشی طور پر کسی کو بھی گانے بجانے کی تکلیف نہ دیتے تھے۔

نقل ہے: باوجود اس کے کہ آپ کو اپنے پیر رہنماء نے خلعت کی نعمت سے فراز کر کے بیعت کی اجازت بخشی تھی لیکن پھر بھی کسی کو اپنی بیعت میں لینے کے لئے تیار نہ تھے بار رہا ان کے شیخ بعض ارادتمندوں کو ان کے پاس بھیجتے لیکن آپ ایسے طور پر انکار کرتے جو بے ادبی میں بھی شامل نہ ہوتا تھا۔

نقل ہے: ایک بار جناب حافظؒ علاقہ سنگھڑ میں تشریف لے گئے کسی نے کہا کہ قبلہ خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ نے خلیفہ محمد باران صاحب کو بیعت کی اجازت بخشی ہے اور وہ عام طور پر لوگوں کو بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے ایک ٹھنڈی سانس نکالی اور فرمایا سبحان اللہ میں نے تو چند بار مولانا صاحب کے بیعت کا امر کیا۔ لیکن وہ کسی بھی مرید کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس میں ایک نکتہ مخفی ہے کہ مولانا صاحب اپنے پیر کی موجودگی میں کسی کو بیعت میں لینا بے ادبی محسوس کرتے تھے۔

زہے ادب دارادت مرید!

نقل ہے: ایک بار حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ ملتان تشریف لے گئے اور جناب حافظ محمد جمال اللہ صاحبؒ سے کہا کہ آپ مولانا صاحب کو کیوں حکم نہیں دیتے کہ وہ خدا کا نام لوگوں پر تلقین کرے تا کہ خدا کی مخلوق ان کے فیض سے بہرہ یاب ہو فرمایا میں

نے تو بار رہا انہیں کہا مگر وہ نہیں مانتے فرمایا اچھا کوئی بختاور آدمی آئے گا اور ان کو منوائے گا اور ان کا بخل دور کر کے اپنا نصیبہ پائے گا۔ کچھ مدت گذری کہ ایک خراسانی پٹھان کو مولنا صاحبؒ کی بیعت کا شوق پیدا ہوا وہ آپ کی خدمت میں آیا اور حلقہ ارادت میں لینے کی درخواست کی مولانا صاحبؒ نے اپنی عادت کے مطابق انکار کر دیا ہر چند اس نے عاجزانہ التماس کی مگر منظور نہ کی پیمانہ پر ذوق شوق کا غلبہ تھا فرط محبت میں ادب و تعظیم کا خیال جاتا رہا ایک تلوار جو اپنے بغل میں دابے ہوئے تھا علم کی اور کہا کہ اگر آپ مجھے بیعت میں لیں تو بہتر ورنہ میں اس تلوار کے ساتھ تمہارا سر اُڑا دوں گا۔ چنانچہ آپ نے اسکو بیعت سے سرفراز کیا۔ اور ایسے کمال پر پہنچایا کہ خراسان میں اس کا نور آفتاب جہاں کی طرح چمک اٹھا ان کے شیخ کے وصال کے بعد مولانا صاحب کی شہرت اور قبول عام کا سکہ چاردانک عالم میں پھیل گیا لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں آتے اور فیض پاتے تھے یہاں تک کہ آپ خدا کے محبوب اور مقبول مانے گئے۔

بیت

بہ مقبولی کسے را دسترس نیست   قبول خاطر اندر دست کس نیست

اور جمالیہ میں لکھا ہے کہ ایک بار جناب حافظ صاحب نے اپنے غلاموں سے کہا کہ عالم رویا میں مجھے دکھایا گیا ہے کہ قضاء وقدر کے فرشتے میرے فیض کو خیر پور کی طرف لے جا رہے ہیں حافظ محمد سعید کہتے ہیں کہ میں نے جناب حافظ صاحب کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں ہمارے دین کا علم خیر پور شریف میں چلا گیا ہے میں حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے مصنف کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ جب جناب حافظ صاحبؒ مہار شریف کی طرف تشریف لاتے تھے تو

فرماتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ خیر پور شریف میں ایک مکان بنواؤں ۔ اور وہیں ڈیرہ ڈال دوں الغرض ویسا ہی ظاہر ہوا جیسا کہ جناب کے ارشادات تھے جب کافروں نے قلعہ ملتان کو فتح کرلیا تو زمانہ کے بڑے بڑے صلحاً وہاں سے نکل کر ادھر ادھر پھیل گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب حافظ صاحبؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ کی صورت میں اپنی سکونت خیر پور شریف میں اختیار کی۔

نقل ہے: حافظ نور جہانیاں صاحب اور دیگر معتبر لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ جب مولانا صاحبؒ نے ملتان سے ہجرت فرمائی اور موضع دنیا پور المعروف راوے والہ میں کچھ عرصہ ٹھیر گئے تو وہاں کے لوگوں کو اپنی عنایات بے غایات سے مالا مال کیا یہاں تک کہ وہ علاقہ آپ کے وجود سے رشک گلزار بن گیا تو یہ سنکر جناب حافظ صاحبؒ نے حافظ غلام حسن صاحب بھٹی کو ایک خط لکھا کہ جس کا مضمون یہ تھا آپ پر واضح ہو کر جناب مولانا صاحب ملتان سے چلے گئے اور کوثر و سلسبیل کی طرح وہاں کے لوگوں کو سیراب کررہے ہیں۔ آپ پر واجب ہے کہ جو کچھ ہو سکے ان کی نذر گذاریں ان کو اپنے مکان پر لے آئیں۔ اور اپنے تئیں بھی ان کے چشمہ رحمت سے سیراب ہوں نیز اس موقع کو غنیمت سمجھیں جب یہ نامہ نامی آپ کی خدمت میں پہنچا تو تعمیلاً جو کچھ بھی گھر میں موجود تھا از قسم زیورات و پارچات وغیرہ جناب مولانا صاحب کی خدمت میں لے گئے نذر دی آپ بہت ہی التجا اور آرزو کے ساتھ ان کو اپنے ڈیرہ چیلا دہن میں لے گئے اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔

نقل ہے: حافظ محمد افضل صاحب راوی ہیں کہ جن دنوں جناب حضرت محبوب اللہ مولانا صاحب موضع چیلا وہن میں اقامت پذیر تھے تو قبلہ عالم صاحبؒ کے عرس کے ایام

قریب آ گئے میرے والد حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ۔نے ان سے کہا کہ آپ بھی مہار شریف چلیں ہم سب غلام آپ کے ساتھ ہیں اور مل کر فیض پائیں گے۔حضرت محبوب اللہ جملہ حاشیہ نشینوں کے ساتھ تیار ہو کر روانہ ہوئے جب دریا کے کنارہ پر پہنچے اور کشتی میں سوار ہوئے تو مولانا صاحب کو سخت بخار ہو گیا کشتی کے ایک گوشہ میں بستر بچھا کر سو رہے اچانک اس وقت زور کی آندھی چلی اور کشتی زیروزبر ہونے لگی لوگ رونے پٹنے لگ گئے ملاحوں کا جی چھوٹ گیا لیکن ذات شریف ویسے ہی حالت استغراق قلبی میں آرام کر رہے تھے حافظ حاصل کو اندیشہ ہوا کہ خدا خیریت کرے ورنہ ملتان کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔اس لئے چند خواص کو اپنے ساتھ لیا اور حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آپ تو آرام میں ہیں لیکن لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر ڈوبنے کے قریب ہیں خدا کے لئے غور فرمائیں۔کہ خدا اس مصیبت سے نجات بخشے.اٹھے اور جناب باری میں دست بدعاء ہوئے فوراغیب سے کشتی کو ایک ایسا دھا کا لگا کہ وہ کنارہ پر پہنچ گئی تمام لوگ صحیح سالم کشتی سے اترے اور اپنی اپنی راہ لی۔

نقل ہے: جب حضرت محبوب اللہ مولانا صاحب کی تشریف آوری کی خبر خان صاحب محمد صادق خاں والئے ریاست بہاول پور کو پہنچی تو جناب نواب صاحب نہایت منت وزاری کے ساتھ ان کو خیر پور میں لے آئے۔ان کے خدام کو روزینہ مقرر کیا۔اور لنگر شریف کا تمام خرچ اپنے ذمہ لیا حضرت مولانا صاحب مدتوں اس شہر میں رہے خیر پور شریف ان کے وجود سے رشک گلزار ہو گیا وہاں ایک موذن مسجد ایک محفوظ کنواں اور عمدہ مہمان سرائے فقراء کے لئے حجرے اور دیگر لوگوں کے لئے عمارتیں تیار کیں۔

نقل ہے: میں نے بہت سے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ جناب حافظ غلام حسین صاحب

بھی بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص حضرت غوث بہاؤالدین زکریا کو دیکھنا چاہے تو حضرت مولانا محبوب اللہ کو دیکھ لے کہ دونوں بزرگوں کے درمیان صوری اور معنوی طور پر ایک بال کا بھی فرق نہیں۔

فائدہ: آپ کے کشف وکرامات وخوارق عادات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر عمر بھر لکھتے رہیں تو ختم نہ ہونگے ان کے کمالات کو صفحہ قرطاس پر لانا ایسے ہی کار محال ہے جیسا کہ کوہ قاف کو سوئی سے چھدنا یا جنگل کو ترازو سے ناپنا ہے۔

بیت

کے تو انم شرح وصنفش کرد اندر قید کلک   زان کہ موئے درنیاید گر کنم زاں صد کتاب

لیکن بہ مقتضائے ان لاتدرک کلہ لاتترک کلہ ان میں سے بعض درج کی جاتی ہے۔

نقل ہے: سید موسن شاہ جو آپ کے خلیفہ مجاز تھے لکھتے ہیں۔ کہ ایک بار حضرت قاضی صاحبؒ کے پوتے مولوی خدا بخش صاحب خیر پور شریف لے آئے تا کہ زیارت سے بہرہ یاب ہوں دوران ملاقات میں حضرت محبوب اللہ کے ایک خادم نے پانی طلب کیا خادم لوٹے میں پانی بھر کر لے آیا۔ میاں صاحب کے دل میں گذرا کہ جناب مولانا صاحبؒ عالم باعمل اور سنت نبوی کے پورے متبع ہیں لیکن نہیں معلوم کہ علم باطنی کے مالک بھی ہیں یا نہ آپ فورا ان کے دلی خطرہ سے آگاہ ہو گئے اور جواب یہ مصرعہ پڑھا۔

مصرعہ

باگر بہ وسگانت حق داد صد کرامت

میاں صاحب یہ مصرعہ سنکر نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ آداب سلوک میں سچ لکھا ہے کہ اگر ظاہری بادشاہوں کے پاس جاؤ تو منہ سے کوئی بھی نا مناسب بات نہ نکالو۔ اور اگر باطنی شنہشاہوں کے پاس جائیں تو چاہیے کہ دل پر کوئی خیال بد نہ لائیں۔

نقل ہے: میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ ملتان میں ایک چرواہا رہتا تھا وہ جناب مولانا صاحب کی خدمت میں آیا اور بیعت سے مشرف ہوا چونکہ نا خواندہ تھا اور کوئی وظیفہ یاد نہ رکھا اس لئے آپ نے اس کو اپنے نام نامی یا خدا بخش کا وظیفہ بتلایا۔ اس نے اسی کو ورد زباں بنالیا یہاں تک کہ یہ کلمہ اس کی زبان پر بے ارادہ جاری ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد چرواہا اس دنیا سے رخصت ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہے۔ اس کی اطلاع جناب محبوب اللہ صاحب کو ہوئی اور انہوں نے یہ ماجرا اپنے پیر روشن ضمیر حضرت حافظ صاحب کے گوش گذارا کیا آپ نے فقیروں کو اس کی تجہیز و تکفین و جنازہ کے لئے بھیجا لیکن جناب مولانا صاحب کو منع فرمایا کہ آپ جنازہ پر مت جائیں ایک شخص نے قبلہ حافظ صاحب سے پوچھا کہ جناب مولانا صاحب کو جنازہ پر جانے کی اجازت کیوں نہیں دی فرمایا کہ عشق و محبت کی جو آگ متوفی کے دل میں بھڑک رہی ہے اگر مولانا صاحب جاتے تو مجھے شبہ تھا۔ اور میں ڈرا۔ کہ مبادا مرید پنے شیخ سے چمٹ جائے اور ایک خلاف شریعت معاملہ واقع ہو جائے۔

نقل ہے: مولوی عظیم بخش احمد پوری کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں اقدس میں ایک خراسانی پٹھان آیا اور شرط آداب بجا نہ لایا اور گنواروں کی طرح بیٹھ گیا میں نے دل میں کہا کہ یہ لوگ کیسے وحشی اور بے ادب ہوتے ہیں فرمایا۔ اس کو اٹھا کر مسجد میں لے جاؤ۔ اور کہو کہ وہاں ٹھہرے اس کے کھانے پینے وغیرہ کا انتظام کر دیا جائے چنانچہ وہ

شخص کھاپی کر وہاں سو یا اُٹھا تو ظہر کی نماز کے بعد حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچا۔ ان کے پاؤں میں گر گیا زار دزار روتا تھا اور کہتا تھا کہ مدت ہوئی میں نے اپنے مطلب کے لئے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھر رہا ہوں بڑے بڑے بزرگوں کی خدمت میں گیا اور ان کی خدمت میں بیٹھا۔ مگر میرا مطلب حاصل نہ ہوا۔ آج جونہی یہاں پہنچا مجھے خواب میں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم جناب عبدالقادر صاحب جیلانی وغیرہ مشائخ کرام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور جو کچھ دل میں رکھتا تھا پالیا قدم بوسی کی اور تمام غلاموں کے ساتھ ادب سے ملا اور کسی طرف روانہ ہوا۔

نقل ہے: حاجی محمد نصرت جو حضرت حافظ صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھا بیان کرتا ہے کہ جب میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس آیا تو علاقہ حیدر آباد میں پہنچا۔ دیکھا کہ ایک جگہ بہت سے لوگ جمع ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں کسی نے کہا کہ چند دن سے ایک کامل فن پیر مغاں یہاں آئے ہوئے ہیں ہزار ہا لوگ ہندو مسلم ان سے فیض پا رہے ہیں مجھے بھی ان کے دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا جب میں قریب پہنچا تو دیکھا۔ کہ ایک بزرگ بعینہٖ حضرت محبوب اللہ مولانا صاحب کی ہمصورت بیٹھے ہیں اور لوگ ستاروں کی طرح اس ماہ منیر کے گرد حلقہ باندھے کھڑے ہیں میں حیران ہو کر آگے گیا تو بالکل مولانا صاحب کا ہم شکل پایا یہ بزرگ لوگوں کے ساتھ مشغول تھے اور کبھی کبھی گوشہ چشم میری طرف بھی کر لیتے تھے جب فارغ ہوئے تو میری طرف توجہ فرمائی اور کہنے لگے کہ حافظ نصرت حیران ہو کر دور کیوں کھڑے ہو۔ قریب آؤ۔ کہ میں بھی تمہارا پیر بھائی ہوں۔ تب مجھے یقین ہوا کہ یہ صاحب خود بذات مولانا صاحب ہی ہیں۔ قدم بوسی کی اور عرض کی ہ حضور یہاں کیوں کر تشریف لائے۔

فرمایا کہ مجھے امر الٰہی ہوا۔ کہ جاؤ اور ان لوگوں کو فیض پہنچاؤ۔ لیکن دوست یہ راز ظاہر کرنے کا نہیں ۔ ورنہ تمہارا خود نقصان ہو گا الغرض میں روانہ ہوا اور لمبی لمبی مسافتیں طے کر کے خیر پور شریف پہنچا۔ یہاں آیا اور دیکھا تو حضرت محبوب اللہ مولانا صاحب ظاہری شکل میں تشریف فرما ہیں پھر قدمبوسی کی تو آپ مسکرا دیئے اور مجھے ملے میں نے خادموں سے پوچھا کہ ان دونوں جناب مولانا صاحب کہیں تشریف بھی لے گئے تھے انہوں نے کہا کہ نہیں تب سے میں نے سمجھا کہ ولی اللہ عام لوگوں کی طرح ایک جسم میں مقید نہیں ہوتے بلکہ متعدد جسموں کی صورت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔

نقل ہے: میاں عبداللہ آپ کے خادم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بیٹھے بیٹھے آپ نے فرمایا کہ میرا گھوڑا زین کرو۔ کہ میں احمد پور جانا چاہتا ہوں لوگ حیران ہوئے اور وجہ معلوم نہ ہو سکی لوگ معترض بھی ہوئے مگر پرواہ نہ کی اور چلے گئے ہم میں سے بعض ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے پہنچے وہاں جا کر سنا کہ خان صاحب محمد صادق خاں نواب والئے بہاول پور سخت بیمار ہیں بلکہ نزع کی حالت میں ہیں ان کا حال دگرگوں ہے اور زبان سے داد فرمایا د کے کلمات جاری ہیں خود بذات اس کے ڈیرہ پر پہنچے وضو تازہ کیا اور منہ مبارک ان کے کان کے قریب لے جا کر کلمہ شریف تلقین کی۔ خان صاحب فوراً چپ ہو گئے اور کلمہ طیبہ کا ذکر بہ آواز بلند کرنے لگے اور اسی حالت میں ہی راہئے ملک بقا ہوئے پھر حضور نے اپنی نگرانی میں ان کی تجہیز و تکفین کی اور ان کے بیٹے بہاول خاں کو ان کی بجائے مسند ریاست پر بٹھلایا ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر خیر پور شریف لے آئے جناب قاضی محمد عاقل صاحب فرماتے ہیں کہ خان صاحب آپ کے یاروں میں سے تھے باطنی طور پر اس امر کا پتہ آپ کو ہو گیا تھا اس لئے وہاں سے اتنی لمبی مسافت

طے کر کے صرف اس کی ہدایت کے لئے پہنچے۔

نقل ہے: ایک دفعہ آپ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ کے چند امورات سرانجام کرنے کے لئے قلعہ ڈیرہ میں تشریف فرما تھے ان دنوں والی ریاست بہاول پور بہاول خاں ثالث تھے نواب صاحب آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ میرے ملک میں خشک سالی کی وجہ سے لوگ بہت تنگ ہیں خدا کے لئے دعا کریں آپ نے دعا طلب کی اور خان صاحب سے فرمایا کہ اپنے اہلکاروں کو حکم دیں کہ وہ مکانات کے پرنالہ وغیرہ ٹھیک کر لیں مگر چونکہ وہ امیر آدمی تھے سستی کر کے اس حکم کی تعمیل نہ کی خدا کی قدرت اسی روز آسمان کے دروازے کھل گئے اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ آپ کے مکان کے سوا تمام سرکاری مکانات وغیرہ گرنے لگ گئے خدا کی مخلوق بارش ٹھیر جانے کے لئے اماں مانگ رہی تھی خان صاحب پھر آپ کی خدمت میں پہنچے اور عاجزانہ التماس کی کہ ہم نے حضور سے بارش مانگی تھی نہ کہ سیلاب خدا کے لئے غور فرمائیں کہ مینہ برسنا بند ہو جائے تا کہ لوگ نقصان سے محفوظ رہیں۔ آپ نے پھر دعا کی خدا کی قدرت بارش تھم گئی۔

نقل ہے: مشہور ہے کہ خیر پور شریف کے علاقہ میں موضع در پور کے قریب دریا چڑھ آیا۔ لوگوں کی زمینیں اور درخت گرنے لگے نواب صاحب نے لوگوں کو دعا طلبی کے لئے حضور کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے دعاء فرمائی بعض لکھتے ہیں کہ کچھ دم کر کے دیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں سے تھوڑا سا پانی منگا کر پی لیا۔ بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ ریا وہیں ٹھہر گیا اور اس موقع سے آگے بڑھنے نہ پایا جہاں کہ آپ کی چار پائی رکھی ہوئی تھی اب تک یہی حالت ہے۔

نقل ہے: مولوی عبید اللہ صاحب ملتانی لکھتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کی خدمت میں

خیر پور شریف حاضر ہوا حضور گھر تشریف رکھتے تھے میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر آج میں ملتان ہوتا تو سیویاں کھاتا اس خیال کے بعد آپ نے میرے نام آواز دی جب میں دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ سویوں کا ایک تھال لئے ہوئے کھڑے ہیں مجھے بخشا اور فرمایا کہ کھاؤ۔

مولوی عبیداللہ لکھتے ہیں کہ میاں خواجہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ جب حق تعالے کسی کو دولت عطا کرتا ہے تو وہ اسے عمدہ مکان بنانے لذیذ کھانا کھانے مختلف شادیاں کرنے پر خرچ کر دیتا ہے حضور نے فرمایا کہ مجھے بھی ایک عادت ہے ہر چند میں نے کوشش کی مگر وہ زائل نہیں ہوتی۔ وہ علت مکان بنانا ہے اس نے عرض کی کہ یہ کام ایک قسم کا فیض ہے کیونکہ آپ جتنے مکانات بنواتے ہیں اس میں مہمانوں اور عوام کے آرام مقصود ہے جیسے کہ کنوئیں مساجد خانقاہیں۔

نقل ہے: جناب حافظ صاحبؒ کے وصال کے بعد تجویز ہوئی کہ روضہ شریف تعمیر کیا جائے یگانہ روزگار اصحاب نے بیٹھ کر مشورہ کیا اور تعمیر شروع ہوگئی لیکن اثنائے تعمیر میں کسی قدر اختلاف کی وجہ سے کام میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ آخر حضرت مولانا صاحب نے جناب حافظ صاحبؒ کے حرم محترم کو تعمیر کا مختار بنایا جو بہ احسن طریق مال حلال سے اختتام پذیر ہوا۔

نقل ہے: جب حضرت مولانا صاحبؒ نے محض بہ توکل علے اللہ کام شروع کیا تو ان دنوں کچھ بھی موجود نہ تھا جو مزدوروں اور معماروں کو دیا جائے آپ نے چند کتابیں کسی شخص کے پاس گروی رکھیں اور کچھ رقم حاصل کر کے کام کو شروع کیا خدا کی قدرت ابھی وہ رقم ختم نہ ہوتی تھی کہ کہیں نہ کہیں سے دوسری رقم ملجاتی الغرض تھوڑی سی مدت میں

مکانات متعلقہ تیار ہو گئے ایک حیرت ناک قصہ یہ ہے کہ جب معمار جنوبی اور مشرق طرف کا برآمدہ تجر کی صورت میں بنا چکے تو شمالی اور مغربی طرف تجر کے بنانے سے انکار کیا اور کہا کہ ان کا آپس میں ملنا ہمارے حیطہ اختیار سے باہر ہے جب تک کہ پیل پایہ کھڑے نہ کئے جائیں اگر پیل پایوں کی اجازت ہو تو ہم کام رکھ سکتے ہیں۔ فرمایا کہ پیل پایہ بنانے سے مکان بدزیب اور جگہ تنگ ہو جاتی ہے وہ خدا جس نے کہ آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ قادر نہیں کہ اس چھوٹے سے مکان کو ستونوں کے بغیر کھڑا رکھ سکے بسم اللہ کرو۔ اور کام شروع کرو معماروں نے حکم کی تعمیل کی اور تجر بغیر ستونوں کے ملانا شروع کر دی وہ ایسی دلکش اور مرغوب بنی کہ لوگ اسے دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔

نقل ہے: دیوان سانون مل ناظم ملتان کو کسی عمارت کے لئے تجر کی ضرورت تھی اس نے انہی معماروں کو بلایا اور کہا کہ مجھے ویسی ہی تجر بنا دو جو جناب حافظ صاحب کے ارد گرد ہے انہوں نے کہا کہ وہ تو صرف مولانا صاحب کی کرامت سے ہوئی تھی ورنہ تعمیری اصولوں سے ویسی تجر کا بننا ممکن نہیں ہے۔

نقل ہے: خیر پور شریف کے مغرب کی طرف پوہڑوں کی ایک بستی ہے لوگوں نے وہاں ایک کنواں کھودا۔ لیکن پانی کڑوا نکلا۔ لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور میٹھے پانی کی درخواست کی حضور نے قدم رنجہ فرمایا کہ یہاں روئی کھودو۔ لوگوں نے تعمیل کی تو نہایت خوشگوار اور میٹھا پانی نکلا۔

نقل ہے: سید شرف ولد عنایت شاہ قطب پوری کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سخت بیمار ہوا ہر چند علاج کیا مگر آرام نہ ہوا اتفاقاً آپ ملتان شریف سے وہاں تشریف فرما ہوئے۔

کلاہ گوشہ دہقان بہ آسمان رسید

میں نے اپنے تیئں چار پائی پر اٹھوایا اور حضور میں پہنچا میرے حال پر بے حد مہربانی مبذول فرما کر حقیقت حال پوچھی میں نے مفصل حقیقت بیان کر کے شفایابی کے لئے عاجزانہ التماس کی آپ نے دعاء فرمائی اچانک ایک گویا وہاں پہنچا اور گانا شروع کیا اس سے پہلے مجھے وجد کبھی نہیں آیا تھا خدا کی قدرت مجھ پر وجد کی حالت طاری ہوئی اور مجھے بالکل تندرستی آ گئی فارغ ہو کر میں خود بخود گھر چلا آیا۔ سچ ہے۔ لقاء الخلیل شفاء العلیل۔

قاضی محمد بخش راوی ہیں کہ قاضی محمد پناہ سکنہ موچ کھر کو آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا بہ توفیق الٰہی ایک مشکیزہ پانی سے پر کر کے اور تھوڑا سا زادراہ لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو کر چل دیئے کہیں جا کر سو رہے صبح کو اٹھ کر اونٹ کو تیار کیا اور اپنا اسباب مضبوط باندھ دیا روانہ ہونے کو تھا کہ اونٹ کی مہار ہاتھ سے گر گئی اور جنگل کو بھاگ نکلا یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گیا ہر چند تلاش کی مگر نہ ملا ظہر کے وقت اس پر پیاس اور تکان ایسی غالب آئی کہ حس و حرکت نہ کر سکتا تھا یہاں تک کہ جان لبوں پر آ گئی اور زندگی کی امید نہ رہی حواس ختم ہو گیا ناچار ایک چادر نشان کے طور پر باندھ دی اور آپ اس کے نیچے زمین کھود کر پڑ رہا رفتہ رفتہ اس پر غشی طاری ہوئی۔ عالم بے خودی میں دیکھتا ہے کہ حضور تشریف لائے اور اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا محمد پناہ اٹھو۔ اور پانی پیو اس نے سوچا کہ شاید میں حالت نزع میں ہوں۔ اور میرے پیر روشن ضمیر آ موجد ہوئے الغرض دو تین مرتبہ ایسا ہی فرمایا تیسری دفعہ اسے کچھ ہوش آیا اور دیکھا کہ آنحضرت میری تیمارداری میں مصروف ہیں اور میری زندگی کے لئے مایہ حیات لائے ہیں اُٹھ کھڑا ہوا لیکن حضور کو نہ پیا ادھر ادھر پھرا دیکھا کہ مصفا پانی سے لبریز ایک چشمہ ہے جس کے ارد گرد تازہ سبزہ اُگا ہوا ہے حیران ہوا کہ اس ویران جنگل میں ایک ایسا چشمہ کہاں سے آیا یقین کیا کہ یہ

تصرف میرے پیر کا ہے الغرض چشمہ سے اپنی پیاس بجھائی وہاں کوئی نشان باندھ کر اونٹ کا پتہ لینے کے لئے چل دیا چند قدم چلا ہوگا کہ اس کا اونٹ بھی مل گیا پانی کے کنارے پر واپس آیا مشکیزہ کا اگلا پانی گرادیا اور اسے اس چشمہ غیب کے پانی سے پر کر کے باندھ دیا اور زنجیر وخوبی چلادیا چند دنوں کی بادیہ پیمائی کے بعد حضور کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور زار وزار رونے لگا آپ مسکرادئے اور پوچھا کہ سفر کیسے گذرا قاضی کے سر پر جو مصیبت گذری تھی بیان کی اور چشمہ غیب کے پانی کو تقسیم کردیا۔

نقل ہے: مولوی عبید اللہ حاجب حکیم خدا بخش خیر پوری سے راوی ہیں کہ مولوی غلام محمد جناب حافظ صاحب کے بھانجے جوان کے دامان بھی تھے جناب حافظ صاحب کی خدمت میں پڑھتے تھے ایک بار سبق پڑھ رہے تھے ان کے دل میں کوئی خیال گذرا اور توجہ اکھڑ گئی آپ نے نور معرفت سے معلوم کرلیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ لنگی کے معاملہ سے دل کو فارغ کرو اور سبق پر توجہ دو لنگی تمہیں مل جائے گی حاضرین حیران ہوئے کہ ایک معمولی کلمہ آپ کی زبان پر کیونکر جاری ہوگیا۔ بے چارہ مولوی اپنے کئے پر نادم ہوا اور سبق سے فارغ ہوکر بیان کیا کہ ایک شخص نے دو لنگیاں حضور کی خدمت میں نذر گذاریں۔ آپ نے دو لنگیوں کو امانت رکھ دیا جب میں حاضر ہوا تو امین سے کہا کہ ایک لنگی غلام محمد کو دیدو اور دوسری فلاں کو جب میں گھر آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میری لنگی کم قیمت اور دوسری لنگی بیش قیمت تھی مجھے رنج ہوا کہ مجھے کم قیمت لنگی کیوں دی گئی حالانکہ مجھے نسبت قرابت حاصل تھی سبق پڑھتے ہوئے میرے دل پر اس پرملال خیال کا آنا تھا کہ پیر روشنضمیر نے ٹوکا۔

نقل ہے: انوار جمالیہ میں ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد جناب حافظ صاحب کی حرم محترم

فوت ہو گئیں ان کے پاس جتنے بھی زیور تھے وہ خانقاہ شریف کے لئے آپ کو نذر دے حضرت مولانا صاحب نے ان سے خانقاہ شریف کے گرد ایک چاردیواری بنوائی جس کی ہیئت قلعہ کی طرح ہے عرس شریف کے ایام میں جب کہ زائرین کی کثرت ہوتی ہے لوگ آسانی کے ساتھ وہاں آجا سکتے ہیں۔

نقل ہے: حضرت قبلہ عالم صاحب کے وصال کے بعد حضرت حافظ صاحب نے ایک چاردیواری بنوائی۔ اور چاہتے تھے کہ خانقاہ شریف کے دروازہ کے آگے ایک وسیع چھجہ بنایا جائے وہ اتنا وسیع ہو کہ اس کے زیر سایہ جتنے بھی لوگ آسکیں آرام کریں بقضاء الہی آپ کا وصال ہو گیا اور یہ ارادہ تشنہ تکمیل رہا جب ان کے بعد حضرت مولانا صاحب زیب آرائے مسند خلافت ہوئے تو اپنے پیر روشن ضمیر کے ارادہ پورا کرنے کی تڑپ ان کے دل میں ہوگئی خیر پور شریف سے یہاں تشریف لائے۔ اور اس کی تعمیر کا ارادہ ظاہر کیا اور میرے دادا خواجہ نور احمد صاحب سے اجازت طلب کی اس کے آثار کھودنے لگے تو میاں غلام رسول لانگری جو حضرت قبلہ عالم صاحب کے خاص غلام اور مجاور بھی تھے اس کی تعمیر سے مانع آئے اور کہا کہ اول اتنی رقم موجود کرو جو اس کار خیر کے لئے مکتفی ہو اور مجھے دکھاؤ پھر کام شروع کرو ورنہ بے سود آستانہ کی زمین کو مت کھودو حضور نے تو یہ کام توکل الہی پر شروع کر دیا تھا اور کچھ بھی اپنے ساتھ نہ لائے تھے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نقدی نہیں جو نہیں دکھا سکوں اس نے کہا تو پھر خالی ہاتھ کیونکر اتنی بڑی تعمیر کا ارادہ کرتے ہو آپ اس خیال کو چھوڑ دیں اور چلے جائیں اور جب تک کہ مجھے رقم دکھاؤ گے نہیں میں مشورہ نہیں دوں گا آپ چپ رہے اور چلے گئے جب آپ تین کوس کے فاصلے پر بستی مبارک پور میں پہنچے تو وہاں نواب صاحب بہاولپور کے ایک امیر کبیر

میاں محمد قائم کا کاردار خدمت میں پہنچا اور دو سو روپیہ نقد پیش کر کے کہا کہ مجھے میاں محمد قائم نے دعا طلبی کے لئے بھیجا ہے اور یہ نذر دی ہے آپ قبول فرماویں اور دعا دیں فورا روپیہ لے کر حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں واپس گئے۔ اور روپیہ میاں غلام رسول کو دکھا کر اجازت طلب کی چنانچہ ان کا مشورہ کے مطابق کام شروع کیا گیا خدا کی امداد شامل حال تھی کہ ابھی ایک رقم ختم نہ ہوئی تھی کہ دوسری رقم پہنچ جاتی اس طرح ایک علیشان چھج تیار ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

فائدہ: ان کے معاملہ کی سچائی اور نیت کا خلوص ملاحظہ ہو کہ جس طرح آپ نے محض بہ توکل الہی اپنے پیر اور پیران پیر کے مزارات پر عمارات تعمیر کرائیں رب تعالیٰ نے ان کے وصال کے بعد اتنے اور ان سے بھی زیادہ خوبصورت مکان تعمیر کرانے کے اسباب پیدا کر دئے۔ قولہ تعالے من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا۔

حضور کے عادات واطوار واقوال!

مولوی عبیداللہ ملتانی نے ایک رسالہ میں آپ کے عادات واطوار کا ذکر کیا ہے تبرکا یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

ا۔ آپ کیعادت تھی کہ اگر کسی شخص میں رشد اور ولایت کے آثار دیکھتے تو اسے فرماتے کہ جو شخص بھی تجھ سے کچھ پوچھنا چاہے بتلانے میں دریغ نہ کرنا۔ اگر کوئی شخص کوئی ورد پوچھتا تو فورا رخصت دے دیتے تھے اور اس پر کوئی قیود اور شرائط نہ لگاتے تا کہ اس پر آسانی ہو بمصداق

ان الذین یسرون لن یشاء والذی احدالا من الخواص

۔جب کوئی شخص مخلص اور مرید آپ کی خدمت میں آتا تو اس کی تعظیم کرتے اور اس کے دل کو خوش کرنے میں حتی الامکان کوشش کرتے یہاں تک کہ وہ سفر کی تکان بھول جاتا اور عموماً یہ شعر پڑھتے تھے۔

بیت

آمدی و آمدنت بس خوش است دیدن روئے تو عجب دلکش است

آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص جانے کی اجازت چاہتا تو یہ شعر پڑھتے۔

مرید وصالہ ویرید ھجری فاترک ماُرید لما یرید!

اُرید وصالہ ویرید ھجری فاترک ما ارید لما یرد

شعر

ھجرے کہ بود رضائے محبوب! از وصل ہزار بار خوشتر!

آپ کے اکثر اوقات طالبان حق کے لئے وقف تھے قصوں اور دل آویز اشعار کے ضمن میں لوگوں کو وعظ کرتے تھے جب اس سے فارغ ہوتے اوراد پڑھتے جب آپ گفتگو شروع کرتے تو لوگ چپ چاپ بیٹھے رہتے اور خلوت اور انجمن کا نظارہ ہوتا اگر کوئی شخص حاجت مانگنے کے لئے آتا فوراً اس کی حاجت روائی کرتے ورد وظائف کے پڑھنے تک اسے نہیں بٹھلاتے تھے سادہ کپڑے پہنتے اور سادہ خوراک کھاتے تھے۔

نقل ہے: میاں غلام رسول لانگری نے ایک بار آپ سے فرمایا کہ آپ تو بہت کمزور ہو گئے ہیں دوائی کیوں نہیں کھاتے۔ فرمایا کہ اگر کوئی شخص مجھے لکھ کر دے کہ تمہیں اس دوائی سے آرام ہو جائے گا تو میں اس کا علاج کرونگا نیز آپ فرماتے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میری بھوک کم ہو نہ زیادہ۔

نقل ہے: ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرے پاس ایک مقوی دوائی ہے کہ ایک تولہ پر ایک روپیہ خرچ آتا ہے پانچ وزن کر کے دئے آپ نے سب کو ایک دفعہ کھا لیا اور فرمایا کہ کون روزانہ استعمال کی تکلیف گوارا کرے خدا کی قدرت کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

نقل ہے: مولوی عبیداللہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ لعاب بھیدانہ خشک کھانسی کے لئے بہت مفید ہے آپ اسے استعمال کریں جواب میں یہ بیت فرمایا۔

بیت

اے دوائے عزت و ناموس ما　　اے تو افلاطون و جالینوسما

ارشارہ تھا عشق الہی کی طرف کہ وہی میری دوائی ہے۔

دوسرے ملفوظات میں چند باتیں لکھیں تبرکا لکھتا ہوں فرماتے کہ میرا وجود تو حجرا سود کی طرح ہے کہ وہ کالا سیاہ ہے اور لوگ اسے چومتے ہیں تو بس۔

باطل است آنچہ مدعی گوید　　خفتہ را خفتہ کے کہند بیدار

ایک دن کسی نے مولوی عبدالرحمٰن بھڈیرہ کی وصال کی خبر صبح کے وقت دی آپ نے یہ شعر پڑھے۔

شعر

علمے کہ بہ عالم است آموختہ گیر　　مالے کہ بہ گیتی بود اندوختہ گیر

آموختہ واندوختہ را سوختہ گیر　　ناگاہ چراغ اجل افروختہ گیر

شعر

فرق فرق الدرس وحصل حالا   ضیعت العمر ولم تنل الامالا

لاینفعك العكس ولا النقیض   ولا افعل یفعل افعنلالا

شعر

در طلب زن دائما تو ہر دو دست   کہ طلب در راہ نیکو رہبراست

خاص و عام ہر ایک غلام کو علم فرائض خلاصۃ الحساب شرح مغنی رسالہ اصطرلاب اور اس کا قرعہ بنانا زیچ کی تعلیم شرح ہدایہ حکمت اقلیدس کی ترغیب دیتے تھے۔ یا تو اس خیال سے کہ یہ علوم متروک ہو گئے ہیں لوگ کاہلی نہ کریں یا اس خیال سے کہ انہیں خود بہ مشکل حاصل ہوئے تھے لوگوں کو مشکل پیش نہ آئے یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔

شعر

بے کار مباش کچھ کیا کر!   خون دل عاشقاں پیا کر

نفحات الانس میں مولانا صاحب جامی علیہ الرحمۃ حضرت ابوسعید سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن آپ گدھے کو نمدے پہنا رہے تھے پہناتے تھے اور کھولتے تھے یہی مشق جاری تھی کسی نے پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہو فرمایا کہ نفس کو کسی کام میں لگاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے کسی کام میں لگا دے نفحات میں ہے کہ شیخ احمد دین حسین بن منصور الحلاج رحمۃ اللہ علیہم کو تہجد کے وقت ان کے باپ نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحتیں کریں فرمایا اپنی نفس کو ذلیل کر اس سے پہلے کہ وہ تجھے ذلیل کرے۔ اور عموما یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

شعر

کارہا بر خواہش خود خواستن کار خداست   بندہ باشی و خدا خواہی تو ای ناداں چراست

شعر

پس از صد سال ایں معنی محقق شد خاقانی که یکدم باخدا بودن به از ملک سلیمانی

شعر

خویش راگم کن وصال ایں است و بس خود مباش اصلاکمال ایں است و بس

شعر

چین برجین رنجش ہر خس نے کند دریا دلاں چو آب گہر آرمیده اند

شعر

مپوش چہره مشو درہم از تفرج خلق که خواند خط تو برروی ان یکادو دمید

ان دو اشعار کا مطلب غصہ نہ ہونا ہے بلکہ لوگوں کو پانی پر تنکے کی طرح جانا چاہیے کہ وہ خدا کی ارادہ کی لہریں انہیں لاتی اور لے جاتی ہین اور خط پڑھنا سے مراد بروئے آیۃ کریمہ ان یکاد دمیدن سے مراد بالغ ہونا اور سالک کا درج کمال پر پہنچنا ہے۔ صبح کے وقت زبان گوہر فشاں سے یہ شعر فرماتے تھے۔

غزل

سحر برخیز ذکر بے ریا کن!! بداں درگاه خود را آشنا کن

اگر گوئی که من درویش حالم نظر بر خاندان مصطفے کن !

اگر گوئی که برمن ظلم رفت است نظر برکشتگاں کربلا کن!!

شعر

سعادت خواہی ازعادت گذرکن که ترک عادت است اصل سعادت

شعر

خلق نکو سعادت ابدی است ایں سعادت بسر کسے ند ہند

ترک عادت سے مراد نفسانی خواہشات کا چھوڑ دینا ہے۔

شعر

چوں رزق مقدر است کم کوشی بہ چوں گفتہ نویسند بہ خاموشی بہ!
چوں میگزرد عمر بدرویشی بہ چوں ہیم حساب است نمد پوشی بہ

ان دوابیات سے مراد تسلیم و رضا ہے۔

رباعی

مودب صورتے پشمینہ پوشے
ملائک سیرتے خانہ بدوشے
جہاں گرد و حلیم و برد بارے!
قناعت کردہ از دنیا بہ غارے

اس سے مراد اونٹ ہے کہ جس سے مقصود عبودیت و رضائے ہے۔ اصل میں یہ حدیث شریف کا مضمون ہے۔ المومنون کالجمل الانف ان قید انقادوان ینخ علے صخرۃ استناخ۔

شعر

نخواہد این چمن از سرو ولالہ خالی ماند یکے ہے رود و دیگر ہے آید

سرو سے مراد مرشد کامل اور لالہ سے مراد عاشق زار ہے۔ جو داغ ہجر میں مبتلا رہتا ہے مراد یہ ہے کہ دنیا طالب اور مطلوب سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ نظام عالم کا قیام اسی گروہ پر موقوف ہے۔

شعر

راز دل گر میتواں بایار جانی ہم مگو　　یار را یارے بود ازیار یار اندیشہ کن

آخری مصرعہ میں جو دو یار کے لفظ استعمال ہوئے ہیں ان دونوں سے مراددولب ہیں جیسا کہ عربی کا مقولہ ہے کل سر جاوز الاثنین شاع یعنے جب ایک راز دولبوں سے نکل گیا تو پھیل گیا شیر وشکر میں ہے۔

بیت

دردل خود کافرست ویاجھود　　درخموشی راستہ است از ہرعنود

اگر تو کافر ہے یا جھود ہے اور زبان کو خیال پر نہیں لاتا مگر دل میں رکھتا ہے تو کسی کو تیرا عندیہ معلوم نہیں ہوگا یعنی خاموشی ایسی چیز ہے کہ دوست دشمن سے چھڑا سکتی ہے۔

بیت

ابلہلے راصرفہ زرے کنی　　صرفہ گفتار کن ارے کنی

بیت

کوہ بہ گنجد چو بہ گنجائش!　　کاہ نہ سنجد چونہ سنجایش

یعنے سالک خداوند تعالے کے قرب حاصل کرنے میں جتنی سعی کرتا ہے خداوند تعالے کا فضل اتنا بڑھتا چلا جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من تقرب الی ذرا عاتقربت الیہ باعا ومن اتانی یمشے آنیہ ہرولتہ. اورقرآن شریف میں آیا ہے۔ان اللّٰہ لا یغیر مابقوم حتی یغیر واما بانفسھم ۔یعنی جتنا کہ انسان قرب الٰہی ڈھونڈتا ہے اس سے زیادہ اس کو قرب حاصل ہوتا ہے۔

شعر

چند نزانگشت تو در عقد بیست بستن پندار بودت میل زیست

یہ بیت امیر خسرو کا ہے جو مطلع انوار میں درج ہے۔

نزانگشت در عقد سے مراد جماع ہے اور بستن سے مراد شہوت کا ترک کر دینا ہے۔ شاعر کہتا ہے اگر تجھے زندگی کی خواہش ہے اور اسے خوش گزارنا چاہتا ہے۔ تو شہوت کو ترک کر دے اور جماع کم کر دے جیسا کہ کلام اللہ شریف میں ہے۔ وابتغوا ما کتب اللہ لکم۔ یعنے مقصود جماع سے اولاد کا حاصل کرنا ہے نہ کہ شہوت رانی۔

ابیات

درد منداز کوچہ دلدارے آئیم ما آہ کز دار الشفاء بیمارے آئیم ما

عشق مارا عاقبت درکوی اوبے قدر ساخت یار کم مے خواہد وبسیارے آئیم ما

شعر

جذبہ و عشق و محبت از دو جانب میشود یار میخواہد و لم چوں یار میخواہد و لم

آخری مصرعہ میں پہلے دلم کو فاعل بناؤ اور دوسرے ولم کو مفعول مطلب یہ ہوگا کہ جب میرے دل کو چاہتا ہے تو میرا دل کو چاہتا ہے۔ شعر

عاشقاں ہر چند مشتاق جمال دلبراند دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق تراند

یعنے محبت جانبین سے ہوتی ہے اور معشوق کی طرف سے محبت پہلے پیدا ہوتی ہے کیونکہ اگر حسن جلوہ نہ دے تو عاشق کیونکر مبتلائے عشق ہوسکتا ہے۔

شعر

تا کہ از جانب معشوق نباشد کششے کوشش عاشق بے چارہ بجائے رسد

شعر صاف ہے ترجمہ کی ضرورت نہیں صرف وہاں ترجمہ کیا گیا جہاں سمجھنا مشکل ہو گیا۔

شعر

ہرگز نہ نہد بلبل پادرصف گلزار   تا گل بہ طلب گارئے اولب نکشاید

شعر

دلا چو حلوہ بہ بنی شہد کن خودرا   کہ یاد دار چنیں موت گاہ گاہ مے آید

حلوہ سے مراد ذوق الہی ہے اگر تجھے ذوق الہی بخشا جائے تو اس میں سر دھڑ کی بازی لگا دینا شرط ہے اور غنیمت سمجھ کہ ایسی موت کبھی آتی ہے۔ چاہے کہ اس کی کشش میں گداز ہو جائیں ممکن ہے کہ یہاں حلوہ کی بجائے جلوہ کا لفظ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جب معشوق حقیقی کا جلوہ نظر آئے اپنے تیئں اس کی تصدیق کردے یعنی اپنی ہستی کو مٹا دے کیونکہ ایسی موت خواص سے مخصوص ہے عوام اس رستے سے نہیں گذر سکتے جیسا کہ ایک اور شعر ہے۔

شعر

دار را معراج خوانند سر داران عشق   عشق کے ہر بو الہوس را بر سر دار آورد

تا تو ہستی خدائے در خواب است   چوں شوی نیست او شود بیدار

جب تک کہ تو اپنے تیئں ہست جانتا ہے یعنی مٹ نہیں جاتا خدا بھی سویا رہتا ہے۔ اور جب تو محو مطلق ہو جاتا ہے تو خدا بیدار ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ وصال حقیقی بے خودی میں پوشیدہ ہے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔

من با او نہ پیوستم تا از خود نہ گستم   واز خود نہ گستم تا با او نہ پیوستم

ترجمہ: میں خدا سے نہیں ملا جب تک علائق سے کنارہ نہیں کیا اور جب تک اس کے ساتھ نہیں ملا تعلقات نہیں چھوٹے شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ علی سیاح کہتا ہے کہ ماورای

النہری کہتے ہیں تا نرہی زیابی اور عراقی کہتے ہیں تا نیابی نہ رہی پہلا خیال یہ ہے کہ تو حقیقت کونہیں پائے گا جب تک نہیں چھوڑے گا دراصل دونوں کا معنی ایک ہی ہے خواہ مٹکے کو پتھر پر ماریں یا پتھر کو مٹکے پر (جیسا کہ نفحات الانس میں ہے)

شعر

آنچہ برمن مے رودگر برشتر رفتے زغم ‌ ‌ ‌ ‌ مے زندوے کافراں در جنت الماٗ وئ قدم

ایک نسخہ میں ہے بر جنت الماٗ وئ علم یعنی معشوق حقیقی کے عشق نے میری ہستی کو ایسا گھلا دیا ہے کہ اگر یہ عشق اونٹ کو حاصل ہوتا تو بھی گھل جاتا اتنا کہ اس کی جسمیت روحانیت سے تبدیل ہو جاتی۔ اور وہ سوئی کے سوراخ میں سے بہ آسانی گذرسکتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کافر بہشت میں داخل ہو جاتے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ لا یدخلون الجنته حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔یعنی کافر بہشت میں داخل نہ ہونگے۔ جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے نہ گزرے پس جب اونٹ عشق کی وجہ سے گھل جائے گا اور وہ بہ آسانی سوراخ سے گزر سکے گا تو شرط پوری ہو جائے گی اور کفار کو دخول جنت کا موقع مل جائے گا۔

شعر

بیار بیزم اور ہم صفت فروختہ خود ‌ ‌ ‌ ‌ کہ چوبہ چینی خوش وار واست دفع خودی

اس کا ترجمہ اس شعر سے بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے لکڑیاں چن چن لے آ اور بیچ اور ہم کی طرح چوب چینی ہے مجرب اس معنے کے درد کو آخری مصرعہ ذومعنی ہے یعنی لکڑیاں چن کر بیچنا غرور کا علاج ہے اور ویسے چوب چینی ایک دوائی ہے جو احتراق منی کے لئے مجرب ہے اس بیت میں سالکان طریقت کو کسب حلال کی طرف ترغیب دیگئی ہے کیونکہ

لکڑیوں کے چننے اور ان کے بیچنے سے غرور نفس ٹوٹ جاتا ہے مولوی عبیداللہ نے چند اشعار اس کی تشریح میں یوں لکھے ہیں۔

نظم

چوب چینی کسے مکن ای دل کوست مرضے بدوبسا مشکل!
ایں مرض راحدوث از مپش است میسبں از اصل کبر در نفس است
چوب چینی دوائے اوست عجیب بقلع الاحتراق بالتجریب!
چوب چینی کز احتراق منی است مے نہ گردو بزودی ای خوش زیست
چوب چینی کہ عافیت یابی! وز مضرات روئے بر تابی

شعر

ایں دل دیوانہ راگفتم کہ عاقل شونشد آرے آرے طفل رامیل سبق خوانی کجاست
ایں دل دیوانہ تعلیم کن از راہ ہوش کاندریں مکتب خلاصی بے سبق خوانی کجاست
سلطنت را عزتے درعلم فانی کجا است ماگدایا نیم مارا شوق سلطانی کجا است

مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ بے خودی اور نیستی کے راستہ پر چل مگر وہ نہ چلا جیسا کہ بچہ مکتب کی طرف خوشی سے نہیں جاتا پھر دوسرے شعر میں اپنے تئیں فرماتے ہیں کہ تو اپنے نفس پر عقل کو استاد بنا دے جو اسے نیستی کا سبق پڑھائے جب تک یہ سبق نہ پڑھ لے گا مدرسے سے چھٹی نہ ملے گی عالم فانی میں ناممکن ہے کہ جاودانی سلطنت ملے یعنی سلطنت ایک فانی چیز ہے اس لئے گدا ہونا اچھا ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔

شعر

اسبع وا سعشق والدوام بالدعا لیس لانسان الا ما سعی

بیت

رستن ازیں پردہ کہ در جان تست بے مدد پیر نہ امکان تست!

شیخ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں۔

شوبہ باطن ربوبیت پر دار! کن بہ ظاہر عبودیت اظہار

ایک بزرگ نے فرمایا فی القلب حق و فی اللسان فرق۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کامل ظاہر میں عبودیت کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن باطن میں ربی اوصاف کا مظہر ہوتا ہے۔

اشعار

صد شکر کہ سنیم نے معتزلی مانند سگ شیعہ ندا رم و غلی!

بر رغم خوارج و روافض ہر دم بوبکرؓ و عمرؓ گویم و عثمانؓ و علیؓ!

اس رباعی سے مراد خداوند تعالیٰ کے شکر کا اظہار ہے کہ الحمد للہ خدا تعالیٰ نے مجھے اہل سنت والجماعت کے زمرہ میں پیدا کیا مجھے صحابہ کرام میں سے کسی کے ساتھ بغض و دشمنی نہیں ہے اور نہ میں کسی کے حق میں سب کرتا ہوں تمام روافض وخوارج اسلام سے محروم ہیں جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ۔ یعنی مسلم وہی ہے جس کی زبان سے مسلمان محفوظ ہوں۔

اشعار

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید محبوب دریں جاست بیائید بیائید

آنانکہ طلب گار خدائید خدائید حاجت بہ نیست شمائید شمائید

جو لوگ ظاہری حج پر مائل ہیں لیکن حقیقی حج سے محروم ہیں ان کو کہتا ہے کہ تم پردہ جہل سے

نکلو اور مشعوق حقیقی کو تلاش کرو جو یہاں ہے غافل نہ رہو کہ وہ ہر دم تمہارے ساتھ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قرب ،،نے بالا وپستی رفتن است   قرب حق از قید ہستی رستن است

یعنی اے طالبان خدا تم باد بگولہ کی طرح جنگلوں میں مت پھرو دریاؤں کے سفر مت کرو۔ صرف اپنے تیئں محو کر دو اور اپنے دل کے اندر جھانکو کہ تمہیں معشوق حقیقی نظر آئے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

او بما از مابسے نزدیک تر!   داند آنکس کو ز خود دارو خبر

ابلہاں حیران کہ آیا حق کجاست   یا کہ اندر ارض دیا اندر سماست

یا کہ بر عرش مجیدش جائے اوست   یا کہ در خلد بریں ماویٰ اوست

حق عیان ست ای برادر جاوداں   تو عیاں راپس چہ میجوئی نشاں

حق توئی حق را توے جوئی کجا   خویش را بشناس تا یابی خدا

جاہلاں تعظیم مسجد میکنند!   در جفائے اہل دل جد میکنند

آں مجاز است ایں حقیقت ای خراں   نیست مسجد جز درون سروراں

مسجدے کان دردرون اولیاء ست   سجدہ گاہ جملہ است آنجا خدا است

خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

جلوہ برمن مفروش اے ملک الحاج کہ من   خانہ مے بنی ومن خانہ خدامے بینم!

یعنی تو تو ایک گھر کو دیکھتا ہے اور میں گھر والے کو دیکھتا ہوں ایک اور بزرگ نے فرمایا

کعبہ بنیاد خلیل آذر است!   دل گذر گاہ جلیل اکبر است

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

در کعبہ اگر دل سوئے غیر است ترا طاعت ہمہ فسق و کعبہ دیراست ترا
در دل اگر حق است و ساکن بتکدہ خوش باش کہ عاقبت بخیراست ترا

خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت شناسی انسان کا اصلی فرض ہے اور یہ فرض اس کی عنایت کے بغیر سرانجام نہیں ہوتا کیونکہ تصدیق حقیقی کے بغیر ایمان نہیں اور تصدیق حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ خود نہ چاہے۔آپ کی عادت تھی کہ کھانا کھانے بعد یہ شعر پڑھتے تھے۔

شکر گفتن کے تو انم در خور نعماتو شکر نعمہائے تو چندانکہ نعمہائے تو

رباعی

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زباں شود ہر موئے یک شکر تو از ہزار نتو

رباعی

صاحب ایں طعام را یارب از بلائے زماں امانش دہ
من ندانم کہ چیست مقصودش آنچہ مقصود اوست آنش دہ

گویا تواضع کی وجہ سے دعاء بھی فارسی اشعار میں کرتے تھے یا ممکن ہے کہ اہل دعوت کی خوشنودی اور طالبان طریقت کی ترغیب مقصود ہو حضرت ابوسعیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ تمہارے جنازہ پر کونسی آیت پڑھی جاوے فرمایا قرآن پڑھنا بزرگوں کے لئے سزاوار ہے۔ مجھ مسکین کے جنازہ پر صرف یہ شعر پڑھ لینا۔

شعر

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شئی للہ و برائے روئے تو

آپ فرماتے تھے میرا حال اس شخص کی مانند ہے جو خداوند تعالے سے ان تین دعاؤں کے بغیر کچھ نہیں مانگتا تھا۔ا۔ یارب یا تو ابلیس کو موت دے۲۔ یا دوزخ کو بجھادے۳۔ یا میرے جسم کو اتنا کشادہ کردے کہ تمام دوزخ کو بھرلے اور کسی دوسرے آدمی کی وہاں گنجائش نہ ہو۔ تا کہ کوئی شخص عذاب دوزخ کا مزہ نہ چکھ سکے اور میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں کہ الہی کسی بھی آدمی کو دوزخ کا عذاب نہ دے اور ان سب کا عذاب مجھ پر ڈال دے اگر لوگ وحدت وجود کے معاملہ میں گفتگو کرتے تو آپ اس میں کوئی بھی دخل نہ دیتے بلکہ ان کو منع کرتے اور فرماتے لکم دینکم ولی دین۔ اگر دو فریقین میں کوئی جھگڑا پیدا ہو جاتا تو سمجھا بجھا کر انہیں راضی کرتے اور فرماتے۔ والصلح الخیر۔ آپ کی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کی یا کسی اور ولی اللہ کی کرامات کا اظہار کرتا تو اس بات سے نفرت کرتے اور ملول ہوتے تھے۔

نقل ہے: ایک دفعہ مولوی محمد اصلح جو حضرت مولانا کے غلام تھے حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں آئے اور اپنی ہی کرامات کا ذکر کرنے لگے حضور نے فرمایا مولوی صاحب تم ابھی اس مقام میں کچے ہو۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا آپ کی عادت تھی کہ سماع سنتے تھے اور رقص کرتے تھے لیکن اگر کوئی شخص اس کے جائز ہونے یا نہ ہونے کی بحث چھیڑتا اس بارے میں آپ پر کوئی اعتراض وغیرہ کرتا تو آپ اس کا کوئی بھی جواب نہ دیتے تھے بلکہ ٹال مٹول کر جاتے تھے۔

نقل ہے: ایک دن احمد قوال آپ کی خدمت میں مشرف ہوا اور ایک غزل گانا شروع کی جب اس بیت پر پہنچا تو آپ پر وجد کی حالت طاری ہوگئی بیت یہ ہے۔

از مدرسہ بکعبہ روم یا بمیکدہ   اے پیر رہ بگو کہ طریق صواب چیست

اتنے میں مولوی عبدالحکیم جو آپ کے تشنۃ دار بھی تھے آ گئے اور کہا کہ غیر شرعی امورات پر کیوں کمر باندھی ہے اس عادت سے باز رہو آپ نے کچھ بھی جواب نہ دیا اس نے پھر منع کیا تو آپ نے فرمایا معذور دارست کہ اور اندیدہ۔

فائدہ: الغرض آپ کے فضل وکرم شمار سے باہر ہیں وہ سخاوت وکرم کے بحر مواج تھے ان کی نعمتوں کے سمندر کے سیلاب سے لاکھوں پیاسوں نے اپنی پیاس بجھائی ان کے دل کا ایک ایک قطرہ دریائے مواج تھا اور ان کے سینہ کی ایک ایک موج قلزم حقیقت تھی کارکنان قضاء وقدر نے روز ازل سے ان کی غلامی میرے نصیب میں لکھی تھی جس کا تقاضا یہ ہے کہ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں میرا دامن مراد گوہر مقصود سے بھرا میرے قبلہ گاہ ذکر کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے چند روز بعد عرس شریف پر آپ تشریف لائے اور بلا طلب از راہ عنایت ایک تعویذ عطا فرمایا اور کہا یہ تعویذ اپنے سامان میں بحفاظت رکھ لو انشاء اللہ تمہارے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کی گردن میں باندھ دیا جو اس کی حرز جان کا موجوب ہوگا جب ایام عاشورہ جمعہ کے دن صبح کے وقت ۱۲۴۲ھ میں زہے بخت درزاد مادہ تاریخی کے مطابق میری پیدائش ہوئی تو والد صاحب نے وہ تعویذ میرے گلے میں باندھ دیا جس کی بدولت بفضلہٖ اب تک جملہ حوادثات سے محفوظ ہوں جب میری عمر چودہ سال چند ماہ کی ہوئی تو میرے قبلہ وکعبہ عرس شریف پر تشریف لائے میرے والد ماجد مجھے اٹھا کر ان کی خدمت میں لے گئے بیعت سے مشرف فرمایا اور بسم اللہ آغاز کی کسی نے ان سے کہا کہ تعلیم کے آغاز کا دن بدھ مقرر ہے خلاف معمول آج کیوں یہ کام کیا؟ میرے والد ماجد نے جواب دیا کہ بدھ کا روز تو چرخ دولاب قیامت تک واپس لاتا رہے گا لیکن یہ احسن موقع ہمیشہ میسر نہیں آتا کہ آج تیسری ذی الحج دو شنبہ کا دن عرس شریف کی تاریخ اختتام کی تقریب سعید ہے جس میں سینکڑوں اہل اللہ ہزار ہا علماء اور ملک ملک کے صلحاء جمع ہیں الغرض بندہ کو حضرت قبلہ عالمؒ کے حضور میں سلطان المتوکلان حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ درس سرہ کے بالمشافہ بیعت سے مشرف فرمایا

جس میں ایسے ایسے بزرگ موجود تھے جس میں سے ایک ایک کا نام آفتاب جہانتاب کی طرح روشن اور درخشندہ ہے نیز آپ نے آغاز بسم اللہ کے وقت ایک بتاشہ دم کر کے میرے منہ میں ڈالا اور اپنے منہ مبارک کے لعاب سے تر کیا تمام حاضرین نے میری کامیابی اور حصول مطلب دارین کے لئے دعاء کی ایک دو سال کے بعد جب آپ پھر تشریف لائے تو مجھے تجدید بیعت سے مشرف فرمایا اور اپنا پس خوردہ دہی کا حصہ بھی عنایت فرمایا اس دن کی برکت ہے کہ سخنوری اور نکتہ دانی وغیرہ میں ابنائے جنس میں ممتاز ہوا اور میری شہرت جد ہر کدہر پھیل گئی ورنہ من آنم کہ من دانم اس خواجہ باکمال کا کرم میرے شامل حال اتنا ہے کہ اگر مجھ سے آداب شریعت کے خلاف کوئی قصور یا طریقہ طریقت میں کوئی فتور یا کجروی ظہور میں آتی ہے تو تنبیہ کا ایسا تازیانہ میرے نفس امارہ پر لگاتے ہیں کہ میں باز رہ جاتا ہوں اور اس کا خیال میرے دل میں نہیں آتا الحمدللہ کہ اب تک ان کی تربیت اور توجہ باطنی فرشتگان محافظ کی تربیت میری پاسبان ہے۔

فائدہ: چنانچہ ایک عجیب واقعہ مجھے یاد ہے وہ یہ کہ میں چھوٹی عمر کا تھا آپ کا وصال ہو گیا تھا جس سے میرا دل ہر دم بے قرار و محزون رہتا تھا اور اس لئے زار زار رویا کرتا تھا ایک دن میں رو رو کر سو گیا اور اس خیال میں سویا کہ جس پیر روشن ضمیر کی محبت میرے وجود کے لئے اکسیر تھی اور میرے تن کے لئے پارس مجھے کہاں سے حاصل ہو گی اور ان کے بغیر میرا انجام کیا ہو گا۔

بیت

چہ مشکل زاں بہتر بر عاشق زار کہ بے دلدار بیند جائے دلدار

موسم سردی کا تھا اپنے گھر میں لحاف اوڑھ کر سویا ہوا تھا کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی لحاف کو منہ سے اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سفید ریش فرخنہ پیشانی چہرہ نورانی میرے سرہانے ایک اور چارپائی پر جلوس فرما ہیں اور تسبیح ہاتھ میں لئے کچھ پڑھ رہے ہیں اندھیری رات میں ایک نورانی چہرہ کی چمک دمک اور عمر کے تقاضے سے مجھ پر خوف

کا عالم طاری ہوا میں نے پھر لحاف منہ پر ڈال دی۔ حضور نے از راہ کرم مہربانی کا ہاتھ میرے سر پر پھیرا اور فرمایا خوف و ہراس کو راہ مت دو میں ہوں اور ہمیشہ تیرے ساتھ ہوں میرے دل کو تسلی ہوئی اور نہایت خوش و خرم ہو گیا۔

نوٹ: یہ واقعہ میں نے خواب میں نہیں دیکھا بلکہ ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔

فائدہ: ۱۲۶۶ھ کا واقعہ ہے کہ ایک بار میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار پر حاضر ہوا فاتحہ کے بعد میرے قبلہ گاہ مزار شریف کے سرہانے بیٹھ گئے مجھے اپنے مقابل بٹھلا دیا میری طرف اشارہ کر کے فرمایا آپ کے بزرگ کی یہ امانت ہے جو میں آپ کے حوالے کرتا ہوں الغرض ارشاد و تلقین کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوئے اور فرمایا کہ اتنا مجھ سے لو اور خلعت معمولہ جس کے دینے کی لیاقت مجھ میں نہیں ہے اپنے پیر روشن ضمیر سے پاؤں گے اتفاقاً ان دنوں میری جدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اس لئے میرے والد صاحب خیر پور عرس پر تشریف نہ لے جا سکے مجھے بھیجا کہ تم ہی جا کر عرس شریف کے مراسم پر شامل ہو میں گیا اور تعمیل کی جب عرس شریف ختم ہوا تو حضرت محبوب اللہ کے روضہ انور کے اندر اپنے اور اپنے متعلقین کی دعا طلبی کے لئے داخل ہوا مزار مبارک کے پاؤں کی طرف بوسہ دیا کہ اتنے میں عبدالخالق خاں پٹھان آموجود ہوا۔ جو حضور کا ایک باعتقاد مرید تھا زر کنار لنگی کا ایک تھان اور ایک قیمتی انگرکھا اپنی بغل سے نکالا اور مجھے پہنا دیا حاضرین نے مبارک باد دی جب اپنے ڈیرہ پر آیا تو عبداللہ میرے پاس آیا ور کہا کہ پچھلی رات خواب میں اپنے جناب مولانا صاحب کی زیارت ہوئی فرماتے ہیں کہ عبدالخالق ہمیشہ تم میرے لئے عمدہ لباس تیار کر کے لاتے تھے لیکن اب مدت ہوئی کہ ہمارا لباس نہیں لائے جب میں بیدار ہوا تو سوچنے لگا کہ حضور کی پوشاک کس کو پہناؤں آج رات سویا تو پھر خواب میں دیکھا کہ حضور موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہماری پوشاک انہیں پہنا دو میں نے جو کچھ کیا انہیں کے فرمان کے مطابق کیا اس پر میں خدا کا شکر بجا لایا دل میں سوچا کہ مزار مبارک حضرت قبلہ عالمؒ صاحب پر جو الفاظ

میرے والد ماجد کے منہ سے نکلے تھے خدا نے پورے کیئے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

ایک دفعہ: میں اپنے پیر کے عرس پر حاضر ہوا عرس کے بعد سخت بیمار ہو گیا اس لئے چندے اور ٹھیرنا پڑا ایک دن میاں غلام محمد فقیر نے مجھ سے استخارہ پوچھا میں نے استخارہ بتلایا اور ترتیب بھی سکھائی وہ رات کے وقت ورد کر کے سو رہا مگر اس کو زیارت نصیب ہوئی دیکھتا ہوں کہ حضور میرے سر کی طرف تشریف فرما ہیں اور میرے ساتھ ہمکلام ہیں میں نے آنکھ کھول کر دیکھنا چاہا تو آپ مجھ سے روپوش ہو گئے جب سویا تو پھر حالت نیم خوابی میں حضور تشریف لائے اور میرے ساتھ ہم کلام ہوئے دیر تک اس فقیر پر عنایات اور نوازشات کی موسلا دھار کرتے رہے ان دنوں مولوی عبدالرزاق مولوی عبدالوہاب اور مولوی محمود بخش کے درمیان نزاع تھا مولوی عبدالرزاق نے بعض دوستوں کی رفاقت سے خانقاہ شریف کی تمام آمدنی کو ضبط کیا ہوا تھا صرف اپنے ہی استعمال میں لاتے تھے اور دیگر حقداران کو کچھ نہیں دیتے تھے یہ لوگ میرے پاس آئے اور خواہش ظاہر کی کہ میں ان کے ساتھ چل کر مولوی صاحب کی خدمت میں جاؤں اور ان کا حصہ ان کو دلادوں چنانچہ میں گیا اور پند و نصیحت کی لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اس رات اس حالت میں حضور نے مجھے فرمایا کہ ان کی باہمی تقسیم کے کاغذ لکھو تا کہ ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہ رہے اور خواب میں ہی ایک دستاویز مجھ سے لکھوائی جس میں آپ نے ان کے حصے بانٹ دیئے تھے جب میں نیند سے بیدار ہوا تو اپنے تیئں ایک عجیب مسرت میں پایا۔ اور متعجب ہوا کہ تقسیم جائیدا کی یہ تحریر دیکھئے کیونکر ظہور پذیر ہو خدا کی قدرت کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب فوت ہو گئے اور خانقاہ شریف کی آمدنی اسی طرح تقسیم ہوئی جیسا کہ میں نے عالم رویاء میں دیکھا تھا۔

فائدہ: ایک اور بار میں بعارضہ بخار سخت بیمار ہوا۔ لیکن خدا کے فضل سے میرے تقسیم اوقات میں کچھ بھی خلل واقع نہ ہوا ان دنوں شیخ دین محمد نو مسلم کو میں کتاب توفیقیہ کا سبق دیا کرتا تھا لیکن جب بخار نے زور پکڑا تو اس کے اسباق قضاء ہو گئے اور شدت بخار کی وجہ سے میں زندگی سے مایوس ہونے لگا رات کو خواب میں دیکھا کہ میں اپنے مکان کے دالان میں فرش پر بیٹھا اور شیخ دین محمد مجھ سے سبق پڑھ رہے ہیں نیز جناب مولانا صاحب تشریف فرما ہیں چہرہ انوار الٰہی سے تاباں اور پیشانی نور محمدی سے درخشاں ہے دروازے کے اندر وارد ہوئے لیکن چونکہ میں نے ان کی زیارت بچپن میں کی تھی ٹھیک طور پر پہچان نہ سکا۔ مگر یہ سمجھ کر کہ کوئی بڑے ولی اللہ تشریف لائے تعظیم کے لئے کھڑا ہوا۔ اور شرط آداب بجالایا حضور بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ کونسی کتاب پڑھا رہے ہو میں عرض کی کہ توفیقیہ شریف فرمایا توفیقیہ ہمارے مصنفہ کتاب! عرض کی جی ہاں! یقین ہو گیا کہ خود بذات حضرت مولانا صاحب تشریف فرما ہیں فرمایا کہ سبق پڑھاؤ۔ میں نے معذرت کی کہ میں اس کتاب کے پڑھانے کے قابل نہیں ہوں صرف تبرکا تدریس کرتا ہوں اگراز رہ عنایت حضور مجھے پڑھا دیں تو میں غیروں کو فیض دے سکوں گا فرمایا کوئی حرج نہیں پڑھاتے چلے جاؤ۔ میں نے پڑھانا شروع کیا اور ساتھ ساتھ تقریر کرتا رہا میں نے دیکھا کہ حضور مسکرا رہے ہیں آخر جو کچھ میرے ذہن میں آیا اس کا مطلب سمجھایا تقریبا ایک ورق پڑھایا تھا کہ حضور نے تین بار میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور مجھے آفرین وتحسین دی نیز فرمایا کہ میری کتاب کے بالکل یہی معنی ہیں جو تم کر رہے ہو یہ سنکر میں جامہ میں پھولا نہ سمایا اور جب آپ کے ضمیر مستنیر پر میرے فخر اور غرور کا عکس پڑا تو فوراً تنبیہ کی اور فرمایا کہ مسائل کی حقیقت تو یہی ہے جو تم بیان کر رہے

ہو لیکن اس اعلیٰ مقصد کو نہیں پا سکے جو اس کتاب کی تصنیف سے تھا میں شرمسار ہوا اور عرض کی کہ خدا کے لئے وہ مقصد مجھے بھی عنایت ہو آپ چپ رہے اور مہربانی سے فرمایا کہ انشاءاللہ وہ بھی تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ بخار کا نام ونشان نہیں ہے اور وہی شغل اور ذوق میری طبیعت پر طاری ہے جو خواب میں دیکھا تھا۔

میں ناظرین پر یہ امر واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ چند قصے میں نے اس لئے نہیں لکھے کہ اس سے میری بڑائی یا کمال ظاہر ہو۔ بلکہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ میرے شیخ کی کتنی توجہ میرے حال پر مبذول ہے۔

فائدہ: اخیر عمر میں جب آپ میں تعلیم اور تعلم کی طاقت نہ رہی تو آپ لوگوں کو اپنے فیض صحبت سے مستفید کرنے کے لئے سلف صالحین کے قصے سنایا کرتے تھے اور یہ بیت پڑھتے تھے۔

بیت

عالم بخیال خوش و والہ بہ جنوں　　　کل حزب بما لدیھم فرحون

ان دنوں آپ نے معمولی خوراک بند کر دی تھی اور رات دن استغراق قلبی میں محو رہتے تھے۔

نقل ہے: ایک دن میرے جدامجد خواجہ نور احمد صاحب نے حضرت سلطان المتوکلان حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ سے پوچھا کہ مولوی صاحب کس حال میں ہیں تو فرمایا کہ جمع الجمع کے درجہ سے گزر رہے ہیں۔ اور اس میں محو تھے کہ لوگ اسے غشی سے تعبیر کرنے لگے لیکن درحقیقت وہ ان کے تسلیم ورضا کی انتہائی حالت تھی جیسا کہ نفحات میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے منقول ہے۔ فی وصف رجال الحق الاخات. تنزل

الیھم وعلیھم ھو تعود کالجبال الرواسے تنزل الیھم وعلیھم وھم ینظرون الیھا بعین البصرو موافقه ترکوالاجساد للبلا یا وطارد االی الحق عزوجل بقلو بھم فھم خیم بلا رحال اقفاص بلا طبور.

شعر

واذ اتصاعدت النفوس علی ھو　　فالحلق بضرب فی حدید بارد

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کرکرامت خاص میں درج فرمایا ہے۔ الغرض جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اور تمام شغل ترک ہو گئے مگر ایک شغل نفی واثبات باقی رہا۔ **لاالہ الا اللہ** کا ذکر زبان پر جاری تھا کہ مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر کے سدرۃ المنتہی پر پہنچا شجرہ طیبہ کی اس شاخ پر پہنچایا جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ کہ اصلھا ثابتہ وفرعھا فی السماء غرہ ماہ صفر ۱۲۵۰ھ خمس کے دن اشراق کے وقت آپ کا وصال ہوا قصبہ خیر پور علاقہ بہاولپور میں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے ہزار ہا لوگ ہر سال عرس شریف پر آتے اور روز بروز بڑھتے جاتے ہیں آپ کے وصال کے بعد بہت خوشنما مکانات تیار ہوئے خانقاہ شریف اس کے سامنے ایک خوش وضع دلان خوبصورت مسجد اور حجرے بنائے گئے اور ایک بڑا مہمان خانہ تیار کیا گیا جو عرش شریف کی بے شمار مخلوق کے لئے راحت اور آرام کا باعث ہے۔

فائدہ: آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جو حسن و جمال میں اپنی نظیر آپ تھا۔ لیکن تقدیر الٰہی سے وہ بچپن میں ہی فوت ہو گیا۔



خاتمۃ الکتاب

حضرت محبوب اللہ کے خلفاء کے بیان میں

فصل اول میں ان خلفاء کا ذکر ہے جن کی بیعت تو جناب حافظ محمد جمال اللہ صاحبؒ ملتانی یا دیگر خاصان سے تھی لیکن خرقہ خلافت آپ سے پایا اور دوسری فصل میں ان خلفاء کا ذکر ہے جن کی بیعت اور خلافت دونوں آپ سے ہیں۔

فصل اول

مولوی نور اللہ صاحب خیر پور کے قریب موضع بھنڈی کے رہنے والے ہیں حضرت قبلہ عالمؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت جناب حضرت محبوب اللہ سے پایا۔

نقل ہے: آپ کے خادم میاں عبداللہ فرماتے تھے کہ ایک بار مولوی صاحب نے اس حجت پر کہ وہ حافظ غلام حسن صاحب کے متوسل اور قریبی رشتہ دار بھی ہیں ان سے بیعت کی رخصت مانگی حافظ صاحب نے انکار کر دیا۔ اور نہایت پریشان و ملول ہوئے اور جناب محبوب اللہ صاحب کی خدمت میں چلے گئے۔ ابھی آپ نے اپنے مطلب کا اظہار نہیں کیا تھا کہ حضور کے آیئنہ ضمیر پر اس کا عکس پڑ گیا از راہ کرم اپنے پاس بٹھلایا اور خرقہ و خلافت سے ممتاز فرمایا ان کی بہت سی کرامات شہرہ آفاق میں سینکڑوں اشخاص آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ ۲۰ ماہ صفر ۱۲۷۸ھ میں آپ کا وصال ہوا ان کا مزار خیر پور شریف سے ایک میل کے فاصلے پر غربی طرف واقع ہے۔

۲۔ حافظ غلام مرتضے صاحب ساکن موضع چیلا و نہڑ علاقہ کہروڑ میں انہوں نے شرف بیعت اپنے حقیقی بھائی حافظ غلام حسنؒ صاحب سے پایا قلعہ ملتان کو کافروں نے فتح

کیا تو عزیزان روزگار بسبب تسلط کفار شہر شہر اور دیار دیار میں ادھر ادھر آوارہ ہو گئے حضرت محبوب اللہ صاحب بھی خیر پور میں سکونت اختیار کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور ملتان سے کوچ کر کے موضع دنیا پور میں پہنچے حافظ صاحب اپنے مرشد کامل کے ارشاد سے ان کو اپنے گھر لے آئے۔ اور اپنے بھائی حافظ غلام مرتضے کو ان کی خدمت پر مامور کیا۔ حافظ جی نے دل و جان سے خدمت کی جوں جوں آپ نے زیادہ خدمت کی توں توں آپ کا تقرب بڑھتا گیا یہاں تک کہ مسند خلافت سے سرفراز ہوئے اخیر عمر میں ان کی بزرگی شہرت دنیا میں پھیل گئی اور خاص و عام نے آپ کے فیض سے حصہ لیا ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادوں نے بیش از بیش گدی کو رونق دی ان کے ایک صاحبزادہ کا نام میاں گل محمد ہے لکھتے ہیں کہ ایک بار جناب مولانا صاحب سنگھڑ تشریف لے گئے اور صاحبزادہ میاں گل محمد بھی آپ کے ہمراہ تھے آپ نے پوچھا کہ تم خدا کا نام لوگوں پر تلقین کیوں نہیں کرتے عرض کی کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں اور اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا فرمایا کہ تم لوگوں کو بیعت کرو۔ اس کا بوجھ خدا و رسول اور میرے اوپر ہے پھر صاحبزادہ صاحب نے معذرت کی لیکن جب میرے والد ماجد نے یہ قصہ سنا تو ان کو مشورہ دیا کہ تمہیں حضرت مولانا صاحب کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے جس پر آپ مسند خلافت پر بیٹھے اور ارشاد و تلقین سے لوگوں کو بہرہ ور کرنے لگے۔

۳۔ تیسرے خلیفہ میرے والد ماجد صاحب ہیں جن کی بیعت تو جناب حافظ محمد جمالؒ صاحب سے تھی لیکن خرقہ خلافت آپ سے پایا ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

۴۔ قاضی محمد عیسے خانپوری جو جناب حافظ صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے لیکن جناب مولانا صاحب نے ان کی تربیت اور پرورش کی اور آپ نے ہی ان کو اجازت عطا کی آپ کے اوصاف اور اخلاق کی تعریف حد بیان سے باہر ہے بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے جو اب تک ان کے آستان پر جھکتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ۱۲ ماہ صفر ۱۲۶۳ھ میں آپ کا وصال ہوا شجاع آباد قصبہ خانپور میں ان کا مزار ہے ان کے

بڑے بیٹے قاضی خدا یار خان ایک پر مذاق انسان ہیں جو ان کے بعد لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

۵۔ حضرت مولویصاحب مولانا محمد موسیٰ پاک صاحب قریشی ملتانیؒ۔

نقل ہے: کہ جس وقت آنحضرت حافظ صاحب مظہر جمال الٰہی والی ملتان کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تو حضرت حافظ صاحب نے آپ کو شرف غلامی سے مشرف فرمایا اپنے دست حق پرست سے خود شیرینی تقسیم فرمائی اور فرمایا کہ اے یاران مجلس آپ مجھے مبارک باد دیں۔ کہ اتنا برگزیدہ شخص میرا توسل پذیر ہوا ہے۔ آپ نے خرقہ خلافت و بہرہ اجازت حضرت محبوب اللہ صاحب سے بھی حاصل کیا۔ آپ مدت مدید تعلیم علوم ظاہر یہ و تفہیم فنون باطنیہ میں شاغل رہے آپ کا ذکر حال اور شرح کمال حوصلہ قیاس سے باہر اور احاطہ تحریر سے وافر ہے اگر شرح وار تحریر کروں تو ایک اور جلد تیار ہو جائے آپ کا وصال بتاریخ بارہ ماہ رجب سن بارہ سو اکسٹھ ہجری میں ہے۔ مزار منیف آں ذات شریف ملتان شریف اندرون دہلی دوازہ میں زیارت گاہ انام خاص وعام ہے آپ کا ایک فرزند دلبند موجود ہے جو اپنے والد بزرگوار کے قدم بہ قدم ہے آپ کو بھی بہرہ علوم ظاہری و حصہ علوم باطنی سے نصیبہ حاصل ہے اور ان کا اسم مبارک حضرت مولانا خدا بخش صاحب ہے رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت محمد حسین صاحب علاقہ ملتان کے رہنے والے ہیں جناب حافظ صاحب سے شرف بیعت حاصل کیا اور خلافت جناب مولانا صاحب سے پائی لکھتے ہیں کہ جب تک جناب حافظ صاحب جیتے رہے کفار قلعہ ملتان کو فتح نہ کر سکے جب ان کا وصال ہوا تو فرمایا کہ یہ قلعہ تمہارے حوالے ہے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب کے جیتے جی یہ قلعہ محفوظ رہا باوجود اس کے کہ کئی بار کفار نے حملہ کیا لیکن ناکام ہوئے۔

۷۔ حضرت شہید منشی غلام حسن صاحبؒ ملتانی جو نکتہ دانی اور سخن سنجی، مضامین طرازی لطائف وظرائف ذہن رسا میں مشہور ہیں ان کے اشعار صوری اور معنوی کرامات سے

بھرے ہوئے پنجاب بھر میں مشہور ہیں جناب حافظ صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے اور جناب مولانا صاحب کی صحبت سے فیض حاصل کیا ور آپ کے منظور نظر ہو کر مورد عنایات ہوئے انہیں سے خرقہ خلافت پایا اور ارشاد و تلقین میں مشہور ہوئے۔ ماہ صفر کی یکم تاریخ ۱۲۶۵ھ میں آپ کا وصال ہوا ان کے دو بیٹے ہیں۔

۱۔ رکن الدین ۲۔ غلام یٰسین دونوں نیک طبیعت کے لڑکے ہیں۔

۸۔ حضرت محمد بدھا شاہ ہر وقت گریہ وزاری میں مشغول رہتے تھے آپ اسے محمد بکا کے نام سے پکارتے تھے حضرت لعل سوہانزہ کی اولاد سے ہیں حضرت جناب حافظ محمد جمال اللہ صاحبؒ سے بیعت کی اور جناب مولانا صاحب نے اجازت دی۔

۹۔ حضرت شاہ محمد شاہ دلان والا سکنہ ڈمروالا جو ضلع مظفر گڑھ میں ایک مشہور قصبہ ہے بیعت جناب حافظ صاحبؒ سے اور اجازت جناب محبوب اللہ صاحب سے تھی عشق و محبت میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے اکثر مستی و جذبہ کی حالت میں رہتے تھے۔ اور جو لفظ منہ سے نکلتا تھا پورا ہو کر رہتا تھا ان کے کمال اور مریدین کا شمار حد سے زیادہ ہے ان کے تین بیٹے تھے۔ صدیق شاہ صاحب۔ یہ بھی جناب حافظ صاحب کے مرید اور حضرت محبوب اللہ صاحب کے مجاز تھے دوسرے سید امیر شاہ صاحب حضرت محبوب اللہ صاحب کے مرید اور میرے والد صاحب کے مجاز تھے۔ تیسرے سید فضل شاہ صاحب ان کی بھی اولاد ہے خدا ان کو سلامت با کرامت رکھے۔

۱۰۔ میاں احمد دین صاحب سکنہ راجن پور مولوی محمد حسن صاحب کے مرید اور جناب حضرت محبوب اللہ صاحب کے مجاز تھے۔

۱۱۔ قاضی محمد یار صاحب کنہ ٹب واقع سنگھڑ جناب حافظ صاحبؒ کے مرید اور حضرت مولانا صاحب کے مجاز تھے جو عجیب صوفی مشرف آدمی تھے۔

فصل دوم

اس میں ان تمام خلفاء کا ذکر ہے جو حضرت محبوب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت نیز بہرہ اجازت بھی انہی سے پایا (اس لئے میں نے ہر ایک خلیفہ کے ذکر کے ساتھ اسی سطر کا تکرار چھوڑ دیا۔ مترجم)

ا۔ حضرت مخدوم سید حامد شاہ صاحب حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کی اولاد میں سے ہیں آپ کا طریقہ درویشی اور بزرگی میں ایسا عمدہ تھا کہ جس کی تشریح کے لئے لفظ نہیں ملتے عجب عالی ہمت شخص تھے اٹھتی جوانی سے بڑھاپے تک اپنے تئیں خدا کی راہ میں صرف کر دیا تھا۔ تمام عمر مخلوق خدا کی فیض رسانی میں ختم ہوئی حضرت محبوب اللہ صاحب نے ان کی تربیت میں رحمت کے دریا بہا دئے تھے۔ ۲۲ ماہ ربیع الثانی ۱۲۴۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت موسےٰ پاک شہیدؒ کے مزار کے قریب مغربی طرف علیحدہ روضہ میں مدفون ہیں ان کے دو بیٹے سید شمس الدین سید عبدالقادر مشہور ہیں۔

۲۔ سید موسن شاہ صاحب احمد پور کے رہنے والے تھے اور جناب محبوب اللہ صاحب کے منظور نظر تھے دنیا کے تمام تعلقات سے کنارہ کیا ہوا تھا گودڑی کندھے پر رکھے ہوئے مجرد طرز پر رہتے تھے عاشقانہ مزاج اور قلندرانہ مشرب کے انسان تھے جناب محبوب اللہ صاحبؒ کے مزار پر جتنی عمارتیں موجود ہیں ان میں ان کی کوشش کا بڑا حصہ ہے مدت مدید تک لوگوں سے بات چیت نہیں کی آپ کا مزار احمد پور میں ہے۔

۳۔ قدوۃ الشاق مولوی محمد اسحاق حضرت بابا گنجشکر کی اولاد سے ہیں حضرت محبوب اللہ کا فیض آپ پر اتنا تھا کہ خواب اور بیداری بھوک اور سیری ان کی نظر میں برابر ہو گئے آداب شریعت اور طریقت میں کوئی بھی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا لوگوں کو فیض پہنچانے میں ان کا طریقہ نہایت عجیب تھا جس کا نتیجہ یہ کہ بہت سے لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے ان کے کمالات کا ذکر بھی حد سے زیادہ ہے۔ ؟؟؟؟ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ میں آپ کا وصال ہوا کہروڑ کے مغربی طرف آٹھ کوس کے فاصلہ پر بستی چاہ روشن شاہ میں مدفون ہیں۔

۴۔ مولوی عبدالقادر سکنہ کوٹلہ سکھانوالہ کے قریب ڈیرہ غازیخاں مدت مدید تک حضرت محبوب اللہ صاحب کی خدمت میں رہے بہت سا فائدہ حاصل کیا بے شمار مخلوق آپ کی مرید تھی۔ ان کا مزار دوہیں کوٹلہ میں ہی ہے ان کے دو بیٹے دو بیٹے میاں غلام محی الدین و میاں عبدالعزیز ہیں۔

۵۔ قاضی محمد یار سکنہ خانگڑھ برسوں آپ کی خدمت میں رہے۔ اس پر شوق منزل سلوک پر چلایا اور حضور کی متابعت میں دل و جان سے کوشش کی دنیا سے قطع تعلق کر کے آپ کے آستانہ پر متمکن ہوئے یہاں تک کہ نعمت حاصل کی۔ عموما اوصاف میں اپنے شیخ کے مشابہ تھے نہایت مسکین طبع بے طمع متوکل علے اللہ اور مشغول باللہ شخص تھے میں ہمیشہ ذوق و شوق رہتا تھا سماع کے بہت مشتاق تھے ایک بار جناب محبوب اللہ صاحب کے دربار میں قوالوں نے ایک غزل گائی جب اس بیت پر پہنچے۔

بے جاں شدہ ام صد راہ باجان خراباتم ۔۔۔ چوں جان خراباتم جانان خراباتم

تو طبیعت بگڑ گئی کانپنے اور اچھلنے لگے آخر میں مرغ نیم بسمل کی طرح پھڑکتے تھے یہاں تک کہ حس و حرکت بند ہوگئی اور حاضرین کو ان کی موت کا یقین ہو گیا بعضے حیران و پریشان ہو گئے اور بعضے رو پیٹ بیٹھے تجربہ کار حکماء نے نبض دیکھی تو کف افسوس ملنے کے سوا چارہ نہ پایا سب قوالوں نے وہ شعر چھوڑ دیا اور دوسرا مصرعہ گانا شروع کیا۔ صد بار کند زندہ یارب چہ کلام است ایں۔ تو سنتے ہی حالت صحو میں آگئے گلاب وغیرہ چھڑکا گیا طبیعت بحال ہوگئی ماہ صفر میں۔

۶۔ سید امام شاہ سکنہ موضع چوئیاں جو شجاع آباد سے چھ کوس جنوب کی طرف واقع ہے مدت مدید بڑی بڑی عبادتوں اور کڑی کڑی ریاضتوں میں گزاری پیر کے منظور نظر ہو گئے بہت سے لوگ آپ کے فیض سے فیض یاب ہوئے ان کے کمالات کا ذکر بھی بہت زیادہ ہے۔ ۲۳۰ ماہ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

۷۔ مولوی عبیداللہ صاحب ملتانی برسوں پیر کی صحبت مستفید ہوئے علوم ظاہری باطنی

دونوں میں تحصیل تمام کی حضرت محبوب اللہ صاحب کی اتنی نظر شامل حال تھی کہ جب اپنے وطن سے واپس آتے اور دیدار فیض آثار سے بہرہ پاتے تو آپ سروقد ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور بشاش چہرہ سے یہ بیت زبان پر لاتے تھے۔

آمدی و آمدنت بس خوش است دیدن روئے تو عجب دلکش است

قرب روحی بشمادارم و بعد بدنی ہمچو دروقت نبی خواجہ اویس قرنی

جب حضرت محبوب اللہ صاحب نے عشق و محبت کا غلبہ اور اپنی تاثیر صحبت کا جذبہ انہیں بذریعہ کمال پایا تو خرقہ خلافت سے ممتاز فرمایا بہت سے علماو صلحاء آپ کی بعیت سے مستفید ہوئے اکثر مدت ملتان میں رہے چند سال قصبہ مکھیانہ کو رونق بخشی کچھ عرصہ دیگر اضلاع میں گھومے۔ اور ایک دنیا کو مستفید اور کامیاب کیا بعض کو شرف اجازت بھی بخشا اب تک زندہ ہیں خدا ان کی عمر دراز کرے ان کے دو بیٹے ہیں بڑا بیٹا عبدالرحمٰن علوم ظاہری حاصل کر کے نعمت باطنی کے حصول میں مشغول ہے۔

بیت

ہے دولت مادر روزگار کہ پورے چنیں پرورد در کنار

میرے بیٹے عبدالحق زید حیاتہ

سال محمد حسین سکنہ محمود کوٹ ضلع مظفر گڑھ جناب دین پناہ صاحب کے خلیفہ شیک کی اولاد میں سے ہیں حضور کی صحبت میں رہے عموماً قوالی کر کے آپ کو محظوظ کیا کرتے تھی میاں صاحب حضور کی خدمت میں گانا گا رہے تھے کہ آپ پر وجد کی حالت طاری ہوئی جونہی فارغ ہوئے ان کو نعمت باطنی سے سرفراز کیا اور بیعت کی اجازت دی ان کے درج میں ایک عجیب قسم کا ذوق وشوق بھرا ہوا ہے۔ سلمہ ربہ۔

۹۔ مولوی عبدالغفار آپ کے وصال کے بعد سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔

۱۰۔ مولوی عبدالرزاق ان پر بھی آپ کا بڑا کرم تھا۔

۱۱۔ میاں خدا یار جھنڈیر۔ موضع احمد پور سیالانوالہ کے باشندے تھے بڑے مقبول اور خدا

یادانسان تھے بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

بیت

تا یکے جملہ را نویسم نام که بیرون انداز حد ارقام

اللہ تعالے دارین میں بندہ کو ان کی غلامی نصیب فرمائے۔

نظم

خدا را حمد قبل از ہر کلام است که لطفش عام بر ہر خاص و عام است

مگر حمدش نہ امکان بیان است کہ لا احصی ثناء زو عیاں است

اگرچہ واصفاں بس کرد ادراک بگفت آخر ز شر حش ماعرفناک

درود دش راکنم وردِ زباں را فریسم روح شاہِ مرسلاں را

کہ اندر شان اور لولاک آمد بزیر پائے او افلاک آمد

کہ از نورش شدہ عالم ہویدا بعشق اش بوالبشر گرویدہ

برد ہر لحظہ رحمت از خدا باد بہ اصحابش بہ ازدش بہ اولاد

بودروشن بارباب عقیدت کہ لذت گیر شد از خوان نعمت

کہ اینک نسخہء مقبول و محبوب شدہ ازدست ایں بے چارہ مکتوب

ماہ جمادی اول مشائخ باصفائے! کہ ہریک بود حق را رہنمائے شد

☆☆☆☆☆

"ساڈا دوست دلیں دا"

ساڈا دوست دلیندا نور محمدؐ خواجہ
ڈھولا یار چھیندا نور محمدؐ خواجہ

ساری ساڈی شرم بھرم دا
تیڈے گل وچ لاجا
عرب وی تیڈی عجم وی تیڈی
ملک پنجاب دا راجہ

زمین زمن وچ وجدا گجدا
فیض تیڈے دا واجا
قدیم تیڈے وچ نوں من بھاگے
انگن میرے پوں پاجا

دلبر جانی، یوسف ثانی
موہن مکھ ڈِکھلا جا
نوشہ شہر مہار دا بنڑا
سکدی کوں گل لاجا

نین فرید دے درس پیاسے
آجا ناں ترسا جا